خطباتِ نورانی

شیخ الاسلام قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی
کے رُوح پرور معلومات افروز اور تاریخی
مواعظِ حسنہ کا حسین گلدستہ



مرتبہ
ملک محمد محبوب الرسول قادری

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب .... خطباتِ نورانی

مرتب .... ملک محمد محبوب الرسول قادری

پروف ریڈنگ .... مولانا محمد تاج قادری

سرورق .... محمد رمضان فیضی

اشاعت اوّل .... اکتوبر 2004ء

صفحات 352

ناشر .... چوہدری عبدالمجید قادری

تحریک .... چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

قیمت .... 135 روپے

☆......ملنے کے پتے......☆

حسنِ ترتیب

انتساب!

دنیائے اسلام کے عظیم مبلغ و مصلح حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی قادری قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند اور روحانی جانشین جگر گوشۂ سفیر اسلام، عکسِ جمالِ امام نورانی، جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ الحاج

صاجزادہ الشاہ محمد انس نورانی مدظلہ العالی

(چیئرمین...... ورلڈ اسلامک مشن)

کے نام

گر قبول افتد زہے عزو شرف

محمد محبوب الرسول قادری

انوار رضا لائبریری جوہر آباد، پاکستان

میزانِ حروف

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج راقم ایک بار پھر اپنے عظیم قائد حضرت شیخ الاسلام قائد اہلسنّت مولانا امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خطبات کا ایک اور مجموعہ اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پا رہا ہے۔

''مولانا نورانی کی بارہ تقریریں'' کی ریکارڈ پذیرائی کے بعد......

''خطباتِ نورانی......'' آنجناب کی نذر کرتے ہوئے روحانی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ اس حوالے سے مجھے اپنے کرم فرماؤں بالخصوص امیر اہلسنّت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری سجادہ نشین درگاہِ قادریہ بھرچونڈی شریف و مرکزی امیر، مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان۔ ادیب شہیر حضرت پیر سید محمد فاروق القادری (گڑھی اختیار خان) نامور ماہر تعلیم و محقق محترم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، مخدوم و محترم حضرت علامہ صاحبزادہ محمد مسعود قادری (مراڑیاں شریف)، عزیز گرامی حکیم مفتی محمد آصف محمود قادری، مخدوم و محترم حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی اور دنیائے شعر و سخن کی آبرو محترم عبدالقیوم طارق سلطانپوری کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پر بہت کچھ لکھ کر راقم کی حوصلہ

افزائی فرمائی۔ نیز اس موضوع پر اپنی گراں قدر آرا و مشاورت سے نوازا۔ محترم طارق سلطانپوری نے قطعہ تاریخ استخراج فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

"سَیلِ فیضِ خطابت"

۲۰۰۴ء

سالِ اشاعت

۱۴۲۵ھ

۲۰۰۴ء

اہم تر کام کرتا ہے ہمیشہ ملک محبوب کی ہمّت کی کیا بات
"چلو سوئے حجاز" آواز اُس کی وہ ہے اِک داعیٔ خیرات و حسنات
وہ "انوارِ رضا" کا بھی ہے قاسم ہیں خائف جن سے نجدیت کی ظلمات
فروغِ مسلکِ حق کے لیے ہیں کئی برسوں سے جاری اس کی خدمات
وہ ہے دینی صحافت کا مجاہد پئے توقیرِ دین، فعال دن رات
قلم سے ہے جہاد اُس کا مُسلسل "ادارہ" کے برابر اُس کی ہے ذات
وہ شیدائی ہے نورانی میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانے پر عیاں ہے اس کے جذبات
یہ خوبی ان کی تقریروں کو چھاپا کیے محفوظ نورانی خطابات
ثمر محنت کا وہ پائے خدا سے اسے شاداں رکھے ربّ سماوات
مُحبانِ نورانی کے لئے ہے حقیقت میں یہ اِک انمول سوغات

کتابِ خوب کا سالِ طباعت
"مُجلّی، آگہی افروز خطبات"

۱۴۲۴ھ

جبکہ محترم صاحبزادہ فیض الامین فاروقی ایم اے

(مونیاں شریف ضلع گجرات) نے اس کے لیے تاریخی قطعہ مرحمت فرمایا

"خطباتِ فرخندہ پیام"

۲۰۰۴ء

زہے خطباتِ اہل دانش

۱۴۲۵ھ

بے گماں ہیں لایق صد داد محبوب الرسول آپ "انوارِ رضا" کے ہیں مدیرِ ذی علی

آپ کو حاصل جہاں میں اک مقام و مرتبہ نامور اہلِ قلم ہیں صاحبِ فہم و ذکا

محسنِ علم و ادب ہیں گوہرِ عزم و یقیں دیدہ ور بالغ نظر بیدار مغز و خوش ادا

کر رہے ہیں آپ خدمت دین حق کی جس طرح اجر اس کا ربّ اقدس ہی کرے گا خود عطا

آپ کی تالیف یہ "خطباتِ نورانی" ہے خوب فائدہ اس سے اٹھائے گا ہر اک شیخ و فتا

داد کے قابل بھی ہے اور دید کے قابل بھی ہے جادۂ دین و سیاست میں یہ ہو گی راہنما

افتخار عالمِ اسلام نورانی میاں فخرِ پاکستان تھے سرمایۂ اہلِ وفا

داعیِ حق و صداقت حاملِ فقرِ غیور اُن کے سینہ میں تھی روشن شمعِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ

ظاہر و باطن تھا ان کا اِک خدا کے فضل سے مستند ہر بزم میں ہے ان کا فرمایا ہوا

ہر بیان ان کا جدا ہر ایک خطبہ دل کشا لفظ ہے ایک ایک اِس کا مثلِ نیّر پر ضیاء

چاہیے فیض الامیں اس کا اگر سالِ رسا

تو کہو تم "نعمت بے حد کتابِ خوشنما"

۲۰۰۴ء

عظیم روحانی مرکز خانقاہِ قادریہ عالیہ مراڑیاں شریف کے خانوادہ کے عظیم فرد نامور نوجوان باعمل عالم دین اور علم جفر و اعداد کے ابھرتے سکالر مولانا

صاحبزادہ محمد مسعود قادری نے ہجری اور عیسوی تقویم کے حوالے سے چند مادے استخراج فرمائے ہیں۔

۱۔	با اسلوب خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ
۲۔	باصواب خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ
۳۔	جلوۂ محبوب خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ
۴۔	مواہب اولیاء خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ
۵۔	جلوۂ ناز خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ
۶۔	نوائے بے باک خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ
۷۔	طیب طبع خطباتِ نورانی	۱۴۲۵ھ

....

۱۔	مددِ پروردگار خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء
۲۔	والا مراتب خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء
۳۔	عالی صفت خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء
۴۔	بلاشبہ علم نافع خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء
۵۔	سحر بیانی عقل سلیم خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء
۶۔	سبک رواں عالی گہر خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء
۷۔	اساطیر جہاں آفریں خطباتِ نورانی	۲۰۰۴ء

جبکہ راقم الحروف (محمد محبوب الرسول قادری) نے حضرت شیخ الاسلام کے ان مبارک مجموعہ خطبات "خطبات نورانی" کے درج ذیل مادے استخراج کیے ہیں پہلے عیسوی اور بعد ازاں ہجری سن کے حوالے سے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ظلِ یزداں، فضلِ محمد......۲۰۰۴

۲۔ سفر سحر بیانی خطبات نورانی......۲۰۰۴ء

۳۔ للکارِ ہوش افزا خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۴۔ بہارِ اقبال اربابِ مجلس خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۵۔ جلوۂ انوارِ مردِ حق آگاہ خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۶۔ جلوۂ نورِ منبع حقایق خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۷۔ اعادہ امامت حسین خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۸۔ دُرِ نجف گل افروز خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۹۔ روشن فہم خطباتِ نورانی......۲۰۰۴ء

۱۰۔ فصیح بیانِ قلندرانہ خطباتِ نورانی ۲۰۰۴ء

۱۱۔ ایمان بکف خطباتِ نورانی......۱۴۲۵ھ

۱۲۔ فکرِ متین، زینتِ محفل، گلشن عظیمہ......۱۴۲۵ھ

۱۳۔ صاحب عصمت، جادو سخن......۱۴۲۵ھ

۱۴۔ فیض علی، شانِ جمال......۱۴۲۵ھ

۱۵۔ مؤید طلبا، خطباتِ نورانی......۱۴۲۵ھ

بڑی ستم ظریفی ہوگی اگر میں عزیزانِ گرامی پیرزادہ محمد رضا قادری (ڈونگہ بونگہ) اور محمد تاج قادری (بورے والا) کا شکریہ ادا نہ کروں۔ کہ انہوں نے بہت سارا قیمتی وقت اس کتاب کی نذر کیا۔ اور قادری رضوی کتب خانہ لاہور کے مینجنگ ڈائریکٹر عزیزم چوہدری عبدالمجید قادری نے گہری دلچسپی سے خوبصورت اور شایانِ شان طباعت کا اہتمام کیا۔

اللہ! میرے ان تمام احباب کو جزائے جزیل عطا فرما۔ آمین

غبارِ راہِ حجاز

ملک محمد محبوب الرسول قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فورم 198/4 جوہر آباد

(41200)

۱۲/ اکتوبر ۲۰۰۴ء

ساڑھے تین بجے دن

پیشوائی

ادیبِ ملت حضرت پیر سیّد محمد فاروق القادری مدظلہٗ العالی
سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان (رحیم یار خان)

ندانم چہ جادو ئیست بطرز گفتارش
کہ باز بستہ زبانِ سخن طرازاں را

زبان کی فصاحت و بلاغت پیغمبری ورثہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی دین ہے جسے وہ چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے تمام انبیائے کرام اپنے اپنے دور کے نہایت اونچے درجے کے خطیب اور فصاحت و بلاغت کی تمام خوبیوں سے بہرہ ور تھے مختصر الفاظ میں حکمت و موعظت کے دریا بھر دینا، پر تاثیر گفتگو کے ذریعے دلوں میں انقلاب پیدا کر دینا، اندر کی کایا تبدیل کر دینا آنکھوں سے اشکوں کے سیلاب بہا کر سبکبار کر دینا اور وحی الٰہی کی تائید سے زبان ہی کے ذریعے انسانی قافلوں کے رخ موڑ دینا ان کی خطابت کا معمولی کرشمہ رہا ہے۔

انبیائے کرام کے صدقے میں ان کے جانشینوں کو یہ دولت وافر مقدار میں عطا ہوئی ہے باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خطبات

عالیہ ادب و بلاغت کا ایسا شاہکار ہیں جس کی ادب عالیہ میں نظیر نہیں ملتی تو غوث اعظم حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مواعظ حسنہ اور خطبات عالیہ کے بارے میں مورخین متفق ہیں کہ دوران وعظ خشیت الٰہی سے کئی کئی جنازے اٹھتے بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہزاروں لوگ فسق و فجور سے روزانہ تائب ہوتے کئی کئی سو آدمی قلم دوات لے کر آپ کے خطبات لکھ رہے ہوتے اور مجمع سے ہر وقت آہ و بکا اور چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہوتی رہتیں۔

کوئی شک نہیں کہ گذشتہ ایک سو برس کے دوران برصغیر نے بڑے بڑے نامور خطیب پیدا کیے ہیں یہ ایک ہنگامہ خیز دور تھا تحریک آزادی اور پھر تحریک پاکستان کی جدوجہد اور کامیابی کا سہرا بڑی حد تک نامور خطباء کا مرہونِ منت ہے۔

بعض خطیبوں کی عظمت اور شہرت صرف آواز کی جادوگری اور الفاظ کی شعبدہ بازی کا نتیجہ تھی جبکہ کچھ خاص لوگوں کو نبوی وراثت کا حصہ ملا ایسے حضرات نے دلوں سے شک و ارتیاب کے کانٹے نکالے زنگ آلود دلوں کو مجلّٰی و مصفّا کیا اور انہیں ہدایت کی راہ دکھائی۔

برصغیر کے سربرآوردہ خطباء کی فہرست جس عنوان سے بھی مرتب کی جائے خطیب اسلام شاہ احمد نورانی کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گی۔

زبان کا دھنی ہونا اتنا مشکل نہیں جتنا عمل کا دھنی بننا، اگر قدرت اپنی فیاضی سے زبان کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ کردار کی عظمت، شخصی وجاہت، آواز کا حسن، صورت کی دلکشی سیرت کی تابندگی اور اس سے بڑھ کر شریعت و سنت کی تابعداری، قرآن مجید کی نعمت اور وقت کے فرعونوں سے

ٹکرانے کی ہمت اور حوصلہ بھی عطا کر دے تو یہ سراسر

خدا کی دین ہے جسے پروردگار دے

جھوٹی تعریف کرنے والے کے منہ میں خاک! بلامبالغہ شاہ احمد نورانی میں یہ تمام خوبیاں پوری سج دھج سے موجود تھیں ان کے عزم کے بارے میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ

اس کے عزم و ہمت کی بلندیوں کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اس کی چھوٹی ہمت اور عزم بھی زمانے سے بڑے رہے ہیں۔ راقم سطور نے اپنے زمانے کے کئی نامور خطباء کے خطبے سنے ہیں مگر وہ پوری ذمہ داری سے عرض کرتا ہے کہ شاہ احمد نورانی اپنی طرز خطابت کے خود موجد تھے کوئی شک نہیں کہ ان کا انداز بیان قرآن مجید سے ماخوذ تھا جیسے قرآن مجید ہنساتا ہے رلاتا ہے عبرت و موعظت کے دروازے کھولتا ہے جنت کی خوشنما کیاریوں میں گھماتا پھراتا ہے تو دوزخ کی ہولناکی کو بھی فراموش نہیں ہونے دیتا کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے تو پہلی قوموں اور تہذیبوں کی تباہی و بربادی سے بھی آگاہی عطا کرتا ہے راہ ہدایت پر چلنے والوں کی سر بلندی اور سرفرازی کی داستانیں بیان کرتا ہے تو راہِ حق سے بھٹکنے والوں کے انجام سے بھی خبردار کرتا ہے اصولی طور پر قرآن مجید کا انداز ایک خطیب کا انداز ہے یہی کیفیت شاہ احمد نورانی کے خطبات کی تھی۔

وہ شاہوں کو للکارتے تو ان کی کیفیت یہ ہوتی۔

در دشت جنونِ من جبرائیل زبوں میرے

یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

انکساری، عاجزی اور ہمدردی پر آتے تو مٹ جاتے اس میں بھی ان

کی عظمت کا اظہار ہوتا سچ کہا ہے کسی نے

؎ فروتنی ست دلیل رسیدگان کمال
چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

بلاشبہ انہوں نے اندرون و بیرون ملک لاکھوں اجتماعات سے خطاب کیا مگر مجال ہے کہ کبھی کسی نے ان کے بیان سے اکتاہٹ محسوس کی ہو کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان کے ساتھ جب وہ نرم و نازک لہجے میں گفتگو شروع کرتے تو از دل خیزد، بردل ریزد کا سماں ہوتا چیخنا چلانا دھاڑنا ان کے مزاج کے خلاف تھا وہ اپنی شائستہ، شستہ، اور گداختہ شخصیت کی طرح بولنا شروع کرتے تو سامعین کے دلوں کے مضراب بج اٹھتے اور یوں محسوس ہوتا کہ کسی نے ساز دل پر انگلیاں رکھ دی ہیں غالباً خواجہ حافظ نے آپ ہی کے لیے کہا تھا

؎ چہ ساز بود کہ بنو اخت مطرب عشاق
کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پُر ز صد است

بے شمار سیاسی، سماجی، مذہبی اور دوسرے اجتماعات میں ہم نے دیکھا کہ اسٹیج پر بڑے بڑے ''حسینانِ جہاں'' جمع ہیں مگر شاہ احمد نورانی کی سج دھج، انداز تکلم، طریقہ نشست و برخاست و وضعداری نفاست، سلیقہ مندی اور اس کے ساتھ کسر نفسی منفرد انداز لیے ہوتی سچ ہے۔

؎ صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آ گئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

۱۹۷۰ء کے بعد عوامی اجتماعات ہوں کہ حکومت کے ایوان ان کی گھن گرج سے گونجتے رہے کئی مذہبی جماعتوں نے آئین کو پامال کرنے والوں کے

ساتھ سمجھوتہ کر کے وزارتیں کھری کیں مگر پر کشش مناصب کی پیشکش کو ٹھکرا کر شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ انہیں یہی جواب دیا کہ ۔

برد این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقارا بلند ہست آشیانہ

اس سلسلے میں انہیں کافی مصائب اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے

بجلی کی زد میں آتے ہیں پہلے وہی طیور
جو اس چمن سرا میں بلند آشیاں رہے

الفاظ کے چناؤ لہجے کے زیر و بم، معلومات کی فراوانی اور زبان پر حاکمیت نے ان کی خطابت میں ایک ایسی انفرادیت پیدا کر دی تھی جو سوائے انہی کے کسی دوسری جگہ نہیں ملتی قرآن مجید خصوصی لے میں پڑھتے تو پتھر سے پتھر دل بھی پگھل اٹھتے فاضل بریلوی کا مشہور زمانہ سلام مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھتے تو ہر آنکھ اشکبار ہوتی اور یوں معلوم ہوتا کہ اس درود و سلام میں ملائکہ آسمانی بھی شامل ہو گئے ہیں۔

تصنیف و تالیف اور خطابت میں کافی فرق ہے اسٹیج پر بعض اوقات زیب داستان کے لیے ایسی باتیں کہہ دی جاتی ہیں جو غالباً تصنیف میں نہیں ہو سکتیں شاہ احمد نورانی کی تقریروں میں زیب داستان! اسٹیج کو گرمانے والی کوئی بات نہیں ہے ہر چند وہ اپنے مسلک اور نظریات میں چٹان کی طرح سخت ہیں مگر جب وہ بولتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں سخت سے سخت مخالف کے بارے میں بھی ان کی زبان آداب کی پاسدار ہے ان کی مخالفت جہاں بھی ہے اصولوں کی ہے۔

آپ کی تقریریں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشادہ دل وسیع ظرف اور دیدہ بینا عطا کیا تھا آپ فوراً بات کی تہ تک پہنچ جاتے تھے سچ کہا ہے غالب نے

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہو

قائد ملّت اسلامیہ کا لقب جس نے بھی آپ کو دیا ہے اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے اس نے رتی بھر مبالغہ نہیں کیا آپ کی زندگی مشن اور پیغام نظیری کے الفاظ میں یہ ہے جو آپ کی زندگی کا سرنامہ بننا چاہیے۔

گریزد از صفِ ماہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تصویر شاہ احمد نورانی تھے

ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطہ ایمان کی تفسیریں

خالص سیاسی مجالس و محافل میں جس حکمت عملی طنطنے اور دبدبے کے ساتھ انہوں نے دین کی سربلندی کا پرچم بلند کیا اس کی صدا آسمان کے نیچے ہمیشہ گونجتی رہے گی۔

ایں مطرب از کجاست کہ ساز عراق ساخت
قرآن پاک باز گشت ز راہ حجاز کرد

شاہ احمد نورانی کی ''تقریریں'' اس سال کا خوبصورت تحفہ ہے یہ اس مردِ قلندر کے خونِ دل کے وہ قطرے ہیں جو اس نے طاغوتی طاقتوں اور لادینی

قوتوں کے خلاف اپنے جسم سے نچوڑ کر قربان کر دیئے۔

میرے دلی دوست میرے عزیز ملک محبوب الرسول قادری ہر لحاظ سے مبارکباد کے مستحق ہیں انہوں نے ناماعد حالات میں ہماری عظمتوں کے نقیب اسلاف کے تابندہ کرداروں کا پرچم بلند کر رکھا ہے ان کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ علیہما پر نیازی اور امام نورانی نمبرز کے بعد تقریروں کا یہ تحفہ ہر اعتبار سے قابل قدر ہے۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

گرانی کے اس دور میں ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی یہ مساعی جمیلہ اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کی بات چلی ہے تو قلم رکنے کا نام نہیں لیتا اس عاجز پر ان کی شفقت، محبت ان کی طرف سے اعزاز و اکرام ایسی باتیں ہیں جو زندگی بھر فراموش نہ ہو سکیں گی رات کے وقت تنہائی میں دماغ کے پردوں پر جب یہ کہانی نمودار ہونا شروع ہوتی ہے تو دل پر گذریاں چلنے لگتی ہیں اور اس کے دل سے آواز نکلتی ہے۔

کب ٹھہرے گا درد! اے دل کب رات بسر ہو گی
سنتے تھے وہ آئیں گے سنتے تھے سحر ہو گی

❀.....❀.....❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ تحسین

امیر اہل سنت شیخ المشائخ پیر میاں عبدالخالق قادری مدظلہٗ العالی
سربراہ، مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان
سجادہ نشین، خانقاہِ قادریہ بھرچونڈی شریف (سندھ)

شیخ الاسلام قائد اہلسنّت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہمہ جہت اور ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے کہ جن میں زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے صاحب فن کو متاثر و مانوس کرنے کی زبردست صلاحیت موجود تھی وہ سیاست کے کارزار کے جری سالار تھے۔ عابد شب زندہ دار تھے، عالم باعمل تھے، مناظر اسلام تھے، خطیب خوش نوا تھے، قاری قرآن تھے، محبّ وطن طبقات کے عظیم راہنما تھے اور عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔

انھوں نے ساری زندگی وطن عزیز پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے وقف کر رکھی تھی وہ تحریک ختم نبوت (۱۹۷۴ء) اور تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۱۹۷۷ء) کے نہ صرف عظیم مجاہد بلکہ حقیقی معنوں میں سپہ سالار تھے۔

حضرت مولانا نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت میں ایک عظیم روحانی پیشوا اور شیخ طریقت بھی موجود تھا۔ ایک مدبر سیاست دان کی حیثیت سے انھوں نے اپنی عظمت کا اعتراف ہر اپنے اور بیگانے سے کروایا۔ انھوں نے قوم کو ایک بروقت، شفیق، بزرگ، ذہین، قابل، مخلص، بے لوث، پرُعزم، نڈر، بے باک، صاحب علم وعمل اور صاحب فہم وادراک قیادت فراہم فرمائی اور ہر کڑے وقت پر پوری شان سے مومنانہ فہم وفراست کا عملی مظاہرہ کیا۔ حضرت مولانا کی طویل دینی، تنظیمی، علمی، سماجی، سیاسی اور تحریکی جدوجہد کی مقبولیت کا اثر ہے کہ ان کی اچانک رحلت کے فوراً بعد ایک سو کے لگ بھگ کتابیں، کتابچے، پمفلٹ، خصوصی اشاعتیں اور خصوصی نمبرز منظرِ عام پر آ گئے ہیں اور ہنوز کام جاری ہے۔

میں نے اس موضوع پر اب تک چھپنے والا تمام لٹریچر بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے اور میں بلا جھجک کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ہمارے عظیم ساتھی عزیز گرامی برادرم ملک محبوب الرسول قادری کے مجلہ انوار رضا کا ''قائد ملت اسلامیہ نمبر'' سب پر بھاری ہے اور ان کا یہ ''نمبر'' بلاشبہ سب پر ''نمبر'' لے گیا ہے۔ پھر انھوں نے ''مولانا نورانی کی بارہ تقریریں'' چھاپ کر خوشگوار حیرت میں ڈال دیا۔ اور اب وہ خوشگوار حیرت استعجاب میں بدل رہی ہے کہ انھوں نے حضرت قائد اہلسنّت کے بہترین لیکچرز وشاندار تقاریر کا انتخاب کر کے ان کو کاغذ پر اتارا اور پھر ''خطباتِ نورانی'' کی صورت میں ایک اور بیش قیمت تحفہ اپنی قوم کو عطا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

محبوب قادری کی اعلیٰ معیار کی حامل بروقت تحریریں اور علمی کام لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں بلکہ قابل رشک ہیں۔ یہ کام کر کے انھوں نے حضرت

قائد اہلسنّت رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہ صرف شاندار، بلکہ شایان شان انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے انھیں حضرت قائد اہلسنّت کی ذات گرامی سے جو شفقتیں اور پیار حاصل تھا اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

میں اپنے بھائی محبوب الرسول قادری سے کہنا چاہوں گا یہ کام اسی تسلسل کے ساتھ جاری رکھیے اسی میں قائد کی روح مسرور ہوگی اور پاکستان میں انشاء اللہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورج ضرور طلوع ہوگا۔ قدم آگے اور مزید آگے بڑھاتے جایئے۔ ان شاء اللہ کامیابی آپ کی ہوگی۔

میری ہر سنی بھائی سے گذارش ہے کہ وہ اس طرح کی ہر عملی اور مفید کوشش کی قدر افزائی کریں اور ایسے نیک کاموں میں دست تعاون دراز کریں کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان.

(ترجمہ کنزالایمان)

رب کریم اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما کر پوری قوم کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین ثم آمین۔

دیباچہ

خطباتِ نورانی...........ایک قومی و اسلامی ورثہ

ازقلم = پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

قائد اہلِ سنّت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک ادارہ، ایک جماعت اور ایک جہان تھے، ان کی وفات حسرت آیات سے ایک فرد نے دنیا کو خیر باد نہیں کہا بلکہ ایک ادارہ بند ہو گیا ہے، ایک جماعت رخصت ہو کر ایک ہیبت ناک خلا چھوڑ گئی ہے اور ہمارا یہ جہان اجڑ کر رہ گیا ہے۔

ماکان هلکه هلک واحد

ولکن کان بنیان قوم تهدما

یعنی ان کی وفات ایک فرد کی موت نہیں تھی، بلکہ وہ تو قوم کی ایک عمارت تھے، ایک دیوار تھے جو گر کر سب کچھ گرا گئی ہے!

مولانا نورانی کے نہایت نمایاں اور متعدد اوصاف و امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک بے بدل خطیب بھی تھے، ایک ایسا خطیب جو فن خطابت کے داؤ پیچ سے تو آگاہ تھے ہی وہ خطیب ہشت زبان بھی تھے، وہ جب بات

کرتے تھے تو اس میں اثر ہوتا تھا، اثر اس لیے ہوتا تھا کہ وہ بات ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلتی اور دلوں پر چھا جاتی تھی، لیکن اس خطیب بے بدل کی بات ان کے دل کی گہرائیوں سے اس لیے نکلتی اور دلوں پر چھا جاتی تھی کہ ان کا دل حرارت ایمان سے جوش مار رہا ہوتا تھا! ایسا خطیب جس کی بات میں اثر ہو، اس کی بات دل کی گہرائی سے نکلتی ہو اور اسے حرارت ایمانی کی قوت جوش میں لاتی ہو اس کی خطابت کو سامعین مدتوں یاد رکھتے ہوں اور اس کی زبان فیض رساں سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک ایسے ہی خطیب تھے اور انکی خطابت کا یہی رنگ تھا ان کے سامعین ان کے خطیبانہ جوش و ولولے کو کبھی فراموش نہیں کر پائیں گے، انہوں نے اپنے جو خطبات اپنی یادگار چھوڑے ہیں ان کے ویڈیو اور آڈیو ہمارے دلوں کو گرماتے اور جلا بخشتے رہیں گے، اس لیے یہ ویڈیو اور آڈیو ایک قومی ورثہ کے طور پر ہمارے پاس ہمیشہ محفوظ رہنے چاہئیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ''نورانی آڈیو ویڈیو لائبریری'' قائم کی جائے اور اس کی توسیع، اشاعت اور تحفظ کو قومی جذبے سے آئندہ نسلوں تک پہنچایا جائے، تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ یہ آڈیو ویڈیو ٹیپ قلم و قرطاس کے سپرد بھی کئے جائیں، اس طرح یہ قومی و اسلامی ورثہ نہ صرف زیادہ تعداد میں عام ہو سکے گا بلکہ سہولت کے ساتھ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا بہت ممکن ہو جائے گا! جو کام قرطاس وقلم کی دولت کرسکتی ہے وہ اپنی تمام تر ترقی اور مؤثر شکل کے باوصف آڈیو، ویڈیو ٹیپ کے بس میں نہیں ہے!

جناب ملک محبوب الرسول قادری ہم سب کے تشکر اور تحسین کے مستحق ہیں کہ وہ مولانا کی ان تقاریر کو آڈیو اور ویڈیو کی محتاجی کی دنیا سے آزاد کرا کر

53668

قارئین کے لیے عام اور آسان بنا رہے ہیں، وہ اس سے پہلے کئی ایک مجموعے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد قرطاس وقلم کی مدد سے منظر عام پر لا چکے ہیں، یہ ''خطبات نورانی'' کے عنوان سے مولانا کی تقاریر کا تازہ مجموعہ ہے جو عام قاری کی رسائی میں لایا جا رہا ہے ان متنوع خطبات کے مختلف موضوعات ہیں جو علوم و معارف کے بے بہا خزانے ہیں، ان سے عام مسلمان آسانی سے مستفید ہو سکے گا! ''خطبات نورانی'' کی یہ تحریری شکل قارئین کے دلوں میں صوت وصورت سے بہرہ ور ہونے کا شوق بھی پیدا کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں ''آڈیو ویڈیو نورانی لائبریری'' اس ضرورت کو پورا کرنے کے قابل ہوگی اور اسے اس قابل بنایا جانا چاہیے!

مجھے مولانا نورانی کی کئی ایک تقاریر سننے کے علاوہ عربی اور اردو میں بالمشافہ بات چیت کا اتفاق بھی ہوا ہے، کراچی کے ایک ہوٹل میں عراقی سفیر کی معیت میں ان سے جو بات چیت کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا وہ ایک یادگار ہے، مولانا اس روانی اور تیزی سے عربی میں باتیں کر رہے تھے کہ عراقی سفیر صاحب بھی ''پسماندگی'' کی زد میں دکھائی دینے لگتے تھے، اپنی اردو تقاریر میں نورانی صاحب کا ایک منفرد اسلوب تھا، وہ ہر بات کو کئی طریقوں سے مؤثر اسلوب کے ساتھ اپنے سامعین کے ذہنوں میں اتارنے کے ماہر تھے، ان کے ہاں تکلف یا تصنع بالکل نہیں تھا، وہ اپنے سامعین سے بڑے صاف، سادہ اور بے تکلف انداز میں بات کرتے تھے اور پھر اپنی بات کو کئی طریقوں سے دہراتے تھے تاکہ وہ قاری کے دل میں یوں اتر جائے جس طرح کوئی دوست اپنی ہمدردانہ بات اپنے دوست کے دل میں اتار کر اسے انمٹ اور غیر فانی بنا دیتا ہے!

''خطبات نورانی'' ملک محبوب الرسول قادری صاحب کا ہمارے لیے ایک بے بہا تحفہ ہے، وہ کام کرنا بھی جانتے ہیں اور کام لینا بھی! ان کی یہ کوشش یقیناً سعی مشکور کا درجہ رکھتی ہے، ٹیپ سے کسی گفتگو کو کاغذ پر اتارنا کوئی آسان کام نہیں، یہ کام جہاں محنت طلب ہے وہاں نازک اور دقیق بھی ہے، ملک صاحب محنت کے تو امام وقت ہیں ہی وہ اپنے کام کی نزاکت اور دقت سے بھی بخوبی شناساں ہیں، اس سب کچھ کا ثبوت یہ خطبات ہیں جنھیں آپ پڑھ کر لطف اندوز ہونے کے بعد ''آڈیو، ویڈیو نورانی لائبریری'' کی طرف بھی متوجہ ہو سکتے ہیں، ان دونوں صورتوں میں ملک محبوب صاحب آپ کے مددگار اور ''مشکل کشا'' ہوں گے۔

یہ کام جتنا مشکل اور نازک تھا اس اہتمام اور توجہ کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے اس عظیم کام کی تکمیل کی گئی ہے۔ میرے لیے یہ بات ایک اعزاز سے کم نہیں ہے کہ ''خطبات نورانی'' کے دیباچے کے طور پر یہ چند سطور لکھنے کا موقع ملا ہے، مولانا نورانی کی دینی، ملی اور ملکی خدمات اتنی عظیم اور وسیع ہیں کہ ان کا تھوڑا بہت بھی بہت کچھ ہے، میں جہاں قادری صاحب کو اس عظیم خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں وہاں دعا گو بھی ہوں کہ مولانا نورانی کا یہ فیض عام ہو اور اسے ہم اپنے بھائیوں تک زیادہ سے زیادہ مقدار و معیار کے ساتھ پہنچا سکیں! مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ''خطبات نورانی'' پر بات ختم نہیں ہوگی بلکہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا اور نورانی کا فیضانِ نور جاری و ساری رہے گا، ان شاء اللہ! وفقنا اللہ جمیعا وھو وحدہ ولی التوفیق!

ظہور احمد اظہر

سابق ...... پرنسپل اورئنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

خطبات نورانی

اور

فن خطابت کے راہنما اصول

از: طبیب حاذق حکیم مفتی آصف محمود قادری

ماہر علم جفر، ہندسہ، نجوم و سیارگان

انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ گویائی عطا فرما کر دیگر مخلوقات میں ممتاز مقام عطا فرمایا اور اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے ہی یہ بھی اس کا شرف ہے۔ فن خطابت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسان کی۔ انبیاء و مرسلین اپنی اپنی قوموں میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے پیغام کو اپنی اپنی قوم میں پہنچانے کے لیے جو طریقے اور ذرائع استعمال فرمائے ان میں خطابت بھی ایک اہم اور موثر ذریعہ تھی۔

سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعجاز خطابت اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ خطابت کے حوالے سے جس قدر اوصاف ممکن ہیں اور اس عظیم صنف فن میں جس قدر امور پر توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اگر ان کو زیر بحث لانے سے قبل ہمیں اپنے عہد کے عظیم سکالر، سیاست دان، عالم دین، شیخ طریقت اور نامور بزرگ حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی قادری قدس سرہٗ کے فن خطابت کا جائزہ لیں تو وہ ہر اعتبار سے مثالی اور فنِ خطابت کی معراج پر

فائز نظر آتے ہیں۔ مجھے اپنے عہد کے نامور نقاد محترم نذیر الدین احمد کی بات رہ رہ کر یاد آتی ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ان کی تحقیق کو انہی کے الفاظ میں اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کر دوں تاکہ فن خطابت سے دلچسپی رکھنے والے احباب اس فن شریف میں ترقی حاصل کر سکیں۔ ویسے یہ مقالہ اپنے فن اور موضوع پر مستقل تصنیف کا درجہ رکھتا ہے۔

ویانہ کا مشہور و معروف ڈاکٹر سگمنڈ فراڈ (جو مشہور زمانہ اور ماہر نفسیات تھا) کہتا ہے:۔

"آپ اور ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کے وہ محرک ہیں اولاً خواہش نفسانی کی پیروی ثانیاً ذاتی عظمت کی ہوس۔"

امریکہ کا فاضل فلاسفر جان ڈیوی اس مقولہ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:۔

"انسان کی انتہائی خواہش یہ ہے کہ اس کو نمایاں شخصیت حاصل ہو۔"

ہاں! یہی وہ جذبہ ہے جو خود اُبھرتا ہے اور شخصیت کو اُبھارتا ہے۔

کیا آپ امریکہ کے مشہور ماہر نفسیات ڈیل کارینگی کو جانتے ہیں؟ یہ مسوری کے ایک مزرعہ میں جو ریلوے سے دس میل دور ہے پیدا ہوا بارہ سال کی عمر تک موٹر کار بھی نہ دیکھی تھی مگر چھیالیس سال کی عمر کو پہنچتے ہی قطب شمالی کے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ امیر البحر برڈ کو قطب جنوبی کے اتنا قریب پہنچنا نصیب نہ ہوا تھا، یہ ایک ایسے کسان کا لڑکا ہے جو پندرہ آنے اُجرت پر دن بھر گھاس کاٹتا پھرتا تھا لیکن آج اس کا بیٹا ہزاروں متمول تاجروں اور مشہور و معروف کمپنی کے ڈائریکٹروں کو سلیقۂ گفتگو سکھا رہا ہے جس کی شہرت و لیاقت

سے متاثر ہوکر رائل ہائینس پرنس آف ویلز نے شرف باریابی بخشا، آخر یہ سب کچھ کیوں کر ہوا؟

کارینگی کے کالج میں چھ سو طلباء تھے اور کارینگی ان آدھی درجن لڑکوں میں سے تھا جو دوپہر کے کھانے کا انتظام تک کرنے سے معذور تھے تنگ کوٹ اور چھوٹے پائجامے والا کارینگی ہمیشہ اپنی مفلسی پر آنسو بہایا کرتا مگر ایک بار اس کی نظر ان بچوں پر پڑی جو کالج میں فوقیت و امتیاز رکھتے تھے اور جن کا بے حد اثر تھا، یہ برتری انہوں نے فٹ بال، بیس بال (ایک قسم کا امریکن کھیل) اور بحث و مباحثے کے مقابلوں میں شرکت و کامیابی سے حاصل کی تھی، لیکن کارینگی کو ورزش کے کرتبوں اور دوسرے کھیلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے موثر و دلاویز تقریر کرنے کی صلاحیت پیدا کی اور فن تقریر میں کمال حاصل کیا۔

اس طرح تنگ کوٹ اور چھوٹے پاجامہ والا کارینگی جو دوپہر کے کھانے کے انتظام سے بھی معذور تھا، امریکہ میں فی منٹ پندرہ روپیہ کماتا رہا اور جس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔

ڈیل کارینگی کی طرح آپ بھی اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگا سکتے ہیں نہ صرف ڈیل کارینگی بلکہ تاریخ فن خطابت میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جنہوں نے خطابت سے اپنی زندگی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

برطانوی وزراء میں ریمزے میکانلڈ بھی مشہور وزیر گذرا ہے ایک زمانے میں وہ تلاش معاش میں سرگرداں تھا، انتہا یہ کہ اس کی مزدوری اتنی قلیل تھی کہ چائے کی بجائے گرم پانی پی کر طبیعت کو تسکین دیا کرتا تھا............ اس نے ترقی کی اور اس کی ترقی و شہرت کے اسباب میں ایک سبب اس کا موثر سلیقۂ تقریر بھی ہے۔

لیکن مؤثر سلیقۂ تقریر کا مفہوم یا فن تقریر میں کمال حاصل کرنے کا مقصد ذاتی اغراض کی تکمیل یا اپنی شان و وجاہت میں اضافے کے اسباب پیدا کر لینا نہیں ہے، بلکہ یہ فن دنیا کے شریف ترین فنون میں سے ایک ہے جس کی ضرورت، اہمیت و افادیت کو ہر زمانے میں یکساں طور پر محسوس کیا جاتا رہا ہے، تب ہی تو سارجنٹ نے کہا تھا:۔

"مقررین نے ہر ملک اور ہر زمانے میں امتیاز حاصل کیا ہے۔"

مقدونیہ کے بادشاہ فلپ فیلقوس نے ایک مقرر کو اس کی لیاقت کی قدردانی کے طور پر دس ہزار باشندوں کا ایک گاؤں عطا کرتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ:۔

"یہ کوئی قدر دانی نہیں ہے۔"

فن تقریر کی اہمیت و افادیت ہی کا نتیجہ ہے جس سے متاثر ہو کر مشہور فلسفی مسٹر لاک (۱۶۳۲ـ۱۷۰۴) نے اپنے مرتبہ نظام تعلیم میں اس کے حصول کو ضروری قرار دیا۔

یہی وہ قوت ہے جو ہم جنسوں میں ممتاز کرتی، ناممکن کو ممکن العمل بناتی، دلوں پر حکومت کرتی اور قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرتی ہے۔

یہی وہ قوت ہے جس سے متاثر ہو کر آج سے دو ہزار سال پہلے ایتھنز کی سرزمین میں دنیا کے لائق ترین انسان اور ثقافت وتمدن کے امام پر ملیشن انتیس اور لیکون نے (۳۹۹ق۔م) مقدمہ دائر کیا تھا۔

یہ ارسطو کی مخالفت نہ تھی بلکہ خطابت کے اثر کا اعتراف تھا جو بظاہر "ساتھیو! ہوشیار رہو، دیکھو ارسطو ایک جادو بیان مقرر ہے۔" کی صورت میں ظاہر ہوا مگر ان الفاظ کے پردے میں خطابت کی اثر پذیری کا اعتراف پوشیدہ

تھا، حقیقت تو یہ ہے کہ ایک مقرر حقیقت میں شیرازۂ زندگی ہے جو اثر کے کاغذ پر اپنا دل و دماغ کھول کر رکھ دیتا ہے جس میں ہر حرکت اور ہر تمنا جیتی جاگتی اور گھٹتی بڑھتی نظر آتی ہے۔

گذشتہ زمانے میں اس فن کے کرشمے زیادہ تر ان ایام میں ظاہر ہوتے تھے جب کہ کسی وجہ سے جوش و انقلاب عوام میں پیدا ہو جاتا تھا یا جوش و انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔

جنرل ڈیر پورا نے برسوں اہل ہسپانیہ کے قلوب پر قبضہ جما رکھا جب کبھی وہ کسی مہم کو سر کرنا چاہتا تھا اپنے محل سے نکلتا اور عوام کے قلوب کو مخاطب کرتا، بالعموم وہی ہوتا جو وہ چاہتا۔

ہندوستان کے جابر گورنر وارن ہسٹنگز پر ناقابل برداشت مظالم اور شدید اذیتیں پہنچانے کے الزام میں انگلستانی پارلیمنٹ کے چند ممبروں کی جانب سے مقدمہ دائر کیا گیا تھا، پارلیمنٹ میں ہسٹنگز کے بھی احباب موجود تھے اور ان میں سے ایک تو ایسا بھی تھا جو حقیقی معنوں میں وارن ہسٹنگز کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

انگلستان کا مشہور جادو بیان شریڈن، وارن ہسٹنگز کے وکیل مخالف کی حیثیت سے کھڑا ہوا اور تقریر شروع کی۔ شریڈن کو تقریر کئے ہوئے (۶۰) منٹ ہوئے تھے۔ اتنی مختصر مہلت ہی میں وارن ہسٹنگز کا جگری دوست بول اٹھا:۔

"وارن ہسٹنگز! یہ کیا بک رہا ہے؟"

دوسرے گھنٹے کچھ اور تغیر ہوا، تیسرے گھنٹے اس پر سکوت طاری ہو گیا، چوتھے گھنٹے اس نے کہا:

"وارن ہسٹنگز! الزام کچھ صحیح معلوم ہوتے ہیں...... واقعی تم

نے بہت برا کیا۔"

یہ پانچویں گھنٹے کی آواز تھی، چھٹے گھنٹے وہ بے اختیار بول اٹھا:

"ہسٹینگز تم نے بڑا غضب کیا تم یقینی مجرم ہو۔"

ساتویں گھنٹے شریڈن نے اپنی تقریر ختم کی، ہسٹینگز کے جگری دوست کی زبان دل کی ترجمان بن گئی وہ بے اختیار بول اٹھا:

"ہسٹینگز تو واقعی شیطان ہے۔"

جس وقت شریڈن "میں تجھ پر ملامت کرتا ہوں اس لیے کہ......؟" الفاظ ادا کرتا تو سارے ایوان میں نفرت وحقارت کی لہر دوڑ جاتی۔

یہ کیا ہے۔

یہ خدا کی دی ہوئی طاقت ہے جو کبھی عطا کی صورت میں اور کبھی کسب کی شکل میں حاصِل ہوتی ہے۔

جب قوموں پر جمود وتعطل کا دورہ پڑتا ہے یا یوں کہیے کہ جب قومیں جمود وتعطل کے دورے میں مبتلا ہوتی ہیں تو ایسی صورتوں میں خدائے عزوجل ان ہی میں سے ایسے آتش بیاں اور فصیح اللسان مقرر پیدا کرتا ہے جو اُن کی غفلت کو بیداری سے اور بے حسی کو حِس سے بدل دیتے ہیں۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ انقلاب امم میں شاعر کا قلم، مجاہد کی تلوار اور مدبر کے دماغ کے ساتھ ساتھ خطیب کی زبان بھی کارفرما رہی ہے۔

دنیا کے متمدن اور شائستہ قوموں نے فن خطابت میں امامت کے فرائض انجام دیئے۔ کون نہیں جانتا کہ عرب، یونان، روم، فرانس اور اہل فرنگ اپنے زمانے میں اس فن کے امام تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ قوم گونگی ہے جس قوم میں خطیب نہ ہو اور اس

قوم کی قسمت کبھی سو نہیں سکتی جس قوم میں خطیب ہو۔

یہ اور بات ہے کہ ضروریات زمانہ نے تقریر کے مفہوم و منشاء میں وسعت پیدا کی اور اس وسعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب تقریر کے لیے کوئی خاص موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ہر عنوان پر تقریر کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ زبان اُردو کی ابتداء مذہبی کتابوں سے ہوئی اور اس طرح ضرورت کے اقتضاء نے پہلے پہل تقریر کو بھی مذہب کی گود میں پروان چڑھایا جب کہ سیاسی بیداری نہ تھی اور مذہب ہی کے چرچے تھے، اس لیے تقریر کے عنوانات بالعموم مذہبی ہوا کرتے تھے۔

چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں علم کے سورج نے اپنی نورانی کرنوں سے دنیا کو منور کیا، کون نہیں جانتا کہ علم وتہذیب کی دولت، یونان و روم ہی کی سرزمین سے عام ہوئی جو قبل مسیح ہی سے مختلف علوم وفنون کا مخزن و گہوارہ تھا، قطع نظر اس کے کہ ہم انفرادی حیثیت سے مقررین کے کارناموں پر غور کریں، بہتر ہوگا ان مختلف ممالک کا تفصیلی جائزہ لیں جو اس فن کے امام ہیں یا رہے ہیں۔

کیوں کہ انفرادی حیثیت میں مختلف ممالک کے سحر البیانوں کے نام اور ان کی جادو بیانی کی داستانیں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ یونان میں فیلقوس کی شورشوں کو ڈیما ستھینز اور لی سیاس نے اپنی نطق کی ساحری سے کس طرح متاثر کیا۔

قیصر جولیس نے روم کی بد امنی کے زمانے میں اپنی فصاحت ہی کو وقت کی ضرورت کا ہتھیار ثابت کیا، انقلاب فرانس نے مسرابو کو دنیا کے سامنے لا کھڑا کیا، اٹھارویں صدی کے جوش انگیز واقعات نے برکس، فاکس اور شریڈن

جیسے نامور اور فصیح و بلیغ مقررین کے نام جریدۂ عالم پر ثبت کیے۔

تحریک خلافت کے دوران میں تو ہندوستان میں گونگے بولنے لگے اور بہرے سننے لگے۔

شخصی حیثیت سے قابل ذکر تقریروں میں وکٹر ہیوگو کی تقریر اور ایک قرطاجنی کی شعلہ بیانی بھی قابل ذکر ہے، ۱۸۵۱ء فرانس میں ایک مجرم کو دار پر چڑھا دیا جا رہا تھا، اس نے بہت شور مچایا، مزاحمت کی مگر اس کی کوئی سعی کارگر نہ ہوئی، بالآخر وہ سولی پر چڑھا دیا گیا۔

فرانس کے مشہور شاعر و ادیب وکٹر ہیوگو کے لڑکا چارلس ہیوگو یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دل بے قرار ہو گیا۔

سزائے قتل کے خلاف ''لی آیوین منٹ'' میں ایک مضمون شائع کیا مگر حکومت نے اسے قانون کی توہین سمجھ کر چارلس پر مقدمہ دائر کر دیا۔

۱۱رجون ۱۸۵۱ء کو مقدمے کا آغاز ہوا، بیٹے کی طرف سے باپ نے پیروی کی۔ فرانس کے اس مشہور شاعر و ادیب نے قوت بیان و استدلال سے قانون کے پرخچے اڑا دیئے اور تاریخ خطابت میں ایک نہ مٹنے والی یادگار قائم کی۔

رومی قرطاجنوں کو شکست دینے کے بعد یہ شرط پیش کی کہ فوراً شہر خالی کر کے۔ ۱۰ میل کے فاصلے پر دوسرا شہر آباد کیا جائے لوگوں پر مُردنی چھا گئی مگر ایسے وقت ایک قرطاجنی مقرر نے لوگوں کو جگایا اور کہا:۔

''دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سُرخرو، سربلند اور مالا مال رکھا لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگ دل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لیے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں جس کی کسی شریف قوم سے توقع ہو سکتی ہے۔''

”لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم اپنا وطن بھی ان کے حوالے کر دیں، یہ ناممکن ہے، ہم مر جائیں گے مگر اپنا وطن اور یہ مقدس سرزمین دشمن کے حوالے نہ کریں گے۔“

اس تقریر نے دلوں میں آگ لگا دی، ڈھتی ہوئی ہمتیں پھر سے بندھ گئیں، حوصلے اُبھر گئے، معرکے کی جنگ ہوئی، سڑکوں پر مورچے قائم ہو گئے، ہر گھر ایک مورچہ بن گیا، ایک ایک مکان کو فتح کرنے کے لیے ایک ایک قدم پر رومیوں کو اپنا خون بہانا پڑا، سب ہی بہادرانہ طریقے پر قتل ہوئے۔ قرطاجن میں آگ لگا دی گئی جو کامل طور پر سترہ دن تک جلتا رہا، ہاں یہ ساحری ہے!...... فن خطابت کی ساحری کا باب ادھورا رہ جائے گا اگر قرۃ العین کی ساحری کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

یہ ایران کی مشہور و معروف خطیبہ تھی جس کی ساحری نے مذہب کی آڑ میں بغاوت کے شعلے بلند کیے، حکومت ایران اسے سزائے موت دینے پر مجبور ہو گئی، کیوں کہ خطابت کی ساحری سے شاید وہ کچھ زیادہ نقصان پہنچاتی...... ہاں! خطابت ایک جادو ہے، قرۃ العین نے سچ کہا تھا:

> ”دیکھو، دیکھو، یہ تمہارے بھڑکتے ہوئے شعلے جہنم کی صورت نہ اختیار کر لیں، جلدی کرو، جلدی کرو! اگر یہ چند لمحے اور سلامت رہے گی تو سلطنت کے اندر ایک اور طوفان اُٹھ کھڑا ہوگا۔“

لیکن انفرادی کارناموں کے تذکرے ہی سے فن تقریر کی اہمیت کا کلیتًا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اب ہم کچھ جداگانہ طریقے پر ان ممالک کی تاریخ خطابت کو مختصراً بیان کریں گے جو اس فن کے امام ہیں یا رہے ہیں۔

یونان میں خطابت

یونان کی جمہوری ریاستوں میں جس ریاست نے علوم وفنون میں سب سے بڑھ کر قدم اٹھایا وہ ایتھنز کی سرزمین ہے، ان کی طبیعتوں میں جمہوری حکومت کا جوش اور آزادی کا جذبہ بھرا ہوا تھا، ان کے افراد جمہور پسند تھے، متواتر و مسلسل انقلابات جوان کی طبیعتوں میں رونما ہوتے ان کے جذبات کی رہبری کے لیے ان کے فصحاء کو وقتاً فوقتاً تقریر کرنے کی ضرورت پڑتی۔

بعض اوقات حسب دستور رعایا کی طرف سے امور سلطنت پر اظہار رائے کے لیے فصحائے وقت مقرر کئے جاتے تھے، پالی ٹریٹس وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے آپ کو مقرر کے درجے سے ممتاز کیا پالی ٹریٹس کے بعد پریکلیز نے فن خطابت کو ایک مقام دیا یہی وہ شخص ہے جس نے یونان کی سرزمین پر چالیس برس تک اپنی خطابت کے زور پر اپنا اقتدار جمائے رکھا، اس کے زور و اثر سے متاثر ہو کر اس کو اولمپس (جیوپٹیر کا دربار، مراد قسمتوں کا دیوتا) کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد یونان کی سرزمین نے کئی ایک نامور پیدا کئے جن میں کلی زون، السی بے ایڈیز، کرٹی اکس اور ڈیموستھنیز اور سقراط مشہور ہیں۔ آئسا کریٹز کی اخلاقی تقریروں کا دور بھی یونان کی فن خطابت کی تاریخ کا ایک یادگاری باب

ہے۔

مختصر یہ کہ یونان جہاں تہذیب و تمدن کا امام اور علم وفن کا گھوارہ تھا وہیں وہ فن خطابت کا مسکن اور اس کی ابتداء و ترویج کا منبع۔

روما میں خطابت

اہل روم ایک وحشی اور جنگجو قوم تھے جن کا علم وفنون سے کوئی تعلق نہ تھا مگر یونان کی فتح کے بعد ان کے رجحانا میں کافی انقلاب پیدا ہوا اور اس طرح یہ علم وفن کی طرف مائل ہوئے۔

عرصے تک اہل روم میں کوئی باکمال مقرر پیدا نہ ہوا لیکن عرصہ بعد آسمانِ خطابت پر ایک روشن ستارہ چمکا جس کو دنیا سسرو کے نام سے جانتی ہے بقول شخصے:

"یہ روشن ستارہ بھی دنیا کو اپنی روشنی دکھانے کے لیے اٹھا اور حق تو یہ ہے کہ ایسی روشنی دنیا نے بہت کم دیکھی تھی۔"

فن تقریر کو مصفا و مجلّا کرنے میں فاتحین یونان نے امکانی کوشش کی اور ان کی یہ کوششیں بارآور ثابت ہوئیں، روما کے ایک مشہور فصیحی کا قول ہے کہ

"فصاحت آزادی کا بہترین ثمر ہے۔"

یونان و روما کے قدیم تاریخوں میں بعض ایسی روایات محفوظ ہیں جن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ہر ضرورت پر خطابت کو آلۂ کار بنایا۔

"سسرو...... کی موت کے بعد روم کی آزادی خاک میں مل گئی اور یہ فن بھی روم کی سرزمین سے رخصت ہو گیا۔"

عرب میں خطابت

عربوں میں تقریر کا رواج بہت قدیم زمانے سے تھا۔ مختلف تقاریب کے موقعوں پر مختلف قبیلوں کے خطیبوں کا آپس میں مقابلہ ہوتا تھا اور ان خطیبوں کو وہ اپنے قبیلے کی زبان سمجھتے تھے۔............ میں دو شاخوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ ایک حصہ عمان میں آباد ہو گیا اور دوسرا بحرین میں جا بسا۔ جو شاخ بحرین میں آباد تھی اسے شاعری میں کمال حاصل تھا اور عمان والی شاخ خطابت میں امتیازی شان رکھتی تھی، بعض عربی قبائل مثلاً بنو شعبان، بنو تمیم کو خطابت میں کمال حاصل تھا۔

قبائل سے اتر کر خاندانوں میں یہ خصوصیت پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے۔ یزید بن ابان ایک خاندانی خطیب تھا اس کے خاندان والے سب ہی خطیب تھے۔

اہل عرب خطابت کے ساتھ ساتھ خطیب کی بھی عزت کرتے تھے، اہل عرب کی خطابت کا اندازہ ایک معمولی بدوی کے اس جملے سے کیا جا سکتا ہے جو وہ ایک خطیب کی شان میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اس کی زبان اونٹنی کی دم کی طرح حرکت کرتی اور سانپ کی طرح چلتی ہے۔"

کعب بن لوی ارضیاء عرب کا ایک مشہور خطیب تھا، عرب میں اس کی بے حد عزت کی جاتی تھی جب اس کا انتقال ہوا تو اہل عرب اس کی خدمات کے اعتراف میں اپنے سنہ کی ابتداء اس کے انتقال سے کی جو عام الفول تک جاری

رہا...... اس سے آپ عرب کے ایک خطیب کی عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بیحۃ الرائے' جبیر' سعد بن عبادہ' عبداللہ بن عامر' مصعب بن عمر' ابو تمیر' ابراہیم بن تیار النظام' عرب میں کئی ایک مشہور اور جادو بیان گذرے ہیں۔ جوش' اہل عرب کی تقریر کا ایک لازمی جزو تھا' ایک بار حضرت امیر معاویہ نے صحارا ابن عیاش عبدی سے پوچھا:

"تم میں یہ بلاغت کیوں کر پیدا ہوئی؟" وہ بولا:

"وہ ایک چیز ہے جس کو ہمارے سینے کا جوش ہماری زبان پر پھینک دیتا ہے۔"

اہل عرب اگرچہ فطرتاً خطیب ہوتے تھے تاہم وہ بھی فن خطابت کی مشق و تعلیم سے بے نیاز نہ تھے۔ ابراہیم بن جبلہ بن مخترمہ السکون اپنے شاگردوں کو خطابت کا درس دیا کرتا تھا۔ ایک بار بشیر بن معمر ادھر سے گذرا۔ بشیر بن معمر نے ان نوجوانوں کو ایک تحریر دی جس میں خطابت کے اصول درج تھے۔ چنانچہ حافظ نے کتاب موسومہ "البیان والتبین" میں اس کو حرف بحرف نقل کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء اہم موقعوں پر تقاریر کے ذریعے اپنے خیالات اور موقف کو ظاہر فرمایا کرتے تھے' آنحضرت ﷺ کا آخری خطبہ جو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے اپنی تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں جنگ بدر' بیعت رضواں اور دیگر کئی مواقعوں پر آپ ﷺ نے تقریریں فرمائیں۔

خیبر کے مالِ غنیمت کے بارے میں قریش و انصار میں سخت اختلاف

پیدا ہوا' انصاریوں نے تو یہاں تک کہا کہ:

''قریش کو مالِ غنیمت ملتا ہے اور ہم' جن کی تلواروں سے قریش کا خون ٹپکتا ہے محروم رکھے جاتے ہیں۔''

بعضوں نے کہا:

''مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت کے وقت دوسروں کی یاد ہوتی ہے۔''

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی' آپ کو بڑا ملال ہوا' اس موقعہ پر آپ نے پر اثر اور معرکۃ الآراء تقریر فرمائی جس کا مقصد دفع شر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے' خدا نے میرے ذریعے تمہاری ہدایت کی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے' خدا نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے تم کو دولت مند بنایا۔'' دورانِ تقریر میں انصار ''خدا اور رسول کا احسان بڑھ کر ہے'' کے الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم یہ جواب دو کہ محمد ﷺ جس وقت لوگوں نے تجھ کو جھٹلایا اس وقت ہم نے تیری تصدیق کی' جب لوگوں نے تجھ کو چھوڑ دیا اس وقت ہم نے تجھ کو پناہ دی' تو اپنے یہاں سے مفلس آیا تھا' ہم نے ہر طرح سے تیری مدد کی' تو اپنے یہاں سے مفلس آیا تھا' ہم نے ہر طرح سے تیری مدد کی' تم یہ کہتے جاؤ' میں جواب دیتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد ﷺ کو اپنے گھر لے کر جاؤ۔''

یہ سحر آفریں خطبہ سن کر انصار چیخ اٹھے اور کہا "ہاں! ہمیں صرف محمد ﷺ چاہیے۔"

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم ﷺ کے وفات کی اطلاع ملی آپ وارفتگی و جذبۂ عقیدت و محبت سے مدہوش ہو گئے' اپنی تلوار میان سے نکالی اور فرمایا جو شخص کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے' مسجد کے ہر دروازہ پر وارفتگان محبت میں شور برپا ہے۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں داخل ہوئے' رخ انور سے نقاب اٹھایا پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر جب حجرے سے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کھا کر وفات نبوی کا انکار کر رہے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت سمجھایا مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا آپ نے اپنی دینی بصیرت کو کام میں لاتے ہوئے ایک بصیرت آموز تقریر فرمائی "جو لوگ محمد ﷺ کی پرستش کرتے تھے وہ وصال فرما گئے اور جس نے خدا کو پوجا وہ بے شک زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔"

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

ومامحمد الارسول قد خلت من قبله الرسل

(محمد ﷺ ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں)

یہ تقریر ایسی دلنشیں تھی کہ وارفتۂ محبت صحابہ کی نگاہوں سے پردہ اٹھ گیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔

حسن بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سہیل بن عمرو

ایسا کام یا تقریر کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے' یہ بات آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی۔ (بیہقی و حاکم)

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بالکل صادق آئی' سہیل بن عمرو جب کفر کی حالت میں تھے تو ان کی تقریر اتنی جوشیلی ہوتی تھی کہ کافروں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشتعل کر دیا کرتے تھے' بڑے قادر الکلام مقرر تھے' جب یہ جنگ بدر میں قید ہو کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو سہیل کے اگلے دو دانت توڑ دوں تاکہ اس کی آواز خراب ہو جائے اور اس کی تقریر کی قوت جاتی رہے۔ اس طرح یہ ہمارے خلاف کافروں میں پرزور تقریر نہ کر سکے گا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ نہیں دانت نہ توڑو' امید ہے کہ یہ اپنی تقریر سے تم کو خوش کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا حادثہ جاں گداز پیش آیا اور یہ خبر مکہ میں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو لوگوں میں بے حد پریشانی و حیرانی ہوئی' لوگوں کے ایمان متزلزل ہونے لگے' صحابہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو سپرد لحد کر کے اپنے ہاتھوں کی مٹی بھی نہ جھاڑی تھی کہ ہم اپنے دلوں میں تبدیلی پانے لگے تھے' ایسے وقت سہیل نے مکہ میں کھڑے ہو کر اسی طرز کا خطبہ دیا جس طرز کا مدینہ میں ابوبکر صدیقؓ نے دیا تھا' سہیل کے خطبہ سے لوگوں کو تسلی ہوئی اور دین پر ثابت قدم رہے۔ سہیل خطبہ دینے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات پوری ہوئی کہ سہیل نے اس دن مسلمانوں کو اپنی ایمان افروز تقریر سے خوش کر دیا اور لوگوں کے مجروح دلوں پر مرہم کا کام کیا۔

خلفائے اسلام نے مختلف اہم اور نازک موقعوں پر جو مؤثر تقریریں کیں وہ خطابت عرب کی زندہ یادگاریں ہیں۔

مصر کے باغی' کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کیے ہوئے ہر طرح حضرت عثمانؓ و آل عثمانؓ کو مشق ستم بنا رہے تھے اس محاصرے کے تباہ کن نتائج کو محسوس کرتے ہوئے قصر خلافت سے نمودار ہو کر حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں:

''لوگو! تم میرے قتل کے کیوں درپے ہو' میں تمہارا والی اور مسلمان بھائی ہوں' خدا کی قسم جہاں تک میرے بس میں تھا' میں نے اصلاح کی کوشش کی لیکن بہرحال میں انسان ہوں اس لیے اصابت رائے سے لغزشیں بھی ہوئیں۔

یاد رکھو! بخدا اگر آج تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے۔'' (ابن سعد ۳ ق ا ص ۴۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال کا اپنے تو اپنے' غیر بھی معترف ہیں' جہاں آپ دیگر علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں وہیں فن خطابت میں بھی لاجواب' خوارج کی فتنہ انگیزی کو دبانے کے لیے آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیجا لیکن ان ہر دو اصحاب سے معاملہ طے نہ ہو سکا۔

اتمامِ حجت کے لیے حضرت علیؓ خود تشریف لے گئے اور حسب ذیل تقریر فرمائی:

''اے وہ گروہ جسے محض ضد نے پیدا کیا ہے اور خواہش نفس نے اسے قبول حق سے روکا ہے' تم لوگ شبہ و غلطی میں مبتلا

ہو۔ میں تم کو اس بات سے متنبہ کرتا ہوں تاکہ تم گمراہی پر قائم نہ رہو اور ایسی حالت میں نہ مارے جاؤ کہ خدا کے سامنے تمہارے لیے کوئی دلیل باقی نہ رہے۔" (اخبار الطوال ص ۲۲۱)

اسلام کی تعلیمات سے ایران' ترکسان' مصر اور شام وغیرہ میں تقریروں کا رواج عام ہوا۔

انگلستان میں خطابت

پندرہویں صدی عیسوی کے اواخر میں اہل انگلستان میں یونانی ولاطینی زبانوں کے سیکھنے کا شوق بے حد عام ہوا۔

ان زبانوں میں علم وفن کے خزانے چھپے پڑے ہیں' اہل انگلستان ان سے خاطر خواہ متمتع ہوتے رہے' انگریزوں کے سائنسی دور کا آغاز بھی پندرہویں صدی عیسوی کے بعد سے شروع ہوتا ہے اس طرح جہاں انگریزوں نے مختلف دیگر علوم وفنون یونان و روم ۔ سے سیکھے وہیں فن خطابت میں بھی وہ ان ہی ممالک کے خوشہ چیں دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن جس کسی میدان میں انگریزوں نے قدم رکھا وہ اس میدان میں اوروں سے آگے بڑھ گئے۔

انگلستان نے کئی ایک نامور خطیب پیدا کیے' خود انگلستان کے کئی ایک وزراء مثلاً بالڈون وغیرہ نامور خطیب گذرے ہیں۔ کلیڈاسٹون' جان برائیٹ' شریڈن' اڈمن' برکس' فاکس اور دیگر کئی ایک فصحاء سرزمین انگلستان سے پیدا

ہوئے اور اس کے بعد چرچل اپنی خطیبانہ صلاحیتوں میں لاجواب سمجھے جاتے تھے اور دیگر کئی ایک مقرر مثلاً بیون' اٹیلی' اینتھونی ایڈن وغیرہ بھی اپنی ساحری میں لاجواب سمجھے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں خطابت

ہندوستان کسی کمال میں کسی اہل کمال سے پیچھے نہیں رہا۔ ہندوستان میں اس فن کی ابتدا کب سے ہوئی اس کا صحیح اندازہ مشکل ہے لیکن اتنا کہا جاسکتا ہے کہ راجہ اشوک نے اس فن میں بہت سی جدتیں کیں۔ یہ مذہب کے پرچار کے سلسلے میں ایک بڑا ہتھیار سمجھا جاتا رہا ہے۔ ہندوستان میں وہ دوحق کے پیامی (مہاتما بدھ' مہابیر جی) جوحق کی تلاش میں صحرا نورد ہوئے یہ بھی اس فن میں اپنی مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط سے جو ردِعمل ہوا وہ ان کی سیاسی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور اس طرح تقریر کے مفہوم ومنشا میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ اگرچہ انگریز حکومت نے ہندوستان کی ترقی کے دروازوں کو بند کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کرلی مگر یہ رکاوٹیں عوام کی سیاسی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور اسی احساس کا نتیجہ تھا کہ مختلف قومی' مذہبی اور سیاسی انجمنیں وجود میں آئیں۔

تحریک خلافت سے ہندوستانیوں کی سیاسی زندگی کی تجدید ہوتی ہے اور اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ گونگے بولنے لگے اور بہرے سننے لگے۔

ہندوستان میں پہلی بار لالہ بھگوان داس (ڈیرہ اسمٰعیل خان) نے

ہندوستانی میں تقریر کی' اس کے بعد کئی ایک اس زبان کے نامور خطیب اس سرزمین نے پیدا کیے۔

ہندوستان کے مشہور خطیبوں میں بابو کیشب چندرسین' دادا بھائی نوروز جی' سرسید احمد خاں' محسن الملک' دیش بندھوداسی' نذیر احمد' لوکمانیہ تلک' گھوکھلے عزیز مرزا' مولانا محمد علی' موتی لال نہرو' سرسپرو' سرعلی امام' قائداعظم اور گاندھی جی قابل ذکر ہیں۔

سرینو اس شاستری' سروجنی نائیڈو اور نواب بہادر یار جنگ کو ہماری نظروں سے اوجھل ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا جن کی خطابت کی تعریف زبان زدِ خاص و عام ہے۔

ساتھ ہی عطاء اللہ شاہ بخاری' مولانا ابوالکلام آزاد سرراما سوامی مدلیار' اورستل واڈ جیسے عظیم المرتبت خطیب تاریخ خطابت میں یادگار حیثیت کے حامل ہیں۔

متذکرہ بالا ایسے جادو بیان تھے کہ ان کے نزدیک مجمع کی حیثیت ایک آلہ بے روح کے مانند تھی جب وہ بولتے تھے تو سارا مجمع ایسا محو سماعت ہوتا...... کہ قوت فیصلہ ان سے (عوام سے) سلب ہو جاتی تھی۔

ہمیں اس امر کا افسوس ہے کہ آج ہندوستان و پاکستان میں بیشتر ایسے فرقہ پرست نام نہاد مقررین کا دور دورہ ہے جو صرف بولنا جانتے۔ ایسے ہی مقررین سے متعلق ایک بار تقریر میں کالج کے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر بالڈون سابق وزیراعظم انگلستان نے کہا تھا:

''آزاد ممالک میں لچھے دار تقریر کرنے والے اشخاص کو شک

وشبہ کی نظر سے دیکھا جانا ضروری ہے' یعنی شخص جو نیم تعلیم یافتہ بھیڑ ہے وہ آزادی کے زمانے میں سب سے بڑا خطرہ ہے۔"

باوجود اس کے ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ دور حاضر میں ہندوستان نے کئی ایک اچھے خطیب پیدا کئے اور وہ وقت دور نہیں جب کہ یہ خطیب اپنے کمال سے اہل وطن کے نام کو اونچا کریں گے۔

تقریر کے طریقے

عوام میں تقریر کرنے کے تین مختلف طریقے ہیں مثلاً

لکھے ہوئے مضمون کو پڑھنا۔

لکھے ہوئے مضمون کو حفظ کر کے تقریر کی شکل دینا۔

چند نکات کی مدد سے تقریر کرنا۔

اب ہم ذیل میں ہر ایک طریقے کی خوبی وکامیابی پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے' لیکن ساتھ ہی مقررین' ایک مشہور خطیب کے اس مشورے کو پیش نظر رکھیں کہ:

"تقریر کرنے کے مختلف طریقوں میں سے جس کو جو طریق پسند آئے وہ اس کو اختیار کرے۔"

لکھے ہوئے مضمون کو پڑھنا

جو لوگ قلم کے دھنی ہیں وہ عموماً اپنی تقریروں کو لکھ لیا کرتے ہیں اور اس طرح لکھے ہوئے مسودے کو سنا دیتے ہیں' اس قسم کی تقریریں ایسی صورت

میں موزوں و مناسب ہیں جب کہ خطبۂ صدارت یا خطبۂ استقبالیہ دیا جا رہا ہو یا کسی علمی موضوع پر اظہار خیال مقصود ہو' عام تقریروں میں جو عوامی تقریریں کہلاتی ہیں' لکھی ہوئی تقریریں کارگر نہیں ہوتیں' کیوں کہ عوامی تقریروں میں جوش کی ضرورت ہوتی ہے' ایک لکھے ہوئے مضمون کو سنا کر عوام میں خاطر خواہ جوش پیدا کرنا ممکن نہیں۔

حفظ شدہ تقریریں

جان برایٹ' حفظ شدہ تقریر کا مخالف تھا۔ وہ کہتا ہے:

''جو لوگ رٹی ہوئی تقریر کرتے ہیں وہ مقرر کے اعلیٰ منصب کے قابل نہیں ہو سکتے۔''

لیکن بقول خود جان برایٹ:

''تقریر کرنے کے مختلف طریقوں میں سے جس کو جو طریقہ پسند آئے وہ اس کو اختیار کرے۔''

کیونکہ ہر پھول کا رنگ الگ اور ہر پھول کی بو جدا۔ جس کو جو طریقہ پسند آئے وہ اس کو روبہ عمل لائے۔

برناڈ شاہ کہتا ہے کہ:

''میں وہی کرتا ہوں جو مجھے آسان نظر آتا ہے۔ ہر شخص کو بھی یہی چاہیے کہ وہ اسی کام کو کرے جو اس کے لیے آسان ہو۔ لیکن اکثر لوگ ایسا کام کرنا چاہتے ہیں جو مشکل اور ناممکن ہوتا ہے' جس کی وجہ سے وہ ناکام رہتے ہیں۔''

آپ کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ جان برایٹ کا خیال سرتاپا غلط ہے۔

مشہور خطیب شریڈن اپنی تقریر کو اس قدر قبل سے حفظ کرلیا کرتا تھا کہ جس شخص کو اس کے حالات سے پوری آگاہی نہ ہو وہ ہرگز اس کی تقریر کو رٹی ہوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

نامور جادو بیان کینگ کا بھی یہی حال تھا وہ کہا کرتا تھا کہ:

"دوستو! الہام کا زمانہ گذر گیا' میری جادو بیانی میری یادداشت پر منحصر ہے۔"

لارڈ مکالے اپنی تقریر کا ہر لفظ یاد کرلیا کرتا تھا...... روفس اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا کہ:

"اگر یہ چاہتے ہو کہ تقریر شستہ و دلچسپ ہو تو تقریر کو لکھ کر حفظ کرلیا کرو۔"

الیگزنڈر ہملٹن (جو ایک نامور وکیل تھا) اپنی بحث کو لکھ کر حفظ کرلیا کرتا تھا۔

لیکن عام طور پر نومشق مقررین کی حفظ شدہ تقریریں جگہ ہنسائی کا موجب ثابت ہوتی ہیں۔

حفظ شدہ تقریر میں طرز بیان' تلفظ اور رفتار کا بطورِ خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔

نومشق مقرر جب (حفظ شدہ) تقریر کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے نوعمر بچہ رٹی ہوئی نظم پڑھ رہا ہو...... یا کسی تحتانیوی جماعت کا بچہ پہاڑے

پڑھ رہا ہے۔

ایسی تقریریں عوام پر گراں گذرتی ہیں جس کا نتیجہ عوام کی بے توجہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اس طرح یہ امر نومشق مقررین کی ہمت شکنی کا باعث بن جاتا ہے۔

لہٰذا مقررین کو چاہیے کہ وہ سامعین کو یہ محسوس نہ ہونے دیں کہ ان کی تقریر حفظ شدہ ہے۔

اگر دورانِ تقریر' تقریر کا کوئی جزو حافظے سے محو ہو جائے تو ایسی صورت میں بجائے شرمندہ خاطر ہونے کے اپنے آپ پر بھروسہ کیجئے' اگر دوران تقریر میں آپ رک جائیں اور پھر تقریر شروع کرنا ہو تو درمیانی وقفے کو کسی مناسب جملے سے پر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً میں آپ سے عرض کر رہا تھا' اب میں آپ کی توجہ اپنی تقریر کے جزو دوم کی جانب مبذول کراؤں گا' وغیرہ۔

تقریر کو حفظ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے کئی حصے کر لیے جائیں اور ہر ایک حصے کو علیحدہ علیحدہ حفظ کیا جائے۔

آخر میں ہم ڈاکٹر بلیر کے مشورے کو جوں کا توں نقل کرتے ہیں جو حفظ شدہ تقریر کرنے والوں کے لیے شمع راہ ہے۔

> "پہلے اپنی تقریر کو لکھو' پھر اس پر نظر ثانی کر و اسے مختصر کرنے کی کوشش کرو' اس کے بعد اس کو اتنی مرتبہ پڑھو کہ خاص خاص حصے اچھی طرح یاد ہو جائیں اور کل تقریر کے اہم نکتے اس طرح ذہن میں محفوظ ہو جائیں کہ حافظے سے ان کے محو ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

اس کے بعد یا تو ایک خیالی مجمع کے سامنے تقریر کرو یا کسی صاحب نظر دوست یا صاحب فن کو اپنی تقریر سناؤ۔"

یادداشت کی مدد سے

مسٹر برایٹ سے کسی طالب علم نے سوال کیا کہ لکھا ہوا پڑھنا' رٹ کر تقریر کرنا اور یادداشت کی مدد سے تقریر کرنا' ان طریقوں میں سے کون سا بہتر اور عمدہ ہے؟

برایٹ نے جواباً کہا:

"مجھ کو اپنی تقریر لکھنے کی عادت نہیں' لکھنے کی عادت بہت زبوں ہے اور حفظ کرنے کی محنت ناقابل برداشت' یہ کافی ہے کہ مضمون زیر تقریر پر غور کیا جائے اور مختصر یادداشت لکھ لی جائے۔"

کسی عام جلسے میں تقریر سے پہلے مقرر کو چاہیے کہ موضوع تقریر پر غور کرے جو نکات ذہن میں آئیں انہیں سپرد قلم کیا جائے۔

بوسوٹ کو جس روز لکچر دینا ہوتا وہ اس سے ایک دن پیشتر دلائل کو نوٹ کرلیا کرتا اور دل ہی دل میں کئی بار دہراتا۔

پینکٹ چند پرجوش فقرے قبل از قبل تیار کرتا اور دورانِ تقریر میں ان کا استعمال کیا کرتا تھا۔

خاص خاص نکات کو بطور یادداشت محفوظ کرنے کے علاوہ بعض مقرر مثالیں' پرجوش فقرے وغیرہ بھی قبل از قبل ذہن نشین کر کے بطور یادداشت سپرد

قلم کر لیتے ہیں اور دورانِ تقریر میں اس سے مدد لیتے ہیں۔

اپنی تقریر کی تیاری کے لیے ہمیں بڑا ہی اہتمام کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہماری بیشتر تقاریر ہماری اپنی بے توجہی کا شکار بن جاتی ہیں۔

پروفیسر ہارٹے کہتا ہے کہ:

''اپنی ابتدائی تقریروں کے سلسلے میں تقریر کے طالب علم کو زیادہ سے زیادہ تیاری کرنی چاہیے اور اپنے دلائل کی ترتیب پہلے سے قائم کر لینی چاہیے' ساتھ ہی تقریر کے خاص خاص حصے خاص کر افتتاحی و اختتامی حصے لکھ لینا چاہیے۔''

مشہور خطیب و صاحب قلم ادیب باٹیس، یادداشت کی مدد سے تقریر کرنے والوں کو مشورہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''تحریر گویا کہ سامان کا پتھر ہے یا یوں سمجھو کہ وہ ایسی مشین ہے جس کے دباؤ سے خیالات میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا ہوتی ہے اس سے اگر تمہارے پاس تیاری کا وقت ہے تو اپنی تقریر میں جو کچھ کہنا چاہتے ہو اس کی ترتیب کا نقشہ پہلے سے کاغذ پر ضرور قائم کرلو، اس طرح اپنے موضوع پر زیادہ اچھی طرح قابو حاصل کرلو گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ زیادہ جامعیت کے ساتھ تقریر کرسکو گے اور موضوع سے اِدھر اُدھر بھٹکنے کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔''

مشق کے طریقے

امریکہ کا مشہور ماہر نفسیات و معلم تقریر (ڈیل کارینگی)...... جو متعدد بار اپنی تقریروں میں ناکام و پشیمان رہا۔ مگر دلجوئی و محنت سے مشق کے باعث...... وہ اوروں کو سلیقۂ تقریر سے آراستہ کرتا رہا۔

چارلس فاکس نے جو اٹھارویں صدی میں ناموری حاصل کی وہ محتاج بیان نہیں۔ انیسویں صدی کا مشہور خطیب ڈین کروان گذرا ہے، ڈیما ستھینز، سسرو، ڈسرائیلی، ہورسٹنٹس اور دیگر کئی نامور خطیب پیہم وطویل مشق کے ذریعہ نامور خطیب بن سکے۔

خود چارلس فاکس نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"میرا مستقل ارادہ تھا کہ بلاناغہ ہر شب تقریر کرنا چاہیے خواہ اچھی تقریر کرنے میں کامیاب ہوسکیں یا نہ ہوسکیں، یہی جذبہ میری ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوا۔"

ہر مبتدی جب وہ پہلی دفعہ (یا اپنی تقریر کے ابتدائی دور میں جو اس کی نومشقی کا زمانہ ہوتا ہے) مجمع کے سامنے بغرضِ تقریر کھڑا ہوتا ہے تو وہ گھبراہٹ محسوس کرتا ہے، دل دھڑکنے لگتا ہے دل و دماغ زبان کا ساتھ نہیں دیتے، بے چارگی و پریشانی میں رُک رُک جاتا ہے۔ بیشتر مقررین ایسے حالات میں ناامید ہو جاتے ہیں، لیکن نومشق خطیبوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ڈزرائیلی جب پہلی بار برطانوی پارلیمان میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا تو اراکین نے اس کا مذاق اڑایا۔ مگر وہ اس سے ہراساں نہ ہوا، بلکہ اس نے خود اعتمادی سے جواب دیا:

"وہ وقت آئے گا جب تم لوگ میری تقریر سنو گے۔"

آخر وہ وقت آیا۔ ڈزرائیلی انگلستان کا وزیراعظم بنا اور ایک نامور خطیب کی حیثیت سے اس کی خطابت کی ستائش زبان زدِ خاص و عام ہوئی۔

لارڈ بیکسیفلڈ انگلستان کا نامور مدبر و خطیب گزرا ہے پہلے پہل جب پارلیمنٹ میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا تو سلیقہ سے چار باتیں بھی نہ بیان کر سکا۔

انگلستان کا مشہور واعظ رابرٹ ہال اپنی طالب علمی کے زمانے میں جب وعظ کے لیے ڈائس پر آیا تو بدحواسی کے عالم میں اپنا منہ ڈھانکتے ہوئے کہنے لگا:

"میں بدحواس ہو گیا ہوں۔"

تقریر کی مشق کے کچھ اور طریقے بھی ہیں مثلاً:

۱۔ اپنے دل سے چپ چاپ کسی معینہ موضوع پر گفتگو کرنا یعنی کسی عنوان کو منتخب کر کے دل ہی دل میں اس موضوع پر اظہار خیال کرنا۔

۲۔ کسی کتاب سے کچھ صفحات کا مطالعہ کر کے اس کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرنا، اس مشق کی ابتدا اس طرح کی جائے کہ پہلے تھوڑی عبارت کو بغرض مشق اختیار کیا جائے پھر رفتہ رفتہ پوری فصل اور پھر پورے باب کو۔

۳۔ کوئنٹیلس نے ایک اور قاعدہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ کسی فصیح شاعر کے کلام کو پڑھ کر اس کو نثر میں ادا کیا جائے اور اپنے خیالات کے اضافے کے ساتھ اس کو تقریر کی صورت میں پیش کیا جائے۔

۴۔ تقریر کی مشق کے لیے ایک اور طریقہ یہ ہے کہ تقریر کو حسب ذیل

طریقے پر تقسیم کیا جائے۔

(۱) تمہید (۲) دعویٰ (۳) (دعوے کے ثبوت میں) دلائل (۴) (دلائل کی روشنی میں نتیجہ)۔

۵- نامور خطیبوں کی تقریر سننا۔ نامور خطیبوں کی تقریر کے دوران میں حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے: (۱) تمہید کس طرح باندھی گئی (۲) اصلی منشا کی طرف کس طرح رخ کیا گیا (۳) برمحل شعر و قصص سے کس طرح دلچسپی بڑھائی گئی (۴) مقرر کس انداز سے سامنے آیا، دورانِ تقریر میں اس کا اسٹائل کیا تھا (۵) اس وقت جب کہ کسی خاص مسئلہ کی جانب عوام کی توجہ مبذول کرنا تھا اس وقت مقرر کا کیا رویہ تھا۔

اس وقت جب کہ مقرر سامعین سے اپیل کر رہا ہو یا ان کے دلوں میں گرمی پیدا کر رہا ہو یا ان کو کسی مفید مقصد خیال کے لیے ابھار رہا ہو، ایسے وقت خود اس کے چہرے اور اس کے ایکشن کی نوعیت پر غور کرنا چاہیے۔ ان اصولوں کی پابندی ایک نومشق خطیب کے لیے اس کی اپنی خطیبانہ خصوصیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ضروری ہے۔

فن تقریر ریاضت چاہتا ہے

یونائیٹڈ اسٹیٹ کی ایک بہت بڑی ربر کمپنی کے ڈائریکٹر بورڈ کے صدر (ڈینل کارینگی) نے مجھ سے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہا تھا کہ:

"جس شخص کو اپنے کام سے دلچسپی نہ ہو وہ کسی قسم کی

مصروفیت میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

دنیا میں وہی لوگ کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں جنہیں اپنے مقصد سے محبت ہوتی ہے، جنہیں اپنے مقصد سے محبت ہوتی ہے وہ بذریعہ محنت اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی کی جدوجہد کرتے ہیں۔

سنز جوستارنیالڈز...... اپنے زمانے کے نامور مصوروں میں سے ایک تھا اس سے پوچھا گیا:

"آپ نے یہ کمال کیوں کر حاصل کیا؟"

رینالڈز نے جواباً کہا:

"صرف ایک اصول برت کر، وہ یہ کہ میں نے جو تصویر بھی بنائی اس میں اتنی محنت کی گویا وہی میری آخری شاہکار تھی۔"

سکندر کے باپ فلپ دوم کی تلوار سے یونان کو بچانے والا شہرہ آفاق خطیب ویماڈستھینز کی شہرت کا راز اس کی اَن تھک مساعی کا نتیجہ ہے۔...... کمزور آواز، بھدے ایکشن، غیر موزوں طرز بیان اور لکنت...... ان خامیوں پر ویماستھینز نے کیسے قابو پایا۔

اس نے ہمت نہ ہاری باوجود اس کے کہ وہ ابتدا میں ایک ناکام مقرر ثابت ہوا، اس نے سادگی سے اپنے نقص معلوم کرنے کی سعی کی، اور پھر اصلاح کی جانب اپنی توجہ مبذول کی، اس نے اپنی ہر حرکت کی درستی کے لیے ایک طریقہ مقرر کیا مثلاً:

اپنی لکنت اور سانس کی خرابی کو دور کرنے کے لیے منہ میں چھوٹی

کنکریاں بھر کر بغیر رکے باقاعدہ تسلسل کے ساتھ لمبی لمبی نظمیں پڑھتا۔

بغرض مشق کبھی سمندر کی پرشور موجوں کو مخاطب کرتا اور کبھی پرسکون پہاڑیوں پر کھڑا، اپنے مقصد کے حصول کی جدوجہد کرتا دکھائی دیتا۔

اس میں ایک اور نقص بھی تھا۔ وہ اپنے کندھوں کو اُچکایا کرتا تھا، اس نے یہ صبر آزما ترکیب اختیار کی کہ ایک بہت تنگ کٹہرے میں کھڑے ہو کر (جس میں اِدھر اُدھر ہونے کی گنجائش نہ تھی) تقریر کرنے لگا، اور چھت پر نیزوں کی شکل کے دو ہتھیار لٹکائے جو اس کے کندھوں کو اچکتے ہی زخمی کر دیتے تھے۔

اس کام کی انجام دہی کے لیے وہ ہر روز سویرے اٹھتا اگر قصبہ بھر میں کوئی ایک مزدور بھی اس سے پہلے کام پر چلا جاتا تو اسے نہایت افسوس ہوتا۔ ان باتوں کے علاوہ اس کی غیر معمولی کوششوں کا اندازہ اس حقیقت سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے ایک پسندیدہ مصنف کی تمام تصانیف کو اپنے ہاتھ سے آٹھ مرتبہ نقل کیا تاکہ اس کا دماغ اس مصنف کے طرزِ ادا (طرزِ بیان) کا عادی ہو جائے۔

کوئی وجہ نہ تھی کہ اتنی زبردست محنت رائیگاں جاتی۔ اتنی سخت محنت کو برداشت کرنے کا نتیجہ تھا کہ وہ نہ صرف یونان بلکہ دنیا کے لاثانی خطبا میں سے ایک شمار ہوتا ہے۔

بقول ڈاکٹر بلیر:

"مسلسل اور سخت کام کے بغیر کسی چیز میں فضیلت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ چند سالوں تک تیاری اور مطالعہ کرنے اور چھوڑ دینے سے بزرگی و فضیلت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسے حاصل کرنے کے لیے باقاعدہ محنت کرنا اور اس کا

عادی بننا اور ہر ایک محنت طلب موقعہ پر اپنے آپ کو اس کے لیے تیار رکھنا دانشمندانہ قانون ہے، کوئی چیز اعلیٰ نتائج اور حقیقی مسرت کی ایسی دشمن نہیں جیسے کہ دل کی سست حساسیت جو کاہلی سے پیدا ہوتی ہے۔

اسکاٹ لینڈ میں انتخابات کے زمانے میں پورا دن مسٹر چرچل اپنے کمرے میں بند بہ آواز اپنی تقریر کی مشق کرتے رہے، اس تقریر نے مسٹر چرچل کی شہرت کو چار چاند لگائے۔

بقول ٹوین:

تقریر کو اس طرح جاننا چاہیے جس طرح عبارت کو۔ کبھی آپ نے شہد کی مکھی کا بغور مطالعہ کیا ہے...... اگر نہیں تو سنئے...... جب وہ شہد کی تلاش میں پھرتی ہے تو اپنے ننھے پروں کو ایک سیکنڈ میں تین سو باون مرتبہ حرکت دیتی ہے اور شہد حاصل کرتے وقت اس کے پروں کے پھڑ پھڑانے کا اوسط چار سو چالیس مرتبہ فی سیکنڈ ہوتا ہے۔

جب ایک معمولی مکھی اپنے مقصد کے لیے اتنی جدوجہد کرتی ہے تو انسان (جو اشرف المخلوقات ہے) کو اپنے مقصد کے لیے کتنی جدوجہد کرنی چاہیے؟

شریڈن کی اس معرکتہ الآراء تقریر کے متعلق جو انہوں نے اودھ کے متعلق لارڈ ہسٹنگ کے خلاف کی تھی۔ میکالے کا خیال ہے کہ وہ انسانی یادداشت میں بہترین تقریر تھی، دو دن تک شریڈن کی تقریر سننے کو اس قدر لوگ آتے رہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، حتیٰ کہ ایک داخلہ ٹکٹ پچاس گنی پر خریدا گیا اور حق تصنیف محفوظ کرانے کے لیے ایک دن میں ایک ہزار پونڈ پیش کیے گئے۔

یہ معنی خیز اور اثر انگیز تقریر آسانی سے نہیں کی گئی بلکہ شریڈن ہر اس شخص کے پاس گیا جس سے ہندوستان اور ہسٹنگ کے متعلق (تھوڑا ہی سہی) مواد ملنے کی امید ہوسکتی تھی، اس طرح اس تقریر کی تیاری کے لیے (ایک ماہ سے زیادہ) مسلسل جدوجہد و محنت برداشت کرنی پڑی۔

آپ نے جے گولڈ کا نام سنا ہوگا...... یہ نوجوان یورپ کا ٹینس چمپئین رہا ہے۔

ایک اخبار کے نمائندے نے دوران ملاقات میں اس سے اس کی کامیابی کا راز دریافت کیا۔

جے گولڈ نے جواباً کہا:

"کھیلتے وقت میری ساری توجہ صرف اس ہاتھ پر ہوتی ہے جس سے میں کھیلنے والا ہوتا ہوں۔ اس وقت میری دماغی نظریں سوائے اس ہاتھ کے کچھ دیکھتے نہیں پاتیں۔

بقول شخصے درحقیقت یہ ایک بہت بڑا راز ہے اور ٹینس ہی کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے ہر کھیل اور ہر کام اور ہر مرحلہ کے لیے یقینی کامیابی کا ضامن ہے "کامل توجہ" کامیابی کا دوسرا نام ہے، مسلسل جدوجہد کسی کام سے بس لپٹ جانا، بالکل اسی کا ہو رہنا یہی کامیابی کی بنیادیں ہیں۔

ڈاک کے ٹکٹ پر ایک نظر ڈالئے، دیکھئے اپنا کام انجام دینے کی خاطر کس طرح خط سے چمٹ جاتا ہے، پھر چاہے اسے دلی سے لندن تک بھیج دیں، کیا مجال جو ذرا علیحدہ ہو جائے، کاغذ کے اس حقیر سے ٹکڑے کی مثال اپنے سامنے رکھئے اور جب کبھی آپ کسی اہم کام سے اکتانے لگیں تو ٹکٹ کا دھیان

کیجیے۔

بلکہ ایک ٹکٹ اپنی میز یا کام کی جگہ پر چسپاں کر دیجیے تا کہ وہ مقصد کی اہمیت کو اُجاگر کرتا رہے۔

مقرر اور صحت جسمانی

ایک ماہر اقتصادیات کہتا ہے:

"جو شخص دنیا میں اعلیٰ مقاصد کے حصول کا متمنی ہے اسے اپنی ذات سے اچھا سلوک کرنے کا ڈھنگ سیکھنا چاہیے۔"

چوں کہ مقرر بھی ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کا متمنی ہوتا ہے اس لیے اس کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی صحت پر کلیتہً توجہ دے تا کہ مقصد اعلیٰ کا حصول آسان ہو جائے، بقول پروفیسر سلیم:

"عقلی اور دماغی قوتوں سے صحیح طور پر کام لینا بھی اس بات پر موقوف ہے کہ انسان کا جسم تندرست اور توانا ہو، جن لوگوں کے جسم توانا اور تندرست نہیں ہیں ان کی تمام قوتیں آہستہ آہستہ دھیمی پڑ جاتی ہیں اور عقلی اور دماغی قوتوں کی چمک دمک باقی نہیں رہتی۔ شگفتگی اور زندہ دلی اسی جسم میں رہ سکتی ہے جو تندرست ہو اور چستی و ہوشیاری اسی بدن میں ہو سکتی ہے جس میں خون اپنی قدرتی رفتار پر گردش کر رہا ہو۔"

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جسمانی اور دماغی نشوونما کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ کیونکہ صحت کے بغیر حصولِ مقصد میں کامیابی کا خیال اس چراغ سے روشنی حاصل کرنے کے مترادف ہوگا جس میں تیل نہ ہو۔

موثر تقریر

تقریر کا اثر پذیری کا انحصار دو باتوں پر منحصر ہے۔ ان میں بعض داخلی ہیں جن کا تعلق مقرر کی نفس سے ہے اور بعض خارجی جن کے التزام سے تقریر میں دلچسپی اور اثر پیدا کیا جا سکتا ہے۔

تقریر کے تین ضروری اجزاء ہیں۔

ا۔ انداز بیان۔ ۲۔ ربط و تسلسل۔ ۳۔ مواد۔

پہلے ہم ذیل میں ان تینوں اجزاء سے متعلق ضروری باتیں بتائیں گے کیوں کہ اثر پذیری میں ان کا بھی کافی دخل ہے' بعد ازاں اثر پذیری سے متعلقہ مسائل پر روشنی ڈالی جائے گی۔

انداز بیان

دیما ستھینز سے سوال کیا گیا فصیح البیانی کا پہلا اصول کیا ہے؟ اس نے جواباً کہا: ''خطیبانہ طرز بیان''۔

اظہار خیال کے مختلف طریقے اور انداز میں' جذبات و خیالات سب ہی کے دل و دماغ میں نشوونما پاتے ہیں اور سب ہی اپنے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں لیکن : ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کے مصداق ہر ایک کا انداز بیان جدا ہوتا ہے۔ مثلاً

مولینا ابو الکلام کا طرز بیان، نواب بہادر یار جنگ کے انداز بیان سے کافی مختلف ہے، اسی طرح عنایت اللہ خاں المشرقی (بانی خاکسار تحریک) کے طرز خطابت کا رنگ ان سب سے الگ اور جداگانہ ہے۔

ذیل میں ہندوستان کے چند مشہور خطباء کی تقریروں کے نمونے پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ انداز بیان کا ایک موہوم سا خاکہ ذہن نشیں ہو جائے۔

ابو الکلام آزاد

مولینا ابو الکلام آزاد کی تقریر کلکتہ میدان کے اجتماع عظیم میں: ''پہلے میری آواز اس میدان میں ایک محدود حلقہ تک پہنچتی تھی۔ گذشتہ چند سالوں سے پورے میدان میں انجمن کی مساعی اور سائنس کی ایک مفید ایجاد کی امداد سے پہنچنے لگی۔ لیکن اس مرتبہ جیسا کہ مجھے یقین دلایا گیا ہے، میری آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ تک پہنچ رہی ہے بلکہ اس مرتبہ مجھے اس بات کا بھی یقین دلایا گیا ہے کہ ہمالیہ کی چوٹیاں، سمندر کی موجیں اور صحرائے عرب کے بگولے بھی میری آواز روک نہیں رہے ہیں۔ بمبئی کلکتہ سے تیرہ سو میل کے فاصلے پر ہے، پشاور پندرہ سو میل ہے لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے کانوں سے تمہارے دل کی دنیا کتنی دور ہے؟ میری آواز تمہارے کانوں کے پردے سے ٹکرا کر رہ جاتی ہے اور دل کوئی اثر قبول نہیں کرتا وہ دل جس پر تم نے قفل چڑھائے ہیں حالانکہ میرے مخاطب تمہارے کان نہیں بلکہ تمہارے دل ہیں۔''

پنڈت جواہر لعل نہرو

۲۶ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو کو جامعہ عثمانیہ کی جانب سے

ایل ایل' ڈی کی اعزازی ڈگری دی گئی جس کے جواب میں کی ہوئی تقریر کا ایک جزو ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔

''طالب علم اور نوجوان سب کے سب ماضی کے بچے ہیں اور یہ ماضی خواہ اچھا ہو یا برا، بہر حال ان کا ورثہ ہے لہٰذا انہیں اپنی منصوبہ بندی میں ماضی کے واقعات کا اس وقت کے حالات کی روشنی میں جائزہ لینا ہے، حال کو سونچنا اور مستقبل کے رجحانات کا اندازہ لگا کر ایک مستحکم بنیاد پر آئندہ کے خاکے بنانا چاہیے جو کامیابی کی ضمانت دے سکیں .... وقتی جذبات میں نہ بہہ جایا کیجئے بلکہ جب کبھی وقت ملے اطمینان کے ساتھ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کیجئے، تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ انسان اعتماد کلی کے ساتھ آزادانہ طور پر اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کے قابل بن جائے۔ اس چیز کو نوجوان خاص طور پر اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھیں، انہیں کبھی بھی محض جذبات کے نذر نہ ہو جانا چاہیے''۔

عنایت اللہ خاں المشرقی

خطاب جامع مسجد لاہور:۔

مسلمانو! غیر مسلم بھائیو اور خاکسار رسپاہیو!!

ایک سال چار ماہ کی مدت کے بعد میں پھر ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک غلامی میں ماری ہوئی، خوف سے دبکی ہوئی' بھوک اور دکھ سے بے ہوش، مایوسی اور شکست سے چور اور بستر مرگ پر پڑی ہوئی قوم کو آسرا دے کر پھر اٹھاؤں اور

دوا کا نیا ڈوز دوں۔ مجھے تسلی ہو رہی ہے کہ مسلمان بلکہ غیر مسلمان میری دی ہوئی کڑوی دوائیاں منہ بنا بنا کر جھنجلا جھنجلا کر بلکہ گالیاں دے دے کر بالآخر پی رہے ہیں۔ بیماری میں اپنی بات رکھنے اور حکیم کو برا کہنے کی آن دکھلانے کے باوجود سمجھ رہے ہیں کہ دوائیاں کڑوی اور بیماریاں لمبی ہی ہوا کرتی ہیں۔"

نواب بہادر یار جنگ

۲۲/ جنوری ۱۹۴۰ء کے سالانہ جلسہ اتحاد المسلمین میں لسان الامت نواب بہادر یار جنگ کی تقریر:۔

"ساری تعریف اس خدائے قدیر و قیوم کو سزا وار ہے جس کا تخت عظمت و جلال ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور جس کی بارگاہ عزو وقار میں صرف ان افراد اور قوموں نے جگہ پائی جنہوں نے نتائج اعمال کا یقین رکھا اور عمل صالح کو شعار بنایا۔ اور جس کے آستانہ مقدس سے وہ دھتکار دیئے گئے جو کچھ نہ کر کے سب کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جس کی قرب و نزدیکی کا مقام صرف انہیں کو نصیب ہوا جنہوں نے اس کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اس کی مسند الوہیت سے خلعت و دوستی کا مرتبہ ان ہی کو عطا ہوا جنہوں نے اس کے لیے اپنے لخت جگر اور خون دل تک کی پرواہ نہ کی۔ درود و سلام اس افضل الرسل سید الانبیا علیہ ﷺ پر جس نے ہم مسلمان کے لیے سنت ابراہیمؑ کو ایک مستقل وظیفۂ حیات قرار دیا اور دین حنیف کو زندگی دوام عطا کی۔"

ان مختلف نمونوں سے ہر برٹ ایلس کے خیال کی تصدیق ہوتی ہے

کہ:۔

''جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے بیان کیا جا سکتا ہے لیکن ضرورت
ایسے آدمی کی ہے جو اس کو بیان کرنا جانتا ہے۔''

طرز بیان کے تعلق سے یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ دوسروں کے طرز بیان کی اندھی نقل نقصان رساں ہے' برطانیہ کے مشہور اخبار پال مال گزٹ لکھتا ہے:

''یہ تو جذبات ہیں کہ کوئی صاحب فن کسی عظیم الشان ماہر فن
سے مشابہت و مماثلت رکھتا ہو لیکن یہ دوسری بات ہے کہ
کوئی صاحب فن کسی دوسرے بڑے صاحب فن کا چربہ
اُتارنے لگے۔''

جس طرح ہر پھول کا رنگ الگ اور بوجدا ہوتی ہے اسی طرح ہر مقرر کا طرز بیان بھی جدا گانہ ہوتا ہے' نامور مقررین کے انداز بیان کی اندھی تقلید ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ طرز بیان کا تعلق موضوع تقریر سے ہے۔ مذہبی تقریر اور ادبی تقریر میں طرز بیان کا بدل جانا، موضوع کی نوعیت کا تقاضہ ہے۔

بقول مولانا شبلی:۔

''اردو تقریر میں اصل مضمون کی خوبی سے زیادہ طرز ادا کی
خوبی کا لحاظ ہونا چاہیے۔''

اسی خیال کو ٹینی سن یوں ادا کیا ہے:۔

''قابل توجہ یہ بات نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں بلکہ یہ کہ ہم
کس طرح کہہ رہے ہیں۔''

ربط وتسلسل

ربط وتسلسل سے تقریر میں خوبی پیدا ہوتی اور اثر میں اضافہ ہوتا ہے۔ مقرر کا مدعا ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور اس طرح دلائل کو اس کے گرد گھمایا جائے، عموماً دلائل تو پیش کیے جاتے ہیں مگر ان کا موضوع زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح دعویٰ و الفاظ بھی موضوع سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔

بعض ایسے مقرر بھی دیکھے گئے ہیں کہ بلحاظ مواد و زبان تو تقریر مناسب و موزون لیکن ربط وتسلسل کا نام نہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دوران تقریر میں مقرر، چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف کلیۃً متوجہ ہوجاتے ہیں اور پھر جوں ہی اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے وہ پھر سے قابل تذکرہ نقاط کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ربط وتسل باقی نہیں رہتا اگرچہ الفاظ کی شان بڑی حد تک اس عیب کو چھپا لیتی ہے، پھر بھی تعلیم یافتہ طبقے سے نقص پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔

مقرر کی ترتیب بالکل غیر پیچیدہ اور صاف ہونی چاہیے جس پر فرلانگ اور میلوں کے پتھر نصب ہوں تا کہ ہر وقت یہ معلوم ہو سکے کہ منزل ابھی کتنی دور ہے۔

تقریر بھی ہماری طرح جسم اور روح رکھتی ہے، جسم الفاظ ہیں اور روح

معانی و مطالب ۔ اس طرح زنجیر و تقریر کی ایک حالت ہے جس طرح زنجیر کے ایک حلقہ کا اپنے دوسرے حلقے سے جدا ہو جانا' گویا زنجیر سے جدا ہو جانا ہے اسی طرح تقریر کا کوئی حصہ اگر دوسرے حصے سے جدا ہو جائے تو وہ بے ربط اور بے اثر ہو جاتا ہے۔

مشہور فلسفی لاک پیچیدہ خیالات کے اظہار پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔

''پیچیدہ خیالات کی تفہیم کے لیے استغرائی طریقہ کو کام میں
لانا چاہیے اور اسی طرح اکتساب درجہ بہ درجہ ہو یعنی تدریجی
طور پر آسان سے مشکل کی جانب قدم بڑھائے جائیں۔''

اچھے مقرر کی مثال اس ماہی گیر جیسی ہے جو دریا میں جال کو خوب پھیلا کر بڑی جگہ کو گھیرتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اس کے تمام گوشوں کو کھینچ کر ایک مرکز پر جمع کر لیتا ہے۔

اس طرح مقرر کو بھی اپنی تقریر میں ربط و تسلسل کا خیال رکھتے ہوئے اپنے دعوے کے ثبوت میں بہت سی مختلف باتیں بیان کر کے پھر ان سب کو ایک مرکز پر لانا چاہیے۔ اگر دلنشیں الفاظ' خوبصورت ترکیب اور عمدہ طرز بیان کے ذریعہ وہ (مقرر) اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تو تمام مجمع اس کے اس جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

مواد

جدوجہد میں کامیابی اس میکانیکی اصول پر مبنی ہے کہ:۔

''ایک نکتہ پر ممکنہ قوت صرف کی جائے۔''

کامیاب مقرر اپنے مواد کو اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ اس کا ہر حصہ دوسرے حصہ کا جز لاینفک ہوتا ہے۔

یہ کہنا کہ فلاں عنوان پر کامیاب تقریر کی جا سکتی ہے اور فلاں پر نہیں بالکل غلط ہے۔

وکٹر ہیوگو نے شاعری کے متعلق کہا تھا کہ:

''شاعری کے لیے کوئی مضمون اچھا اور کوئی برا نہیں ہوتا بلکہ اچھے اور برے شاعر ہوتے ہیں۔''

یہی خیال کلیہ مقرر پر بھی صادق آتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ مقرر کے لیے کوئی موضوع اچھا اور کوئی برا نہیں بلکہ اچھے اور برے مقرر ہوتے ہیں۔ ان کے اچھے اور برے ہونے کا مدار جہاں اور باتوں پر ہے وہیں مواد کی اہمیت بھی قابل لحاظ ہے' حصول مواد کے عام طور پر یہی ذریعے ہیں:۔

غور وفکر (قوت متخیلہ ومشاہدہ) مباحثہ' کتب بینی۔

غور وفکر

اچھے مقرر اپنی فرصت کے لمحات میں دماغ کی سرزمین میں فکر کے بیج بوتے اور ضرورت کے لیے قبل از قبل لہلہاتے کھیت تیار کر لیتے ہیں۔ جب کبھی دماغ میں کوئی خیال آئے اس کو کسی نہ کسی سرخی کے تحت فوراً یادداشت کر لینا چاہیے کیوں کہ کہیں کوئی اچھا نکتہ ہماری بیجا غفلت کے باعث حافظے سے محو نہ ہو جائے۔

مشاہدہ

خارجی خصوصیات میں مشاہدہ سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے جب تک مقرر کا قوت مشاہدہ قوی نہ ہو وہ سامعین کے جذبات کے اکسانے اور حقائق کا علم کروانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ مشاہدہ میں مقرر کی کامیابی اور برتری کا راز پوشیدہ ہے۔ سر سید نے مشاہدے کی بدولت اپنی تقریر میں جس قدر زور پیدا کیا اس کو ان کے مطالعہ نے اور تقویت پہنچائی۔

مکان کی تعمیر سے قبل مکان کے نقشے کی تیاری ضروری ہوتی ہے۔ اور اسی طرح نقشے کی تیاری سے قبل ذہنی خاکہ تیار کیا جاتا ہے' بعد ازاں سامان تعمیر کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ مشاہدہ ذہنی خاکہ ہے، غور و فکر اور قوت متخیلہ اور سامان تعمیر مقرر کا مطالعہ ہوتا ہے۔

قوت متخیلہ

قوت متخیلہ سے مراد وہ باطنی قوت ہے جو دل کی مدد سے اندر ہی اندر ادھیڑ پن میں مصروف رہتی ہے اس طرح ذکاوت تجربہ کی آبیاری سے نشوونما پا کر پھلتے ہوئے کھپت کی شکل اختیار کرتی ہے۔

قوت متخیلہ کی موجودگی میں خیالات خودبخود الفاظ کا جامہ پہن کر عمدہ دلنشیں جملوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ زمین کو جتنا گہرا کھودا جائے گا اسی قدر بیج کی پرورش عمدہ اور نتیجہ ثمر آور ہوگا' اسی طرح مقرر جتنی سوچ بچار (مسائل پر) کرتا رہے گا اتنے ہی سربستہ راز اس کے ہاتھ لگیں گے' سمندر کی تہ میں موتی ہوتا ہے اور اس موتی کو وہی پاتے ہیں جو غوطہ زن ہوتے ہیں۔

اسی طرح وہی بہتر سے بہتر خیال کو عمدہ سے عمدہ تخیل کو قوت فکر سے حاصل کر سکتے ہیں جو سوچنے والا دماغ رکھتے ہیں۔

دریا میں موتی اے موج بے باک
ساحل کا سوغات خار و خس و خاک

بحث مباحثہ

تبادلہ خیال کے ذریعہ مختلف علمی مسائل کا حل نکلتا ہے۔ مختلف پیچیدہ گتھیاں سلجھتی ہیں، مگر فریق ثانی کا انتخاب محتاط رہنے کی دعوت دیتا ہے، مختلف اہل علم حضرات سے علمی مباحثہ کے ذریعہ یا ان کی حجت میں علمی تذکروں اور علمی باتوں سے معلومات میں بے حد اضافہ ہوتا ہے اہل علم حضرات کے علاوہ اپنے ساتھیوں سے بھی مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کیا کیجئے تا کہ آپ کا علم تازہ رہے۔ ایک سنسکرت عالم کا قول ہے:۔

"جس علم کو دہرایا نہ جائے وہ مردہ ہے"۔

لارڈ کلدن کہتا ہے:

"بے جان مادہ اس وقت تک جاندار نہیں بن سکتا جب تک اس مادے سے نہ مل جائے جو پہلے سے زندہ ہے"۔

کتب بینی

بقول مولانا سید سلیمان ندوی:۔

"علم زور جواہر جن خزانوں میں سر بمہر محفوظ ہیں ان کا نام کتاب ہے"۔

چراغ فصاحت کے لیے تیل درکار ہے' تیل سے مراد مقرر کا مطالعہ ہے' فاکس کہتا ہے:

''جنہیں تقریر کا شوق ہوا نہیں شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں کا ہمیشہ مطالعہ کرنا چاہیے۔''

لیکن بقول ایک فلاسفر کے کہ:

''ہم ہمیشہ کمی وقت کی شکایت کرتے ہیں تاہم ہمارے پاس اس قدر وقت ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس میں کیا کام کریں۔''

کونیٹس نے اسی بات کو کچھ اور وضاحت سے یوں کہا ہے:

''یہ ہم ہی ہیں جو وقت کو تھوڑا بناتے ہیں احتیاط و باقاعدگی کے ساتھ ہم کتنا وقت مطالعہ میں صرف کرتے ہیں اور کتنا ملاقات کے خالی از نفع طریقوں میں ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔''

علمائے سلف کا شوق کتب بینی

اڈورڈ گبن (۱۷۹۴) بلحاظ موسم ہر روز صبح کے ۶/ بجے اپنے کتب خانے میں داخل ہو جایا کرتا تھا' لیٹر ایک جرمنی فلاسفر (۱۷۱۶) اپنے کتب خانے سے باہر قدم نہ نکالتا تھا' لبکل نے شوق مطالعہ میں اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کردی۔

ان مثالوں سے قطع نظر دور سابق میں علمائے اسلام کے شوق مطالعہ کا

یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسئلہ کے حل کے لیے سینکڑوں میل پیادہ طے کرتے' ایک ایک کتاب کی تصنیف میں چالیس' چالیس پچاس' پچاس برس صرف کرتے۔

بقول علامہ سلیمان ندوی:

''یہی وجہ تھی جس کی وجہ سے قوم' تاج شاہی سے بڑھ کر عماموں کی عزت کرتی تھی۔''

زبیر بن بکاوا (۲۵۶) ایک مشہور امام اور مکہ میں عہدہ قضاءت پر مامور تھے' شوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اپنے اہل وعیال سے بے خبر تھے ایک دن امام زبیہ کی بھانجی نے امام محترم کی زوجہ سے کہا میرے ماموں نہایت لائق تعریف ہیں جنہوں نے سوائے تمہارے کوئی اور بیاہ نہیں کیا۔

امام محترم کی زوجہ محترمہ نے کہا:

''یہ کتابیں مجھ پر سوکنوں سے زیادہ گراں اور بھاری ہیں۔''

ثعلب شیبانی جوفن نحو ولغت کا امام تھا، راہ چلتے ہوئے بھی مطالعہ میں مصروف رہا کرتا تھا، جامع مسجد سے نماز پڑھ کر آ رہا تھا، آنکھیں مصروف مطالعہ تھیں۔ ایک گھوڑے سے ٹھوکر کھائی اور جاں بحق ہو گیا۔

تیغ وقلم کا مالک صاحب بن عبادہ (۳۷۵ ہجری) سلطنت سامانیہ کا وزیر تھا، علم و ادب و انشا پردازی میں امام وقت تھا، کتب بینی سے اس کے عشق کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ خاندان بنو بویہ کے بادشاہ نوح بن منصور نے صاحب بن عبادہ سے بویہ کی وزارت قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی اور بخارا بلوایا۔ منجملہ اور عذرات کے صاحب نے سب سے بڑا عذر یہ پیش کیا کہ یہاں سے ہٹنے کے لیے صرف میری کتابوں کے لیے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہو گی۔

ابن رشد جو مشرق کا فیلسوف اعظم ہے ایک شب جبکہ ایک نئی کتاب انہیں ملی، ایک چراغ تلے وہ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے، مطالعہ میں کچھ ایسی محویت رہی کہ جب تک چراغ کی خاموشی نے اختتام شب کی اطلاع نہ دی خبر نہ ہوئی۔

ان ساری مثالوں سے جو نکتہ واضح ہوتا ہے وہ یونائیٹڈ اسٹیٹ کی ایک بہت بڑی ربڑ کمپنی کے ڈائریکٹر بورڈ کے صدر کا ذاتی تجربہ ہے جس کی بناء پر اس نے مشہور ماہر نفسیات ڈیل کارنیگی سے مختصر الفاظ میں یوں کہا تھا:

''جس شخص کو اپنے کام سے دلچسپی نہ ہو وہ کسی قسم کی مصروفیت میں کامیاب نہیں ہوسکتا''۔

گوکھلے آنجہانی کی بجٹ کی تقریریں اگر یادگار زمانہ رہی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سالہا سال اس اہم مضمون کے مطالعہ میں گزار دے۔ ایک مقرر کے لیے باقاعدہ اور اصولی مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

مطالعہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے بعد اب ہم اصولی مطالعہ کیا ہے؟ مقرر کے لیے کن کن علوم کا جاننا ضروری ہے، مطالعہ کے دوران میں کن کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، ان امور کی تشریح کریں گے۔

اصولی مطالعہ

مصنف کی شخصیت سے واقفیت کی بنا پر کتاب خریدی جا سکتی ہے۔ مثلاً مولانا محمد علی مرحوم کی کوئی کتاب، یا ابو الکلام آزاد، علامہ جمال الدین افغانی یا پھر مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی کوئی کتاب، لیکن عام طور پر کتاب اور مصنف ہر دو

سے ناواقف رہتے ہوئے کتاب کا خریدنا مولوی عبدالحق (معتمد انجمن ترقی اُردو) کی زبان میں مجنونانہ فعل ہے۔

اصولی مطالعہ کے دوران میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ بغیر مقصد کے پڑھنا نہ صرف فضول ہے بلکہ مضر بھی۔

جب کبھی مطالعہ کیا جائے پہلے موضوع کا انتخاب کیا جائے پھر اس موضوع پر بہتر کتابوں کا انتخاب کر کے مطالعہ شروع کیا جائے۔

مقرر کے لیے کن علوم کا جاننا ضروری ہے

سقراط کہتا ہے کہ:

"صرف علم کی ان ہی شاخوں اور شعبوں کا علم حاصل کرنا چاہیے جو مقرر کے لیے بہت ضروری ہیں۔"

ان میں بعض علوم تو ہر فن کے مقرر کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً واعظ کے لیے سیاسی تقریر کرنے والوں کے لیے، ادبی تقریر کرنے والوں کے لیے؟ علم نفسیات، منطق اپنے زبان کے ادب کی قواعد کا مطالعہ اور ہر علم و فن کے موٹے موٹے اصولوں سے آگاہی ضروری ہے۔

لیکن اپنے خاص فن میں مہارت بہر حال ضرروی ہے۔

لارڈ چسٹر فیلڈ نے اپنے بیٹے کے نام ایک خط میں اسے ہدایت کی تھی کہ:

"اچھی تقریر کو شغل بنانا چاہتے ہو تو وسیع مطالعہ کو اپنی تفریح کا ذریعہ سمجھو۔"

مطالعہ کے دوران میں کن کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

فاکس کہتا ہے کہ:

''دوران مطالعہ میں نئے الفاظ یاد کیے جائیں''۔

عموماً مطالعہ کے دوران میں جو نئے الفاظ آتے ہیں ناظرین ان کی پروا نہیں کرتے' ہر نئے لفظ کو نوٹ کیجیے۔ اس کی ایک الگ کاپی تیار کر کے ان میں ایسے الفاظ جمع کیجیے اور اوقات فرصت میں انہیں یاد کیا کیجیے۔

کتاب سے چند الفاظ اور جملے لے کر ان کے مترادفات یاد کیجیے مثلاً میں چاہتا ہوں، میری خواہش ہے وغیرہ۔ قادر الکلامی کیلئے کتاب کے متن کو اپنے الفاظ میں ظاہر کیا کرو۔

جب مطالعہ شروع کرو اور درمیان میں کوئی قابل بیان چیز مل جائے تو اس پر پینسل سے باریک نشان لگا دو، کتاب کے ختم ہو جانے پر ان باتوں کو ایک بیاض خصوصی میں مختلف عنوانات کے تحت نقل کر لیا کرو۔

جب کتاب میں کوئی اچھا مقولہ یا شعر دیکھائی دے تو ان چیزوں کو ایک علیحدہ بیاض میں نقل کرو اور اپنی فرصت کے وقت انہیں یاد کر لیا کرو۔

شعراء کے کلام کا مطالعہ کیا کرو اس سے زبان میں سلامت و شستگی پیدا ہوتی ہے۔ تب ہی تو فاکس نے بھی اس کے مطالعہ پر زور دیا ہے۔

جس طرح عمارت کی تعمیر میں صرف گچ اور چونے ہی کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ کچھ اور چیزیں بھی درکار ہوتی ہیں اسی طرح اثر پذیری میں طرز بیان

تسلسل اور مواد ہی سب کچھ نہیں۔

ہم ایک دلفریب صورت کو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں لیکن اگر ہم سے پوچھا جائے کہ خاص طور پر تم کو اس کی کونسی چیز نے متاثر کیا تو ہم وجہ بیان کرنے سے قاصر ہیں، اسی طرح اثر پذیری کا مدار بھی کسی ایسی چیز پر نہیں بلکہ خود کا متاثر ہونا ، ایکشن کی اہمیت ، الفاظ کا بجا استعمال ، مناسب آواز ، تمہید و اختتام قوت ارادی ، نفسیات دانی ، مقرر کا لباس ، مقرر کے دانت، تقریر کی مناسب طوالت یا اختصار جیسے موضوعات اکٹھا ہو کر اثر پذیری کا جامہ اختیار کرتے ہیں ، اب ہم ذیل میں اثر پذیری کے تعلق سے ذیلی عنوانات پر تفصیلی تبصرہ کریں گے۔

قوت ارادی و خود اعتمادی

مقرر کے لیے ضروری ہے کہ وہ دل میں اس بات کا یقین رکھے کہ اس کی گفتگو سننے والوں میں اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ، عدم اعتمادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے ، خود اعتمادی کی اہمیت کا اندازہ شاید آپ اس بات سے کرسکیں کہ خطباء عرب عموماً اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

معبد بن طوق عنبری ، عرب کا ایک مشہور خطیب تھا وہ ایک بار کسی محفل میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا اور نہایت عمدہ تقریر کی لیکن اسی محفل میں جب اس کو دوبارہ بیٹھ کر بولنا پڑا تو وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ، اہل محفل تعجب میں تھے کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ کسی نے معبد سے وجہ پوچھی ، معبد نے کہا : جب میں کھڑا ہو جاتا ہوں تو جوان ہو جاتا ہوں اور جب بیٹھ جاتا ہوں تو بوڑھا ہو جاتا ہوں"۔

اپنی ذات پر بھروسے کے تعلق سے ایاس کی مثال بڑی ہی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔

عرب کے ایک مشہور خطیب ایاس سے لوگوں نے کہا:

''تم میں صرف یہ عیب ہے کہ اپنے خطبے پر بہت ناز کرتے ہو۔''

ایاس نے جواباً کہا:

''میری تقریر تم کو پسند ہے یا نہیں۔''

لوگوں نے کہا'' کیوں نہیں۔''

بولا' تو خود میں اس کو کیوں نہ پسند کروں۔''

قوت ارادی مقرر میں دلیری پیدا کرتی ہے اور مقرر کے حوصلے اسی قوت سے ابھرتے ہیں، یہ قول کتنا صحیح ہے کہ:

''جو شخص اوپر نہیں دیکھتا نیچے دیکھنے پر مجبور ہے اور جس کی ہمت بلند نہیں اس کی مقدر میں محرومی ہے، یہ آئین حیات ہے۔''

مشہور مفکر بکسٹن کا قول ہے کہ:

میں جتنی عمر گزرتی جاتی ہے میرا یہ یقین واثق ہوتا جاتا ہے کہ دنیا میں بڑے اور چھوٹے، کمزور اور طاقتور، مشہور اور گمنام انسانوں میں صرف ایک ہی چیز کا فرق ہے اور اس کا نام ہے قوت ارادی، دنیا میں ایک ہی طاقت ہے جو سب کچھ کرا سکتی ہے اور جس کے بغیر کوئی قوت، کسی قسم کے

حالات اور بہتر سے بہتر اتفاقات بھی اس دو پایہ کو انسان
نہیں بنا سکتے ...... وہ ہے ارادے کی قوت .... ایک
ناقابل تسخیر عزم اور ایک مقصد کا تعین۔"

جنزل گرانٹ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا صدر گزرا ہے، صدر منتخب ہونے سے پہلے وہ ایک زبردست فوجی سپہ سالار تھا لیکن شراب نوشی اور دیگر ایسی ہی علتوں کے باعث جو عہدہ بھی اسے ملا اوس نے کھودیا۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کے احباب سڑک پر آتا ہوا دیکھ کر کتراتے تھے۔ کہ ملتے ہی یہ حضرت کچھ قرض مانگ بیٹھیں گے، عزیزوں نے بھی تنگ آ کر گھر سے نکال دیا تھا۔

رات بھر کا جاگا گرانٹ ایک صبح جب کہ وہ ایک گھٹیا قسم کا ناشتہ زہر مار کر رہا تھا ایک بار اس نے پھریری لی اور کہا:

"یہ حالات اب رک جانا چاہیے۔" اور حالات کو واقعی رک جانا پڑا اس نے اپنی قوت ارادی سے پورا پورا کام لیا اور اپنی بری عادتوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کی اور بالآخر اپنے صدر (ابراہیم لنکن) تک کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

جب کبھی گرانٹ کی برائیاں، ابراہیم لنکن کی کان تک پہنچتیں اور لوگ کہتے کہ "گرانٹ بہت زیادہ شراب پیتا ہے۔" تو لنکن اپنی بھونڈی آواز میں فوراً جواب دیتا:

"اچھا کونسی شراب؟ میں اس شراب کی بوتلیں اپنے سارے افسروں میں تقسیم کروں گا۔"

دنیا کا یہ ٹھکرایا ہوا انسان اپنی قوت ارادی سے ایک دن امریکہ کا صدر منتخب ہوا۔

سمجھو اور محسوس کرو

لارڈ ارسکن کہتا ہے:

"خود ہمارا دل ہی چشمۂ بلاغت وخطابت ہے۔ بہت سے خطیب جو اس فن میں ناکام رہ جاتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں خود وہ محسوس نہیں کرتے۔"

اسی خیال کو سی ہار لیے اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

"جو کچھ تمہاری زبان سے نکل رہا ہے اور جس سے متعلق تم اپنے سامعین کو متاثر کرنا چاہتے ہو اس کو سمجھو اور اس کو محسوس کرو۔"

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب تم کسی چیز کو سمجھو گے اور محسوس کرو گے تب ہی تمہارے دل میں خلوص اور جوش پیدا ہوگا، گویا جب تم خود اپنے الفاظ کی اہمیت کو سمجھو گے اور محسوس کرو گے تو خود بخود لوگ تمہارے خیالات کو سمجھنے اور محسوس کرنے کی کوشش کریں گے۔

والیٹر کا لارڈ میکالے اڈیسن اور سوئفٹ سے مقابلہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جب کبھی وہ دوسروں کو ہنسانا چاہتا تھا تو خود بھی اپنی تحریر میں کھل کھلا کر ہنس دیتا تھا۔"

عامر بن عبدالقیس کہتا ہے:

”جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں گھر کر لیتی ہے اور جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔“

چراغ فصاحت کے لیے تیل درکار ہے اور اس کے اکسانے کے لیے جوش، تب ہی وہ جلتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے۔ اگر کاڑی میں جلانے کی خاصیت نہ ہو تو چراغ کیسے جلے گا۔ اسی طرح از خود تم متاثر ہوئے بغیر اوروں کو کس طرح متاثر کر سکتے ہو؟

تمہید...... و...... اختتام

تمہید

جس طرح عنوان سے مضمون کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے اسی طرح تمہید سے تقریر کا حال معلوم ہوتا ہے۔ تمہید میں مضمون زیر بحث کی عظمت و قدرت ظاہر کی جاتی ہے، عموماً تمہید کو مثالوں، مقولوں سے شروع کرنا چاہیے کیوں کہ تقریر کی ابتدا پر عوام کلیۃً متوجہ رہتے ہیں اور عوام غیر شعوری طور پر نکتہ چینی کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لیے تقریر کی ابتدا بہر حال اچھی ہونی چاہیے تمہید کا مختصر ہونا یا اس کو طول دینا موقعہ و محل اور نزاکت وقت پر منحصر ہے، بسا اوقات میں بہت سے نکات تشنہ رہ جاتے ہیں، اس تعلق سے نواب محسن الملک یکتائے روزگار تھے، یوں تو بحیثیت مقرران میں بہت سے خوبیاں تھیں لیکن ان کا وقت کے ہاتھوں مجبور نہ ہو کہ وقت کو اپنے ہاتھوں مجبور کر رکھنا قابل ذکر ہے۔

تقریر کی ابتدا سے قبل بھی چند امور کا لحاظ ضروری ہے۔ مثلاً مجمع کے شایان شان الفاظ کا استعمال اور تخاطب میں سامعین اور اپنی عمر کا فرق۔ اپنے اور سامعین کے علم و رشتہ کا فرق وغیرہ۔

اختتام

پروفیسر ہارٹے کہتا ہے:

"اگر تقریر کا اختتام موثر نہ ہو تو اچھی سے اچھی تقریر اپنے اثر کے لحاظ سے اکثر ناکام ہو جاتی ہے۔"

تقریر کا اختتام ہمیشہ کامیاب ہونا چاہیے۔ بمعنی دیگر اختتام کا مناسب وقت سے ٹل جانا گویا اثر کا زائل ہو جانا، اکثر دیکھا گیا کہ بہتر سے بہتر تقریر یکایک اختتام کے باعث بے اثر ثابت ہوئی۔

بعض مقررین تقریر ختم کرنے سے پہلے ایک بار اپنی تقریر کا مختصر خلاصہ بیان کرتے ہیں، یہ طریقہ ایسی صورت میں موزوں ہے جب کہ خیالات کو اس انداز سے پیش کیا جائے کہ سامعین اسے "دہرانہ" خیال نہ کرے۔

تقریر کا اختتام، تقریر کی نوعیت پر منحصر ہے، مثلاً ادبی تقریروں، سیاسی تقریروں، نشری تقریروں اور انعامی تقریروں کے اختتام میں کافی فرق ہوتا ہے، مذہبی تقریروں میں دعا پر تقریر کا اختتام عمل میں آتا ہے، سیاسی تقریروں میں اپنی تقریر کے اختتام پر مقصد کے لیے ابھارا جاتا ہے اسی طرح تقریر کی نوعیت پر اس کے اختتام کا انحصار ہے، انعامی تقریروں میں مختلف دلچسپ شعر منتخب کئے جاتے ہیں جن پر اختتام عمل میں آتا ہے جن کی تفصیل انعامی تقریروں کے باب میں

آ ئے گی۔

الفاظ کی اہمیت اور اُن کا استعمال

انگلستان کا مشہور نقاد رسکن کہتا ہے کہ

''خوبصورت اور کامل لفظ یاد رکھنا بہت ہی قابل قدر اور بہترین عقلمندی ہے۔'' (۴۳۔ ۴۴ ' اردو کے اسالیب بیان...... از...... ڈاکٹر زورؔ)

اڈورتامس نے الفاظ کے متعلق کیا ٹھیک کہا ہے کہ

''الفاظ کو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ نازک ہوتے ہیں لیکن زمین و آسمان دونوں کی ان تمام اشیاء کو قابو میں رکھ سکتے ہیں جو بہت ہی وزنی مضبوط اور طاقتور ہوتی ہیں جو نہایت ہی حسین ہوتی ہیں اور جو یا تو بہت جلد فنا ہو جاتی ہیں یا ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی ہیں، غرض کہ معمولی معمولی الفاظ ہی تو ہیں جن کی مدد سے دنیا آج ہمیں معرج ترقی پر پہنچتی نظر آتی ہے۔''

مارون نے اپنی پراز معلومات کتاب ''دی لیونگ پاسٹ'' میں ارتقائے تمدن کے دیگر اسباب میں اسی سبب کو زیادہ رفیع الشان قرار دیا ہے تا ہم اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ الفاظ بغیر خوبی ترتیب کے محض بیکار ہیں۔

ڈایونی سنس کا مشہور قول ہے کہ

''الفاظ ہی کی مناسب ترتیب سے ادب مع اپنے متفرق شعبوں کے پیدا ہوتا ہے۔''

الفاظ کا استعمال

علامہ ابن خلدون نے الفاظ کو پیالہ اور معانی کو پانی قرار دیا ہے۔ پانی کو چاہو سونے کے پیالہ میں بھر لو چاہے مٹی کے۔ لیکن سونے کے پیالہ میں اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اختلاف ظرف سے پانی کی ماہیت میں فرق آ جاتا ہے۔ مثلاً سونے کے پیالے میں زہر اور مٹی کے پیالہ میں امرت ہو تو وہ خوشگوار و صحت بخش اور یہ ناگوار اور جان لیوا ہوگا، جب آب شیریں سونے یا مٹی کے پیالے میں ہو تو ہر دو حالتوں میں وہ شیریں ہی رہے گا۔ البتہ ظاہری خوشنمائی اور دل آویزی میں تفاوت ہوگا۔ اور یہی ظاہری خوشنمائی و دلاویزی وہ زبردست عنصر ہے جس پر کسی تقریر کی ادبیت کا دارومدار ہوتا ہے۔ بقول مولانا حالیؔ:

''معنی اور مطالب صرف الفاظ کے تابع ہیں اور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مطالب کو بہترین طور پر ادا کرنا سیکھیں اور حتی الامکان اس بات کی کوشش کی جائے کہ معانی اور الفاظ میں ہم آہنگی رہے۔''

لفظ درحقیقت ایک قسم کی آواز ہے اور چوں کہ آوازیں بعض شیریں، دلاویز اور لطیف ہوتی ہیں مثلاً طوطی و بلبل کی آواز اور بعض مکروہ و ناگوار مثلاً کوے اور گدھے کی آواز، اسی بنا پر الفاظ بھی دو قسم کے ہیں، بعض شستہ و سبک

شیریں اور بعض ثقیل ، بھدے ناگوار ، پہلی قسم کے الفاظ کو فصیح کہتے ہیں ، دوسرے کو غیر فصیح۔

بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ فی نفسہٖ ثقیل اور مکروہ نہیں ہوتے لیکن تقریر و تحریر میں ان کا استعمال نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے اس قسم کے الفاظ بھی جب ابتداءً استعمال کئے جاتے ہیں تو کانوں کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں ، ان کو فن بلاغت کی اصطلاح میں غریب کہتے ہیں اس قسم کے الفاظ بھی فصاحت میں خلل انداز خیال کیے جاتے ہیں۔

معانی و الفاظ کی مناسبت (مفرد الفاظ)

حسن کلام کا ایک بڑا نکتہ یہ ہے کہ مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے الفاظ استعمال کیے جائیں ، لفظ چوں کہ آواز کی ایک قسم ہے اور آواز کے مختلف اقسام ہیں ، مہیب ، پر رعب ، سخت ، نرم ، شیریں ، لطیف۔

اسی طرح الفاظ بھی صورت اور وزن کے لحاظ سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض نرم شیریں اور لطیف ہوتے ہیں۔ بعض سے جلالت و شان ٹپکتی ہے بعض سے درد اور غمگینی ظاہر ہوتی ہے ، یعنی مختلف قسم کے مضامین کے لیے ایک ہی قسم کے الفاظ موزوں نہیں ہوا کرتے ، مثلاً غیظ و غضب کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن الفاظ کی آواز اور لہجہ سے بھی غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ (مضامین شبلی جلد دوم)۔

تشبیہات و استعارے

ارسطو کہتا ہے کہ

''استعارات کو خطیب اور تشبیہات کو شاعر زیادہ استعمال کرتے ہیں۔''

برک کو استعارات کے استعمال میں کمال حاصل تھا۔

تشبیہ کا لفظ مشابہت سے ہے اور استعارہ مستعار سے ۔ زید شیر کے مشابہ ہے، زید شیر ہے، ان جملوں میں پہلا تشبیہ ہے، دوسرا استعارہ تشبیہات و استعارات کے استعمال پر عبور کے لیے مختلف مواقعوں پر ان کے استعمال پر غور کرنا اور پھر اپنے طور پر استعمال کرنا چاہیے تا کہ مشق ہو سکے اور غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔

چند معمولی مگر اہم باتیں

یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ دس خوبیوں کی داد دینے کے لیے انسانی فطرت اتنی جلد مائل نہیں ہوتی جتنی جلد ایک جرم کے پاداش میں بیداد پر آمادہ ہو جاتی ہے، لہٰذا ہمیں بڑی چھوٹی قسم کی کمزوریوں سے مبرا رہنے کی کوشش کرنا چاہیے تا کہ خاطر خواہ طور پر ہماری تقریر پر اثر ہو سکے۔

۱۔ تقریر کے لیے اسٹیج پر آتے ہوئے رکنا یا شرماتے ہوئے قدم بڑھانا منبر پر کھڑے ہونے کے بعد آواز کا پست ہو جانا ، اثنائے تقریر میں ادھر اُدھر دیکھنا ، انگلیوں کو مروڑنا ، میز کا سہارا لینا ، کھانسنا ، چہرے پر گھبراہٹ کے آثار ، غلط تلفظ ، رعب محفل ، تکیہ کلام ، لمبے چوڑے فقرے رک رک کر اور آہستہ آہستہ تقریر کرنا ، خارج از بحث مسائل کا ذکر وغیرہ ان باتوں سے پرہیز کیجئے ، یہ پذیری کے لیے سم قاتل ہیں۔

۲۔ اثنائے تقریر میں غلط قسم کے معلومات تقریر کا سارا اثر ختم کر دیتے ہیں۔

۳۔ دوران تقریر میں ایک ہی بات کو بار بار کہنے سے تقریر بے اثر ہوجاتی ہے اگر کسی چیز کا بار بار ذکر نا گزیر ہوتو ہر بار ایک نیا انداز اختیار کرو۔

۴۔ دوران تقریر میں لطیفے، قصے، امثال، ضرب المثال، اعداد شمار، تقریر کے اثر میں اضافے کا موجب ثابت ہوتے ہیں۔

۵۔ الفاظ کی بجا تکرار سے اثر پذیری میں اضافہ اور بیجا تکرار سے اثر پذیری میں کمی واقعہ ہوتی ہے۔

۶۔ بعض مقرر اپنے مقررہ وقت سے زیادہ تقریر کے متمنی ہوتے ہیں، نہ تو وہ پروگرام کی پرواہ کرتے ہیں نہ اہل مجلس کی اور نہ ہی میر مجلس کی، وہ اپنی ذات کو انجمن سمجھتے ہیں اس قسم کی چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔

گرتھم لندن میں آ کر چھتیم کی تقریروں کو (جو پارلیمنٹ میں ہوا کرتی تھی) سنا کرتا تھا اور اس طرح وہ چتھیم کی اچھی باتوں کو اختیار کر کے خود بھی ایک اچھا اور نامور مقرر بن گیا۔

اسی خیال کے پیش نظر ہی ہارٹے کہتا ہے:

''جس مقرر کی تم تقریر سنو اس سے کوئی نہ کوئی بات ضرور سیکھو۔''

یعنی یا تو اس کی بری حرکات کو دیکھ کر ان سے اجتناب برتو یا اس کی اچھی عادتوں کو جوتم میں نہیں ہے اختیار کرو۔

ہمیشہ امرسن کے اس خیال کو پیش نظر رکھو:

''جو بھی انسان مجھ سے ملتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح مجھ سے اعلیٰ و برتر ہے اس لیے اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا ہوں۔''

اسی طرح تم بھی ہر ایک سے ہر چیز سے اور ہر بات سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھو۔

مقرر اور کردار

اخلاق نے جو قوانین مرتب کیے ہیں ان کی پابندی کا نام کردار ہے، کردار کی بنیاد علم و حقائق پر ہے، کردار انسانیت کی کسوٹی ہے، جو قومیں صاحب کردار نہیں ہوتیں ان سے دنیا کی امامت چھین لی جاتی ہے اور انفرادی حیثیت سے جس فرد کے کردار میں کمزوری ہو وہ ہمیشہ ایک نفسیاتی کشمکش سے دو چار رہتا ہے، جن لوگوں کے ضمیر مجرم ہوں وہ کبھی اچھے مقرر نہیں بن سکتے، بے خوفی، جرأت، بے باکی ان کا ہی کا حصہ ہے جن کے دامن جرم و گناہ کے دھبوں سے مبرا ہوں، احسان گناہ آدمی کی ہمت اور حوصلے کو پابہ زنجیر رکھتا ہے اور اس کا یہ جذبہ ابھرنے نہیں پاتا۔ ایک بدکردار مقرر عوام کے قلوب پر حکومت نہیں کر سکتا، جس کھیت میں خاردار جھاڑیاں اور فضول گھانس اگتی ہو اس مقام پر کارآمد غلہ کی پیدائش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی طرح جس طرح کہ ایک بدکردار مقرر کی تقریر سے اثر پذیری کا سوال از خود غلط ہو جاتا ہے۔

مقرر کے لیے نیک چلنی اور کردار ایسے ہی ضروری ہیں جیسے آئینہ کے

لیے پارہ، نیکی بذات خود ایک جوہر ہے اور یہ جو ہر مقرر کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ لباس انسان کے لیے۔

کردار بنانے کے لیے ایثار، اولو العزمی، ہمت اور قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ امرسن نے کہا ہے:

''اچھے خصائل چھوٹی چھوٹی قربانیوں سے سنورتے ہیں۔''

مقرر اور مضمون نگاری

لاطینی دنیا کا شہرۂ آفاق خطیب کونٹیس کہتا ہے:

''قلم، فن خطابت کا بہترین معلم ہے۔''

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مضمون نگاری سے تقریر میں بہت کچھ مدد ملتی ہے، فصیح موزون مناسب الفاظ کے استعمال کا مذاق، الفاظ کی نسبت و بندش کا امتیاز مضمون نگاری ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ عزیز مرزا کی خوبی تقریر کا مدار ان کی تحریر پر تھا۔

بقول شخصے ''ان کی تقریر ایک خاموش دریا ہوتی تھی جس میں جہاں کہیں موڑ آ جائے تو تیزی پیدا ہو جاتی اور ساتھ ہی کناروں کے کھیت بھی سیراب ہو جاتے، یہ سلاست، یہ روانی، یہ سلجھاؤ، یہ انداز بیان دراصل ان کی مضمون نگاری کا ثمر تھا۔''

ہر روز کسی ایک عنوان پر کچھ نہ کچھ لکھنا چاہیے تاکہ مشق جاری رہے، خیالات میں وسعت پیدا ہو، تقریر میں سلاست روانی اور سلجھاؤ کے ساتھ ساتھ انداز بیان میں دل کشی پیدا ہو سکے سرو کے اس خیال کہ ہمیں فراموش نہ کرنا

چاہیے جو اس کے ذاتی تجربات کا نچوڑ ہے کہ

''قلم، فصاحت کا صانع اور معلم ہے۔''

تقریر مختصر ہو' یا طویل

تقری کی طوالت یا اختصار کا انحصار، موضوع تقریر یا سامعین کے ذوق، محل وقوع روانی اور برجستگی پر منحصر ہے۔

بسا اوقات تقریر کی غیر ضروری طوالت سے تقریر کا اثر متاثر ہوتا ہے اور بیجا اختصار سے بھی تقریر کے اثر میں کمی پیدا ہو جاتی ہے کیوں کہ بعض موضوعات پر مختصر تقریر کارگر نہیں ہوسکتی ہے، ایسے موضوعات پر اگر تقریر مختصر کی جائے تو تشنہ رہ جاتی ہے اور بعض مواقع ایسے بھی ہوتے ہیں کہ چند جملوں میں سامعین کے دل گرما دیئے جا سکتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

''نماز کو طول دینا اور خطبے کو مختصر کرنا آدمی کے عقل کی علامت ہے۔''

لیکن تقریر کے اختصار یا طوالت کے لیے حد کا مقرر کرنا غلطی ہے۔ کیوں کہ تقریر کی طوالت یا اختصار تو حاضرین کے شوق، موقع و محل پر منحصر ہے، بسا اوقات مجمع چند فقرے سننا بھی گوارا نہیں کرتا اور بعض دفعہ گھنٹوں بھی سیری نہیں ہوتی۔

سامعین کے شوق و دلچسپی کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی، البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جو تقریر طبیعتوں پر گراں گذرے وہ زاید از ضرورت ہے اس طرح

ایک ہوشیار مقرر کا فرض ہے کہ وہ موقع شناسی سے کام لے، حاضرین کے انداز اور اشارے ان کے ذوق یا عدم ذوق کا پتہ دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

”جب تک لوگ تمہارے چہرے کو دیکھتے رہیں اس وقت تک تقریر کرتے رہو لیکن جب اس میں ذرہ برابر بھی فرق آ جائے تو رک جاؤ۔“

بعض حکمائے قدیم کا قول ہے کہ:

”جو شخص تمہاری باتوں کو شوق سے نہ سنے اس کو سننے کی تکلیف نہ دو۔“

ہاں! یہ بالکل سچ ہے اس لیے کہ جو بات دلچسپی سے نہ سنی جائے اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوسکتا جس تقریر کا اثر مرتب نہ ہو وہ بیکار ہے۔“

جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا کہ کوئی تقریر محض مختصر ہو کر موثر نہیں ہوسکتی کیوں کہ تاریخ فن خطابت میں کئی ایک نمونہ کی تقریریں دکھائی دیتی ہیں جن میں بعض مختصر ہیں لیکن موثر نہیں، مختصر نہیں موثر ہیں، مختصر بھی ہے اور موثر بھی۔

جولائی ۱۷۹۸ء میں جو اہرام مصر کے سامنے نپولین کی فرانسیسی افواج ...... اور اہل مصر کے درمیان جو معرکہ آرائی ہوئی اس وقت اپنی افواج کو آگے بڑھانے کے لیے نپولین نے چند الفاظ پر مشتمل تقریر کی تھی جو تاریخ خطابت میں یادگار حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا:

”نوجوانو! ان اہرام کی چوٹیوں سے مصر کے چار دور تمہیں

دیکھ رہے ہیں۔"

سلطان محمد نے ایک موقع پر جب کہ فتح کی کوئی صورت نہ تھی اور فتح کا خیال خشکی پر جہاز دوڑانے کے مترادف سمجھا جا رہا تھا ایسے موقع پر سلطان محمد نے کیا کہا تھا؟

اس نے صرف دس منٹ تقریر کی اس کی تقریر کا اثر تھا کہ دو گھنٹے میں ناممکن .... ممکن ہو گیا، بر خلاف اس کے مصطفٰے کمال کی تاریخی تقریر پر نظر کیجیے۔

اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ترکی جمہوری پارٹی کی دوسری کانگریس میں مصطفٰے کمال نے ایک معرکۃ الآراء تقریر کی جو چھ دن تک جاری رہی اس تقریر میں جو تاریخ فن خطابت کی یادگاری لمبی تقریروں میں سے ایک ہے۔ غازی مصطفٰے کمال نے پہلی سالگرہ سے ۱۹۲۷ء تک کے ترکی مسائل پر تبصرہ کیا۔

باوجود اس کے کہ یہ تقریر انہائی طویل تھی سامعین کے ذوق کی کوئی انتہا نہ تھی، یہی وہ تقریر ہے جو اتا ترک کی وصیت کہلاتی ہے۔

محل و موقعہ، موضوع تقریر، سامعین کا ذوق اور روانی و برجستگی یہی تقریر کے پھیلاؤ یا اختصار کی بنیاد ہیں لہٰذا ہمیں ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ظرافت

ظرافت کے ذریعہ سامعین کی طبیعت میں تازگی، مخالفین کے منطقی استدلال میں کمزوری اور تقریر میں اثر پذیری و دلچسپی پیدا ہوتی ہے، برٹش

پارلیمنٹ میں کیننگ کے طنزیہ فقرے قوی سے قوی استدلات سے بھی زیادہ موثر ثابت ہوتے تھے اسی لیے مخالفین اس کے اس آلہ سے ہمیشہ خائف رہتے تھے، خود ولیم پٹ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صرف اس لیے شریڈن سے خائف تھا کہ شریڈن ظریفانہ جملوں سے اوروں کی تقریر کا سحرا اتار دیا کرتا تھا، مختصر یہ کہ یہ وہ قوت ہے جس سے مخالفین کی پرزور بحثیں اور دلیلیں بے اثر ہو جاتی ہیں۔

انگلستان میں مولانا محمد علی تقریر فرما رہے ہیں، وقت صرف ۵/منٹ دیا گیا، تمہید یوں شروع کی:

"میں ۶ ہزار میل کے فاصلے سے تیس کروڑ آبادی کی نمائندگی کرنے آیا ہوں، اب آپ خود حساب لگائیے۔ کہ ایک ایک منٹ نہیں ایک ایک سیکنڈ بلکہ ہر سیکنڈ کی کسر میں مجھے کتنی ترجمانی کا وقت ملتا ہے۔"

سارا مجمع ہنس پڑا، کرسی صدارت سے لیکر ایوان تک سب ہی متاثر ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ۵/منٹ کی بجائے مولانا ۲۰ منٹ تک تقریر کرتے رہے۔

فلید لینا کی عدالت میں ایک مرتبہ ایک دلچسپ مقدمہ زیر سماعت تھا اس مقدمہ میں ایک نامور وکیل مسٹر پٹرسن نے تین روز تک بڑی معرکہ آراء بحث کی، فریق مخالف کی طرف سے بھی نیویارک کا مشہور بیرسٹر جارج وڈ مقدمہ کی پیروی کررہا تھا، اس نے دیکھا کہ کام بگڑ چکا ہے، مخالفت کوئی معمولی قابلیت کا انسان نہیں، تین روز تک مسلسل بحث کر چکا ہے، عدالت بری طرح متاثر ہو چکی ہے، چند لمحے غور کے بعد اس کا دماغ ایک نکتہ پر پہنچا۔ جوابی تقریر کے لیے کھڑا ہوا اور کہا۔

''مالی لارڈ اینڈ جیوری ! آپ نے تین روز بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک میں بسر کیئے ، آپ ارضی لذائذ بھول گئے ہوں گے۔ لیجئے میری تقریر سنئے، اگر آپ نے اسے غور سے سن لیا تو آپ ان بادلوں سے اتر کر زمین پر چلنے کے قابل ہو جائیں گے۔''

ان چند تمہیدی فقروں سے عدالت میں ایک قہقہہ بلند ہوا ، طبیعتوں کی تھکن تازگی میں بدل گئی ، ظرافت کے چھیڑ سے نفسیات دانی کے افادے نے بادلوں کے استعارے سے ، ججوں کے ذہن کو دلائل سے ہٹا کر طوالت کی طرف منتقل کر دیا جس کا نتیجہ کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

''طنز وظرافت کی مثال پرانے زمانے کے جادو یا عملیات سے دی جا سکتی ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ ان میں کبھی بھی خامی رہ جائے تو دشمن کی بجائے خود عامل اس کا شکار ہو جاتا ہے ، طنز وظرافت کا بھی یہی حال ہے اگر اس کا وار خالی جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ مقرر میں کوئی خامی ہے ، اچھے طنز وظرافت کا معیار کمال ہی یہ ہے کہ وہ کبھی خالی نہ جائے۔'' (خنداق......از......رشید احمد صدیقی)۔

حاضر جوابی

بسا اوقات دوران تقریر میں سامعین کی طرف سے سوالات اٹھائے جاتے ہیں اگر جوابات خاطر خواہ نہ ہو تو تقریر کا سارا اثر خود بخود ختم ہو جاتا ہے،

عموماً اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ جواب ظرافت آمیز ہو۔

زیڈ اے بخاری انگلستان میں ایک جلسے کو خطاب کر رہے تھے، دوران تقریر میں انہوں نے کہا کہ ''ہم کشمیر میں استصواب عامہ چاہتے ہیں'' ایک کشمیری نوجوان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: ''میں کشمیری ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ استصواب عامہ ہو۔'' بخاری نے جواباً کہا:

''جس طرح آپ نے اپنے خیال کا اظہار کیا اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ کشمیر کے دیگر باشندے بھی اپنے اپنے خیال کا اظہار کریں گے اگر آپ کشمیر کے یکہ وتنہا باشندے ہوتے تو آپ کے خیال کے مطابق کشمیر میں استصواب عامہ کی ضرورت کو کالعدم قرار دیا جاتا۔''

لائیڈ جارج سابق وزیراعظم انگلستان ایک مرتبہ پارلیمنٹ میں تقریر کر رہے تھے کہ

ہمیں سوئیزرلینڈ کی آزادی کے لیے لڑنا ہوگا، ہمیں عمال کی حکومت کی آزادی کے لیے لڑنا ہوگا، ہمیں ڈنمارک اور ناروے کو آزاد کرانا چاہیے غرض وہ ہر ایک ملک کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں اس کی آزادی کے لیے لڑنا ہو گا، ایک رکن پارلیمنٹ اس تقریر سے اکتا گئے اور وہ اٹھ کر کہنے لگے کہ ہمیں جہنم کی آزادی کے لیے بھی لڑنا ہوگا۔ اس پر لائیڈ جارج کہنے لگے کہ ہاں یہ سچ ہے کہ ہر ایک کو اپنا وطن بہت ہی عزیز اور پیارا ہوتا ہے اور ہمیشہ اس کو اپنے وطن کی فکر لاحق ہوتی ہے لہٰذا اس کی آزادی کے لیے ہم آپ کی خاطر ضرور لڑیں گے۔

(اس پر پارلیمان میں ایک قہقہہ بلند ہوا)

مشہور سیاست دان لائیڈ جارج تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو مجمع میں سے ایک شخص نے پکارا۔ ''اسے دیکھو۔'' یہ تقریر کرنے چلا ہے اس کا باپ تو گدھا گاڑی ہانکتا تھا۔

لائیڈ نے ایک نظر اس شخص پر ڈالی اور پرسکون انداز میں کہا ''یہ شخص ٹھیک کہتا ہے، میرا باپ مر چکا ہے اور گاڑی بھی نہیں رہی مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گدھا اب بھی موجود ہے۔''

مقرر اور لباس

یہ حقیقت تلخ ہے مگر کونسی حقیقت ہے جو تلخ نہیں ہوتی کہ یہ دنیا تصنع اور بناوٹ کا گہوارہ ہے اور اہل دینا تصنع و بناوٹ کے پیکر و دلدادہ۔ تب ہی تو مقرر اور لباس کا ایک موضوع قائم ہو سکا ورنہ اس کا امکان نہ تھا۔

نئی جگہ جہاں کے لوگ مقرر سے ناواقف ہوں، نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے سامعین کی توجہ کلیتاً مقرر کے لباس اور اس کی ظاہری وضع پر مرکوز ہوتی ہے اور ساتھ ہی سامعین میں ایک خفیف سا مخالفانہ جذبہ یا سادہ الفاظ میں آزمائش و امتحان کا خیال پیدا ہوتا ہے، ایک کامیاب مقرر سب سے پہلے سامعین کے اسی جذبہ کو دبانا چاہتا ہے کیوں کہ کامیابی کے شہر کا یہ بھی ایک دروازہ ہے۔

مقررین، سامعین کے اس جذبے کو کیسے دبا سکتے ہیں اپنی فصیح و بلیغ تقریر سے؟ ہاں! مگر آپ کی تقریر کے زور، اثر اور ساحری کا فیصلہ تو اس وقت ہو سکے گا جب آپ اپنی تقریر کو ختم کر چکے ہوں گے۔

لیکن آپ نہیں جانتے کہ جوں ہی آپ تقریر کے لیے کھڑے ہوتے

ہیں آپ کا لباس اور آپ کی ظاہری وضع سامعین کی کلیۃً توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔

یعنی آپ اپنے لباس و ظاہری وضع سے سامعین کے اس جذبے کو دبا سکتے ہیں، ایک بار عرب کا مشہور خطیب نخار بن اویس غدری ایک معمولی عبا پہنے کسی مجلس کے کونے میں بیٹھا تھا۔ حضرت امیر معاویہ کی نظر پڑی تو حقارت سے دیکھ کر کہا ''ایسا آدمی کیا تقریر کرے گا۔''

بولا ...... ''یا امیر المومنین میری عبا نہیں بولے گی، میں بولوں گا۔'' مق بن زید نے ایک بار جبلہ الغنانی کے سامنے مدحیہ قصیدے کے ساتھ ایک پر فصاحت تقریر کی۔ جبکہ اس نے کہا ''شہد اچھا ہے برتن اچھا نہیں'' دمشق کی مسجد میں ایک خستہ حال مقرر آیا، رواج کے مطابق اس کو کوئی اہمیت نہ دی گئی لیکن جب اس نے اپنی خطابت کے جوہر دکھائے تب سامعین کو مقرر کی شخصیت کا پتہ چلا جب یہ معلوم ہوا کہ وہ عرب کا مشہور خطیب تھا، اس نے معذرت کی اور کہا:

''ہم اور تم دونوں مجرم ہیں، تم نے فقیروں کی صورت میں
آ کر بادشاہوں کی طرح تقریر کی۔''

حیدر آباد کے ایک بڑے مشاعرے میں ایک غریب شاعر پھٹے پرانے کپڑے زیب تن کئے ہوئے اپنی غزل سنانے کے لیے جوں ہی اسٹیج پر آیا اس کی ظاہری حالت سامعین کے لیے موضوع مذاق بن گئی باوجود اس کے کہ شاعر کا کلام دوسرے خوش پوشاک حضرات سے بدرجہا بہتر تھا۔

انسان کی شخصیت کا اندازہ اس کی خوبیوں کے ذریعہ کرنے والوں کی اس دنیا میں بہت کمی ہے۔

علیا بن ہشم نے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے نہایت

برجستہ تقریر کی، آپ ہمہ تن گوش رہے جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا:

"آدمی کا تجزیہ اس کی خوبیوں سے ہوسکتا ہے۔"

لاکھوں کی بگڑی ہوئی دنیا کو اپنے نفسیاتی مشوروں کے ذریعہ بتانے والے کارینگی نے کہا تھا:

"میں موسم گرما میں ہر سال دریائے میس پر مچھلی کے شکار کو جایا کرتا ہوں، بذاتِ خود مجھے بالائی خندق زیادہ پسند ہے مگر میں دیکھتا ہوں نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ مچھلی کیڑے مکوڑے پسند کرتی ہے اس لیے جب میں شکار کو جاتا ہوں تو اس پر غور نہیں کرتا کہ مجھے کیا پسند ہے بلکہ اس کا خیال کرتا ہوں کہ مچھلی کیا چاہتی ہے۔"

جب مچھلی کو للچانے کے لیے اس قدر اہتمام کی ضرورت ہے تو پھر انسانوں کی تسخیر کے لیے کیوں نہ اس سے زیادہ خیال رکھا جائے۔"

مقرر اور دانت

انسانی جسم کی چکی میں جس کو طبی زبان میں ہضمی نظام کہتے ہیں، دانت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ غذا کو ہاضم بنانا ان ہی کا کام ہے، تندرستی اور صحت کا دارومدار دانتوں پر ہے، دانتوں کی اہمیت وافادیت کا اندازہ شاید آپ اس امر کی وضاحت سے کرسکیں کہ یورپ میں فوج کے ہر سپاہی کے دانت اور دانت صاف کرنے کے برش کا ہر روز معائنہ کیا جاتا ہے۔

یورپ کی بعض بیمہ کمپنیاں اپنے گاہکوں کی حفاظت کے لیے اپنی گرہ

سے دانت بنانے اور دانتوں کی حفاظت کرنے کے لیے ڈاکٹروں کو مقرر کرتی ہیں۔ دانتوں کی بیماری سے جو اموات واقع ہوتی ہیں اور اس کا جو اثر بیمہ کمپنیوں کے مالیہ پر ہوتا ہے۔ اس نقصان سے بچنے اور خسارہ سے محفوظ رہنے کی خاطر بیمہ کمپنیاں ایسا عمل کرتی ہیں جس کے باعث انہیں خاطر خواہ نفع ہوتا ہے۔

دانتوں کی اکثر بیماریوں سے صحت انسانی متاثر ہوتی اور اکثر دفعہ تو ہلاکت کی منزلوں تک پہنچاتی ہیں، اس کی واحد وجہ دانتوں سے ہماری بیجا غفلت ہے، ہر روز صبح غذا سے زیادہ اہمیت دانتوں کو دیا کیجئے، علاوہ ازیں درمیان میں بھی جب کوئی چیز استعمال کی جائے تو دانتوں کو اچھی طرح صاف کرلیا کیجئے، کھانے کے بعد منہ کو اچھی طرح صاف کرلیا کیجئے، ایسا نہ کرنے سے دانتوں میں ریشے رہ جاتے ہیں جو سڑ گل کر فساد پھیلاتے ہیں نہ صرف ہضمی نظام کو بلکہ غدود، ناک، کان، پھیپھڑے اور دوسرے اعضاء کو بھی متاثر کرنے والی بیماریوں کا سبب بن جاتے ہیں، دانتوں میں غذا کے ذرات سڑ جانے سے دانت خراب ہو جاتے ہیں، جب ایک دانت خراب ہونا شروع ہوتا ہے تو اپنے پاس والے دانت کو بھی جلد سڑا دیتا ہے جیسا کہ ایک سڑا ہوا آدم اپنے قریب کے دوسرے آموں کو سڑا دیتا ہے۔ بہ یک وقت گرم و سرد اشیاء کا استعمال بھی دانتوں کے لیے مضر ہے۔

دانتوں کی صفائی، اہمیت اور اس کے حفاظتی طریقوں سے آگاہی مقرر کے لیے اس لیے بھی ضروری ہے کہ تقریر انسان کی ایک آواز ہے آواز کے صحیح مخزن کا دارومدار انسان کے آلات تکلم پر منحصر ہے، آلات میں سب سے پہلے جس چیز پر بار بار نظر پڑتی ہے وہ دانت ہیں، یہی وجہ ہے کہ دانت کی ساخت

اور اس کی مختلف کیفیات کا خطابت سے گہرا تعلق ہے۔

زید بن جندب، عرب کا ایک مشہور خطیب تھا جس کے دانت زرد تھے اور ایک دانت زائد، اہل ادب کا بیان ہے کہ اگر اس میں یہ دونوں عیب نہ ہوتے تو وہ عرب کا سب سے بڑا (بے عیب) خطیب ہوتا۔

ایک موقع پر خلاء بن یزید الارقط اور زید بن علی الحسین نے تقریریں کیں، اہل ادب کا بیان ہے کہ دونوں کی تقریریں ایک ہی معیار کی تھیں، مگر چوں کہ خلاء بن یزید کے اگلے دانت ٹوٹے ہوئے تھے اس لیے ان کے منہ سے ایک قسم کی بدنما آواز نکلتی تھی جو زید بن علی کو خلاء بن یزید سے ممتاز کراتی تھی۔

سب دانت گر جانے کی صورت میں تو حروف و الفاظ کا فصاحت سے ادا ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ صحت تلفظ کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ زبان کی گردش خلاء میں نہ ہو بلکہ اس کو منہ کے اطراف میں کوئی ایسی چیز ملنی چاہیے جس کے ساتھ اس کو مس یا اتصال کرنے میں مدد ملے۔ تمام دانت موجود رہنے کی صورت میں زبان کا اتصال دانتوں سے ہوتا ہے، دانتوں کے گر جانے پر مسوڑے ان کے قائم مقام ہو جاتے ہیں لیکن صرف چند دانتوں کے ٹوٹنے کی صورت میں زبان کی حرکت خالی فضا میں ہوتی ہے، دانتوں کی عدم موجودگی کے باعث احتکاک ممکن نہیں ہوتا، جو دانت بچ رہتے ہیں وہ ٹوٹے ہوئے دانتوں کے مسوڑوں سے ملنے میں مزاحم ہوتے ہیں جس کا نتیجہ تلفظ میں فرق کی صورت اختیار کرتا ہے، تلفظ کے فرق سے تقریر کے اثر میں کمی پیدا ہو جاتی ہے، جب حضرت امیر معاویہ کے اگلے دانت گر پڑے اس وقت سے آپ نے تقریر کرنی چھوڑ دی، عبدالملک کے دانت ہلنے لگے تو انہوں نے ان کو تاروں سے بندھوا دیا

اور کہا۔

''اگر منبر اور عورتیں نہ ہوتیں تو میں ان کے ٹوٹ جانے کی پرواہ نہ کرتا۔''

حضرت سہل بن عمرو جو عرب کے مشہور خطیب تھے اور اسلام لانے سے پہلے رسول کریم ﷺ کی مخالفت میں تقریریں کیا کرتے تھے، ان کے نیچے کے ہونٹ کٹے ہوئے تھے وہ ایک غزوہ میں گرفتار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ان کے نچلے دانت اکھاڑ دیئے جائیں تا کہ ان کی زبان میں لغزش پیدا ہو جائے اور اس طرح ان کی تقریروں میں اثر باقی نہ رہے۔

آواز

کیا آپ جانتے ہیں کہ آواز میں اتنا اثر کیوں ہے کہ وہ پردۂ گوش سے دماغ تک پہنچتے ہی سرچشمۂ خیالات و جذبات کو جگاتی اور دل پر بے انتہا اثر کرتی ہے تب ہی تو ایک دردناک آواز سے زیادہ کوئی چیز جذبات کو ابھارنے والی نہیں؟

ارل آف ڈربی، گلیڈاسٹون، وبسٹیر، جان ایڈم، ہاں ان میں ہر ایک اپنی آواز کی خوبی میں ممتاز تھا۔ تب ہی تو تاریخ خطابت نے انہیں حیات دوام بخشی۔

خطابت کے لیے آواز کا اچھا ہونا اثر پذیری کا ایک موثر ذریعہ ہے شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ:

لارڈ چٹلم کو آواز کی خوبی ہی نے شہرت بخشی تھی اور یہ بھی آواز کی خوبی کا نتیجہ تھا کہ ولیم بٹ ۲۱ سال کی عمر میں شہرت کی اس منزل پر پہنچ گیا جس کو منتہائے شہرت کہتے ہیں اور شاید آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ:

اپنے حافظے کے خزانہ میں علوم و فنون کے لعل و گوہر رکھنے والے "برک" کا مقام اس کی کرخت آواز نے متاثر کیا تھا۔

اہل عرب بھی بلند آواز خطیب کی مدح اور پست و خراب آواز خطیب کی ہجو کیا کرتے تھے۔

کسی نے ایک بدوی سے پوچھا: "حسن کیا چیز ہے؟"

بولا۔ "لمبا قد، بڑا سر، چوڑا منہ اور بلند آواز۔"

عرب کا ایک شاعر ایک مقرر کی ہجو میں کہتا ہے:

ومن عجب الایام ال قمت ناتها

وانت مثیل الصوت منقع السحری

("یہ نہایت عجیب بات ہے کہ تو بولنے کھڑا ہوا ہے حالانکہ تیری آواز پست ہے اور تیرا دم چڑھنے لگتا ہے۔")

تو معلوم ہوا کہ آواز میں ایک قسم کی موسقیت ہوتی ہے جو اثر پذیری کی روح ہے۔

آپ بھی اپنی آواز میں اس قسم کی موسقیت پیدا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ نہ اتنا تیز بولیں کہ ڈزل کار کی رفتار ہو اور نہ اتنا دھیما کہ بنڈی کی رفتار معلوم ہونے لگے۔ بلکہ ایک سیکل کی جو اوسط رفتار ہو سکتی ہے، یہی رفتار آپ کی تقریر کے لیے مناسب ہے۔

بعض مقررین کی تقریریں، پنجاب میل کے مشابہ ہوتی ہیں اور بعض اتنی سست رفتاری سے تقریر کرتے ہیں گویا وہ چمن میں چہل قدمی فرما رہے ہیں، تقریر کی رفتار تقریر کے مختلف حصوں میں مختلف ہونی چاہیے۔ جہاں دلائل کی تشریح مطلوب ہو وہاں، آہستگی وسہولت لازم ہے، جہاں جوش کا اظہار مقصود ہو وہاں آواز کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

تیز رفتاری سے تقریر کے باعث دوران تقریر میں آپ کا ہر لفظ سامعین کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر لفظ کا ایک مقام ہوتا ہے اور ساتھ ہی ہر لفظ کی ایک روح (جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی) لہٰذا ہمیں مختلف اوقاف کے ادا کرنے کے دوران میں اتنی دیر سانس کو توڑنا اور دم لینا چاہیے جتنا ان مختلف اوقاف کا مقصد ہوتا ہے۔

ہر فقرے کو آواز کے مناسب اُتار چڑھاؤ سے ادا کیجئے، اسی مناسبت سے جس مناسبت سے لکھنے یا بولنے والے نے لکھا یا بولا ہے۔ ایک فقرے سے دوسرے فقرے کو جدا کرنے کے لیے ذرا سا وقفہ تقریر کو سریع الہضم بنا دیتا ہے، صاف اور بلند آواز سے خوش آیند لہجہ میں ایسی تقریر کیجئے کہ الفاظ صاف ادا ہوں اور سماعت پر بار نہ ہو۔

واس کے ایک مشہور وکیل بیری نے لکھا ہے کہ:

''میں ایک بہت اچھا مقدمہ اس وجہ سے ہار گیا کہ میں نے بحث بلند آواز سے شروع کی اور اس کی وجہ سے میرا دماغ بہت جلد تھک گیا اور میرے قویٰ دماغی بالکل معطل ہوگئے، میں باوجود اپنی کوشش کے اپنی آواز کو پست نہ کرسکا، نتیجہ یہ

ہوا کہ میں مقدمہ ہار گیا۔"

آواز کی صفائی کا تعلق ناک کی صفائی سے ہے، نزلہ اور زکام کی حالت میں آواز کا بھاری ہو جانا ناک کے نتھنوں سے آواز کے تعلق کی اچھی مثال ہے۔ نتھنوں کی صفائی سے آواز کی صفائی کا گہرا تعلق ہے لہٰذا اس طبی مشورے کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔

آواز کے تعلق سے ذیل میں سی ہار ٹیلے کا مشورہ پیش کیا جاتا ہے جو ہر لحاظ سے جامع اور قابل عمل ہے اور جو نتیجہ کے اعتبار سے فائدہ بخش اور مفید ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

"روزانہ آواز سے پڑھو یا روزانہ تقریر کرو (خواہ وہ تقریر تنہائی میں ہو) مگر شروع میں آواز کو اوسط درجہ پر استعمال کرو۔ رفتہ رفتہ اس کی بلندی کے درجے کو اونچا کرتے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری آواز اس بلند درجہ پر پہنچ جائے جہاں سے اگر تم اپنی آواز کو اور اونچا لے جاؤ تو تکان بھی ہو اور آواز پر زور بھی پڑے اس بلندی پر پہنچ کر ٹھہر جاؤ اور آواز کو بلند لے جانے اور تھکانے کی غلطی نہ کرو۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ آواز کے درجے کو پست کرنا شروع کرو یہاں تک کہ تمہاری آواز اس جگہ پر آجائے جہاں سے تم نے اسے بلند کرنا شروع کیا تھا، روزانہ کی مشق صرف اس قدر ہونی چاہیے کہ آواز میں تکان کے آثار پیدا نہ ہوں کیونکہ آواز کو تھکانے کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو آواز کے استعمال کے سرے

سے مشق ہی نہ کرنے کا ہوتا ہے۔"

اس سلسلے میں ہارٹلے نے غذا کے متعلق بھی چند مفید مشورے دیئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ "وہ چیزیں نہ کھاؤ جن کے متعلق تجربہ تمہیں یہ بتائے کہ وہ تمہارے حلق اور آواز کو خراب کرنے والی ہیں۔ آواز اور حلق کو صاف کرنے کے لیے ایسی دوائیں بھی استعمال نہ کرو جو وقتی طور پر مفید مگر مستقل طور پر مضر ثابت ہوں۔"

(ہنرمند) اپنے آلات صفائی کا خیال رکھتے ہیں، تقریر بھی ایک ہنر ہے اور مقرر ہنرمند، لہٰذا ہمیں بھی اپنی آواز (بشمول آواز) کا بطور خاص خیال رکھنا چاہیے......۔

ایکشن کی اہمیت

الفاظ کی ترجمانی کا مفہوم جب حرکات وسکنات سے تکمیل پاتا ہے تو اس کو ہم مقرر کی اداکاری کہتے ہیں، ہر اندرونی جذبہ اپنی بیرونی علامت سے پہچانا جاتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو موثر آثار و کیفیات کے پیدا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، اس معاملے میں، سی ہارٹلے کہتا ہے:

"چہرے پر مؤثر آثار و کیفیات طاری کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ جو کچھ تمہاری زبان سے نکل رہا ہے اور جن الفاظ و واقعات سے سامعین کو متاثر کرنا چاہتے ہو تو اس کو سمجھو اور اس کو محسوس کرو۔"

"سمجھو اور محسوس کرو" کے الفاظ میں خلوص و جوش کی اہمیت کو واضح کیا

جا رہا ہے۔ یہ الفاظ دیگر مقرر کے لیے ایکشن اس کا قدرتی وصف ہے، دورانِ تقریر میں ایکشن سے کام لینا عرب کے مشہور خطیب ابوشمر اور اس کے بعض ہم عصروں کی نظر میں مقرر کی کمزوری کا ثبوت خیال کیا جاتا تھا۔

ابوشمر ایک موقع پر ابراہیم بن سیار النظّام سے مخالفانہ گفتگو کر رہا تھا۔ تو خود بخود اس کے ہاتھ پاؤں میں ایک قسم کی حرکت پیدا ہوگئی اور اس طرح یہ ثابت ہوا کہ زور کلام کے لیے ایکشن کوئی مصنوعی چیز نہیں بلکہ یہ ایک قدرتی وصف ہے۔

ایک یونانی فصیح کی تعریف کرتے ہوئے کسی نے خوب کہا ہے کہ:

''اس کی پرجوش تقریر میں نہ صرف اس کی زبان بولتی تھی
بلکہ اس کا ہر عضو زبان بن جاتا تھا۔''

ایکشن کی اہمیت قطع نظر اس کے کہ وہ ایک قدرتی وصف ہے وہ اپنا ایک نفسیاتی اثر بھی رکھتی ہے۔

اور خود گنازی کی تقریر کی دلکشی بھی اس کے موثر اشارات کی رہین منت تھی۔ کرنل گراہم نے اپنی تقریر کی کامیابی کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

''متغیر چہرہ اور ایکشن ہی سامعین کے دلوں پر اثر کی بجلی
گراتے ہیں۔''

لیکن ساتھ ہی اس بات کا خیال بھی ضروری ہے کہ حرکات فطری اور بے تکلف ہوں اپنی مصنوعی حرکات جو غیر موزوں اور دکھاوے کی دکھائی دیں وہ اثر کے اثر میں کمی کا موجب بن جاتے ہیں اس لیے مقرر کو چاہیے کہ وہ الفاظ کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ اس سے برموقع موزون اور مناسب حرکات

سرزد ہوں، آئینے کے سامنے تقریر کی مشق کر کے بھی اپنی غیر موزوں حرکات سے پرہیز اور موزوں و مناسب حرکات کے اختیار کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے اور اس طرح کے عمل سے ہم سامعین کے قلوب کو متاثر کر سکتے ہیں۔

لندن کے ایک بڑے پادری نے ٹیرمین سے پوچھا کہ:

''یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اسٹیج پر کسی ایسی حکایت کو بیان کر کے جس کے سچ ہونے کا لوگوں کو یقین نہ ہو اور ساتھ ہی اس واقعہ سے ان کا کچھ تعلق بھی نہ ہو ان کو رُلایا یا ہنسایا جائے اور اس طرح ان کے جذبات بے قابو کر دیئے جاسکیں۔ حالانکہ یہی لوگ وعظ وغیرہ کے موقع پر جو ان کے فائدے اور آرام سے متعلق ہوا کرتا ہے بالکل خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔''

اس تماشہ گر نے جواب دیا:

''یہ اس لیے کہ ہم اداکار ہیں...... تم سچ کو بطور فسانہ ظاہر کرتے ہو، ہم فسانے کو مانند سچ۔''

ہم بھی ''فسانہ کو مانند سچ'' کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم ہر وقت ہاتھ پیر، انگلیوں وغیرہ کے ذریعہ مختلف جذبات و خیالات کا موثر ذریعہ سے اظہار کریں۔

ایک موقع پر قائد ملت نواب بہادر یار جنگ اصلاحات کے عنوان پر تقریر فرما رہے تھے، دورانِ تقریر میں سر اکبر حیدری کی مخالفت مقصود تھی نواب صاحب نے جھکتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اپنے قدموں تک لے جاتے ہوئے فرمایا کہ:

"جی چاہتا ہے کہ سر اکبر حیدری کو پانچ (پیر کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے) سلام کروں...... مقصود پانچ سلام نہ تھے بلکہ خاطر خاص کے لیے...... پانچ......؟"

مجمع میں ہر ایک اس نکتے کو سمجھ گیا...... مجمع کی تھکی ہوئی طبیعتوں میں پھر سے تازگی آ گئی...... سارا مجمع ہنس پڑا۔

اس طرح ایک طرف مطلب خاص کی ادائی ایکشن کے ذریعہ انجام پا گئی اور دوسری طرف تھکی ہوئی طبیعتوں کو تازگی مل گئی۔

خطبائے عرب کے نزدیک بھی ایکشن کی بڑی اہمیت تھی، دورانِ تقریر میں موثر اشارات سے کام لینے والے خطیب کو حقیقی معنوں میں خطیب سمجھا جاتا تھا۔

نفسیات

مقرر کو سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ فطرتِ انسانی کا نباض ہو، نفوس بشری کے باہمی تاثیر و تاثر، فعل و افعال کے قوانین کا رازداں ہو، یہ جانتا ہو کہ جذبات انسانی سے کس طرح کھیلا جاسکتا ہے، اس گویئے کا تصور کرو جو اس نکتہ سے ناآشنا ہے کہ مختلف راگ، کن کن حالات نفس کے متناسب ہوتے ہیں پھر دیکھو کہ یہ پیشہ ور اپنے ان حریفوں سے جو حیات انسانی کے ان نکات سے آشنا ہوتے ہیں کامیابی کی دوڑ میں کس قدر پیچھے رہ جاتا ہے، قائدین کی اثر پذیر تقریروں کی نمایاں خصوصیت ان کی نفسیات دانی ہے۔ یہی وہ خصوصیات ہے جس کی بدولت وہ بڑے سے بڑے مجمع کو اپنے قابو میں رکھ سکتے

ہیں اور وہ (عوام) ایسے محوِ سماعت ہو جاتے ہیں کہ قوت فیصلہ ان سے سلب ہو جاتی ہے اور وہ (سامعین) مقرر کے اشاروں پر کام کرنے لگتے ہیں۔

غرض، دنیا میں جتنے علوم وفنون، جتنے پیشے اور جتنے مشاغل انسان کے لیے ہو سکتے ہیں ان میں ایک بھی ایسا نہیں جس میں حصول کامیابی کے لیے حیات نفسی کے اصول وقوانین کی باقاعدہ تشریح کی جاتی ہے۔ اسی کا نام نفسیات ہے۔..... سامعین کے احساسات، مجموعے کے جذبات کا صحیح اندازہ مقرر کی کامیابی اور تقریر کی اثر پذیری کا بڑا ذریعہ ہے، مجمع کی مثال ان ندیوں کی سی ہے جو مختلف سمتوں سے آ کر ایک بڑے دریا میں مل جاتی ہے، اس طرح اس کے حرکات وسکنات اجتماعی احساس کے تابع ہو جاتے ہیں، اس اثر کو کام میں لانے کے لیے چند تاثرات کارفرما ہوتے ہیں، جن میں بعض کا تعلق مقرر کی ذات سے اور بعض کا مجمع کے افراد سے ہوتا ہے۔ فلسفۂ جذبات سے آ گاہی کے لیے علم النفس کا گہرا مطالعہ ازبس ضروری ہے، ہم ذیل میں نفسیات سے متعلقہ ان امور سے بحث کریں گے جن کا تعلق مبتدیان فن سے ہے۔

۱- کسی جلسے میں شرکت سے پہلے اس جلسے کی نوعیت کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے یعنی ایک مذہبی اجتماع کے احساسات اور ایک ادبی اجتماع کے احساسات اور ان اجتماعات کی نفسیات میں کافی فرق ہوتا ہے۔

۲- عام طور پر مبتدیانِ فن اپنا اثر قائم کرنے کی غرض سے خودستائی پر اتر جاتے ہیں اور اس طرح انہیں اپنی بڑائی منظور ہوتی ہے لیکن بقول کوئنٹیلس "سب سے بڑھ کر مقرر کے لیے ہر قسم کی خودستائی معیوب ہے" لہٰذا ہمیں ہر قسم کی خودستائی سے دور رہنا چاہیے کیونکہ خودستائی اور

ہمہ دانی کے اظہار سے نعمت، لعنت بن جاتی ہے،...... بقول علامہ اقبال: ''نعمت کے مطابق انان کو ظرف نصیب نہ ہو تو نعمت لعنت، بن جاتی ہے۔''

۳۔ نومشق مقررین سے عموماً مضحکہ خیز غلطیاں سرزد ہوتی ہیں جو سامعین کے مذاق کا موجب بن جاتی ہیں، یا مخالف مجمع ہو تو ایسی صورت میں مقرر کی تواضع ایسے الفاظ سے کی جاتی ہے جس پر اسے غصہ آئے اور وہ جھنجھلا اٹھے، ایسے موقعوں پر غصے کا اظہار کرنا گویا مخالفین کو ان کے ارادوں میں کامیاب کرنا ہے۔ مخالفین کے سامانے اپنے خیالات کو اس طور پر پیش کرنا چاہیے کہ گویا ایک نئی چیز غور کے لیے پیش کی جا رہی ہے، دلائل کی مناسبت سے آواز میں مناسب اُتار چڑھاؤ ہونا چاہیے، علم نفسیات ہی کی بدولت ایک مقرر ایک مخالف مجموعے کی مخالفت کو یا مخالف مجمع میں اپنے مقصد کو کھونے کی بجائے علم منطق کی مدد سے استغرائی و استغراجی طریقوں کو کام میں لاتا ہے اور عوام کے جذبات پر قابو پاتا ہے۔

۴۔ مجمع کے قومی خصوصیات کا ذکر کرکے اگر ان سے اپیل کی جائے تو یہ ان کی نفسیات کے عین مطابق ہے کیونکہ...... بقول ڈیل کارنیگی:

''ہر ایک کو اپنی تعریف پسند ہے۔''

۵۔ عوام کے جذبات سے اپیل کرو۔

۶۔ مخالفین میں تقریر کرتے ہوئے ہمت و حوصلے سے کام لو اور اپنے دلائل کے ذریعہ مخالفین کی ہمتیں پست کرنے کی کوشش کرو، یورپ کی ایک

مشہور یونیورسٹی کا ایک پروفیسر جس کی دستارِ علم پر طرۂ دولت بھی ایک شب جب کہ وہ اپنے کمرے میں تنہا سو رہا تھا دفعتہً ایک ڈاکو پستول سے مسلح اس کی خوابگاہ میں داخل ہوا اور پستول کو پروفیسر کی پیشانی پر رکھ کر اس سے چھپی ہوئی دولت کا پتہ دریافت کر رہا ہے، سوئے ہوئے پروفیسر کی آنکھ کھلتی ہے تو خفتگی بخت کا منظر روبرو نظر آتا ہے اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کہ اگر ذرا بھی شور وغل یا مدافعت کی گئی تو شاید پھر ہمیشہ کے لیے سو جانا پڑے۔

اب نفسیات دانی کا افادہ عملی دیکھو کہ اس کے چہرہ پر اضطراب و بدحواسی کی خفیف سے خفیف علامت بھی ظاہر نہ ہونے پائی وہ نہایت اطمینان اور بے خوفی کے ساتھ ڈاکو سے کہتا ہے کہ:

"یہ کیا مردانگی ہے کہ ایک سوئے ہوئے غیر مسلح شخص پر تم تین آدمی مل کر حملہ آور ہوتے ہو۔"

ڈاکو جو تنہا آیا تھا، گھبرا کر پیچھے دیکھنے لگتا ہے کہ یہ دو اور ساتھی کہاں سے پیدا ہوگئے، پروفیسر کو کوئی موقعہ ہاتھ آ گیا، وہ حملہ آور سے جھپٹ کر پستول چھین لیتا ہے اور اسے بہ آسانی مغلوب کر لیتا ہے۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ پروفیسر سیکالوجی (نفسیات) کا پروفیسر تھا جو نفسیات کے اس راز سے واقف تھا کہ ایسے موقعوں پر کامیابی کا سب سے موثر ذریعہ اپنے حواس کو مجتمع رکھنا اور حریف کو بدحواس کر دینا ہے۔

تقریر کی قسمیں

بہ اعتبار مقصد تقریر کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً مذہبی پرچار، سیاسی پروپیگنڈہ، ادب کی اشاعت وغیرہ وغیرہ، لیکن ان کی تقسیم سیاسی و غیر سیاسی کی بنیاد پر بھی کی جاسکتی ہے، ہم اسی بنیاد پر اس کی تفصیلات بیان کریں گے۔

سیاسی نوعیت کی تقریروں میں پارلیمنٹری تقریریں، انتخابی تقریریں، کسی سیاسی رہنما کا یوم پیدائش، تاریخی دن اور تاریخی مہینے مثلاً ۱۵ اگست ۲۶ جنوری، یوم مئی، یوم لینن وغیرہ شامل ہیں۔

پارلیمانی تقریروں میں آداب پارلیمنٹ کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ یہ عام تقریروں سے کافی مختلف ہوتی ہیں اور ان تقریروں کا مقصد ان مسائل کا اظہار ہوتا ہے جو عوامی شکایت یا ضرورت کی شکل میں رکن پارلیمان کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

انتخابی تقریریں

کسی اسکیم کو کامیاب بنانے اور کسی مقصد کو قبولیت عامہ عطا کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کی ضرورت ہوتی ہے، انتخابی تقریروں میں اپنی مخالف جماعتوں کی مخالفت، امیدوار کی شخصیت اور جماعت کی اہمیت (جماعت کا دو امیدوار ہے) ظاہر کی جاتی ہے۔ اس قسم کی تقریروں میں انداز بیان عام فہم اور دلکش، بیجا طوالت سے گریز اور ظرافت کی چاشنی ضروری ہے۔

کسی سیاسی رہنما کا یومِ پیدائش، یا تاریخی دن

برونگ کہتا ہے:

”جو قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلا دیتی ہیں،
تاریخ بھی ان قوموں کو فراموش کر دیتی ہے۔“

ہر ذی شعور قوم، اپنے خاص دنوں کی یاد اور اپنے رہنماؤں کا یومِ پیدائش و یوم وفات مناتے ہیں، اہل ہند ۱۵ اگست اور ۲۶ جنوری کو خوشی و مسرت کا دن سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی جہاں نہرو جینتی منائی جاتی ہے وہیں گاندھی جی کے قتل کا دن ان کے لیے سوگواری و ماتم کا دن ہوتا ہے۔

اس قسم کی تقریروں کے لیے قبل از قبل مواد اور ضروری معلومات کا مہیا رکھنا سہولت کا موجب ثابت ہوتا ہے، اس قسم کی تقریروں میں طرزِ بیان کو بڑا دخل ہے...... اِس قسم کی تقریروں کے علاوہ اور یوں تو تقریر کی اور بھی قسمیں ہیں لیکن ان کی تفصیلات کی مبتدیانِ فن کو چنداں ضرورت نہیں ذیل میں عام سیاسی جلسوں کے بارے میں چند ایک اہم باتیں بیان کی جائیں گی جن کا تذکرہ ازبس ضروری ہے:

جلسہ ہائے عام

جلسہ ہائے عام کی بھی مختلف قسمیں ہیں مثلاً سیاسی جلسۂ عام، ادبی جلسۂ عام، بعض جلسے موقتی مسائل کے تعلق سے طلب کئے جاتے ہیں، بعض خاص مقاصد کے تحت، موقتی مسائل کے تعلق سے جو جلسے طلب کئے جاتے ہیں ان کے تعلق سے ہر کس و ناکس کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے، لیکن ان جلسوں کے متعلق جو بعض خاص اغراض کے تحت طلب کئے جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ واقفیت رکھتے ہیں، ان جلسوں میں وہ جلسے بھی شامل ہوتے ہیں جو جلسہ سالانہ

کے نام سے موسوم ہیں، ہر جماعت خواہ وہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی اپنے سال کے ختم پر ایک جلسہ عام طلب کرتی ہے۔ اس قسم کے بڑے جلسوں میں انتظامی دشواریوں کو ختم کرنے کی غرض سے گیارہ ارکان (یا حسب ضرورت اس سے کم یا زیادہ) پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے اس کمیٹی کو مجلس استقبالیہ کہتے ہیں، اس کا ایک صدر اور ایک معتمد ہوتا ہے، جلسے کا افتتاح صدر استقبالیہ کے خطبے سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں صدر جلسہ اپنا خطبہ پڑھتا ہے، پھر مقررین کی باری آتی ہے جو مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ ان جلسوں میں مختلف تحریکات بھی پیش کی جاتی ہیں۔ جو اکثر و بیشتر بلا اختلاف منظور کرلی جاتی ہیں۔ جلسے کا اختتام معتمد انجمن کے شکریئے پر عمل میں آتا ہے۔

چونکہ جلسہ عام میں مختلف طبقات کے افراد شریک رہیت ہیں اس لیے ان جلسوں میں تقریر عام فہم زبان میں کی جانی چاہیے، ان جلسوں میں عوام کے قلب و دماغ کو دلائل سے نہیں بلکہ جذبات سے متاثر کیا جاتا ہے اور اس طرح ان میں جوش پیدا ہوتا ہے، عوامی تقریروں میں جوش کی وہی اہمیت ہے جو اہمیت چاۓ میں شکر کی ہے۔

جانتے ہو! جوش کیا چیز ہے؟

جوش نام ہے اس کیفیت کا جو اندر ہی اندر کام کرتی اور حاضرین کو اپنا مافی الضمیر محسوس کرواتی ہے۔

جوش پیدا کرنے والی تقریروں میں پہلے دعوے کا پیش کرنا مفید نہیں ہوتا بلکہ اکثر یہ طریقہ مفید ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اپنے دلائل پیش کیے جائیں، دلائل کو کچھ اس طور پر پیش کیا جائے کہ سامعین بطور خود ہمارے اظہار خیال سے وہی نتیجہ نکالیں جو ہمیں ثابت کرنا ہے۔

یاد رکھو! عوامی تقریروں میں داناؤں کی طرح غور کرو اور عوام کی زبان

میں بولو، دلائل سے زیادہ ''جوش'' عوامی جذبات کے دھارے کو بدلتا ہے۔

خطبۂ استقبالیہ

جلسہ کی اصل کارروائی خطبۂ استقبالیہ سے شروع ہوتی ہے، اس خطبہ میں صدر مجلس استقبالیہ سب سے پہلے جلسہ کی نوعیت بعد ازاں مسائل متعلقہ پر روشنی ڈالتا ہے۔

حاضرین جلسہ کے جذبات کی تعریف اور صدر جلسہ کے بارے میں اظہارِ خیال کے علاوہ بعض اوقات اس مقام کی تاریخی یا علمی حیثیت کا بھی ذکر آتا ہے جس مقام پر جلسہ منعقد کیا جاتا ہے...... صدر استقبالیہ کے مخاطب صدر جلسہ، مندوبین، مہمانان (عمومی وخصوصی) اور عوام ہوتے ہیں، آخر میں عوام، مہمان اور صدر جلسہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے جلسہ کی کامیابی کے تعلق سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

خطبۂ صدارت

خطبۂ صدارت جلسہ کی نوعیت پر منحصر ہے، مثلاً ادبی جلسے اور سیاسی جلسے کے خطبۂ صدارت ایک ہی نوعیت کے نہیں ہوسکتے۔

مخاطبت

خطیب کے مخاطب یوں تو عوام ہوتے ہیں مگر وہ بطور خاص صدر مجلس استقبالیہ و اراکین مجلس استقبالیہ کے علاوہ مہمانِ خصوصی کو مخاطب کرتا ہے......

خطبۂ صدارت خواہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی ان میں چند چیزیں مشترک ہوتی ہیں۔ مثلاً اپنے انتخاب پر عوام کا عمومی طور سے اور مجلس استقبالیہ کا خصوصی طور سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کسر نفسی سے کام لیتے ہیں۔

بعد ازاں بسا اوقات مقام جلسہ کی اہمیت (یعنی اس کی تاریخی یا ادبی حیثیت کا تذکرہ) بھی درمیان میں آجاتا ہے۔ بعد ازاں موضوع متعلقہ پر مختلف ذیلی عنوانات کے تحت مختلف نقاط کو پیش نظر رکھتے ہوئے اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔

مذہبی خطبے عموماً آیتوں یا اشلوک سے شروع کیے جاتے ہیں اور ان کا اختتام دعائیہ جملوں یا کسی آیت پر عمل میں آتا ہے، سیاسی خطبوں میں آخر میں ایک بار پھر سے اپنے مدعا کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے جذبۂ عمل کو ابھارا جاتا ہے۔

ادبی خطبوں میں عموماً موضوع متعلقہ کو پھر سے مختصر الفاظ میں دہرایا جاتا ہے یا قول یا شعر پر اختتام عمل میں آتا ہے۔ خطبہ استقبالیہ اور خطبۂ صدارت کو قبل از قبل لکھ کر تیار رکھا جاتا ہے کیونکہ دستور کے مطابق یہ خطبے زبانی نہیں دیئے جاتے۔

رپورٹ

جلسہ سالانہ میں معتمد انجمن اپنے سال بھر کی رپورٹ، بغرض توثیق پیش کرتا ہے، رپورٹیں عموماً خشک اور غیر دلچسپ ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ عوام کو اس سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے دلچسپ انداز میں پیش کیا جائے۔

سالانہ رپورٹ کے علاوہ، بعض جلسوں کی ہفتہ واری، پندرہ روزہ ماہانہ، سہ ماہی رپورٹیں بھی ہوتی ہیں۔ معتمد ہر جلسے کی روداد کو اسی نوعیت کے دوسرے جلسے میں پیش کرکے حاضرین سے توثیق حاصل کرتا ہے، حاضرین کی توثیق پر صدر جلسہ اپنی دستخط ثبت کرتا ہے، روداد میں عموماً حسب ذیل باتیں بیان کی جاتی ہیں: (۱) صدارت (۲) جلسہ کی تاریخ (۳) وقت (۴) مقام جلسہ (۵)

جلسے کی نوعیت (اگر تقریر یا مباحثہ ہو تو رائے شماری اور اس کا عنوان اور اگر کسی ادبی یا سیاسی یا مذہبی انجمن کی سالانہ رپورٹ ہو تو اس میں سال بھر جن مسائل کو سلجھانے اور جن اسکیمات کو روبہ عمل لانے کی سعی کی گئی اور اس تعلق سے جو جدوجہد کی گئی اس کے جو نتائج برآمد ہوئے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے)۔

تحریکات

کسی شخص کی جانب سے جب اس کا اپنا خیال یا عوامی خیالات سے متاثرہ خیال تحریری شکل میں، کسی اجتماع میں بغرض منظوری پیش کیا جاتا ہے تو وہ تحریک کہلاتا ہے۔ لیکن عوام کی منظوری کے بعد اس کی انفرادی حیثیت باقی نہیں رہتی، بلکہ وہ عوام کا خیال سمجھا جاتا ہے۔

تحریک پیش کرنے والا محرک اور اس کی تائید کرنے والا مؤید کہلاتا ہے...... پہلے محرک، تحریک پڑھ کر سناتا ہے اور پھر اس تحریک کی اہمیت و افادیت کو واضح کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں مؤید محرک کے خیالات کی روشنی میں تحریک کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

محرک کی تحریک کا کوئی جز تشنہ ہو یا قابل اعتراض ہو تو ایسی صورت میں سامعین کو اس میں ترمیم کا بھی اختیار ہوتا ہے لیکن بعد ترمیم اس تحریک کا دوبارہ (بغرض منظوری) پیش کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ اگر کسی تحریک کو کسی وقت یا کسی اور وجہ سے ملتوی کرنا چاہیں تو اس کے لیے تحریک التوا پیش کرنی پڑتی ہے جس پر حاضرین کی آراء کے بعد صدر، نتیجے کا اعلان کرتا ہے۔

اگر محرک اپنی تحریک واپس لینا چاہے تو اس وقت تک واپس لے سکتا ہے جب تک کہ تحریک کی وضاحت نہ کی گئی ہو، اگر تحریک کی وضاحت کی جاچکی ہو تو ایسی صورت میں تحریک کی واپسی کے لیے حاضرین کی آراء ضروری ہو جاتی ہیں۔

شکریہ

یہ بھی ایک رسم کہن ہے، اس رسم کی تکمیل نہ صرف مختلف انجمنوں کے ادبی، سیاسی، مذہبی جلسوں میں ہوتی ہے بلکہ وہ مختلف سماجی پروگرام بھی ان سے مستثنٰی نہیں جو ڈراموں اور سماجی سنگیت ورائٹی شو، وغیرہ کی شکل میں اپنے پروگرام پیش کرتی ہیں:

شکریہ (جو پروگرام کا آخری جز ہوتا ہے) اس میں حاضرین و معاونین کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، شکریے میں الفاظ شستہ و سبک اور شیریں، اندازِ بیان سلجھا ہوا ہو تو اس کا اثر دوبالا ہو جاتا ہے۔

غیر سیاسی تقریریں

غیر سیاسی تقریروں میں مذہبی تقریریں، ادبی تقریریں، اصلاحی تقریریں اور سماجی تقاریب سے متعلقہ تقریریں شامل ہیں۔

مذہبی تقریریں

مذہبی تقریروں کی کئی قسمیں ہیں مثلاً تقریر، وعظ، ذکر وغیرہ۔ مذہبی جلسوں کا مقصد روحانی ترقی اور باطنی شائستگی ہوا کرتی ہے، یہ تقریریں بھی کئی نوعیت کی ہوتی ہیں، مثلاً پیمبر یا نبی کا یوم پیدائش، نیز خاص مذہبی دن مثلاً شب برات، شب معراج، بعض دیگر مذاہب کے تہوار مثلاً گنیش، چوتھ وغیرہ، علاوہ ازیں مختلف مذہبی مسائل پر بھی عام طور پر تقریریں ہوا کرتی ہیں، ان مختلف حیثیتوں کی مذہبی تقریروں کا مقصد اپنے مذہب کی خوبیوں کا پرچار اور اس کا تحفظ ہوا کرتا ہے۔ یہ تقریریں عام تقریروں سے بالکل مختلف ہوا کرتی ہیں، ان تقریروں میں اندازِ بیان دلکش اور پراثر و پردرد، الفاظ سبک و شیریں، دلائل

دلنشین ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی ان متذکرہ بالا خوبیوں کو بیجا طوالت سے متاثر نہ کیجئے۔

ان خاص خاص مہینوں اور ان تاریخوں کا انتظار کیجئے جو آپ کو تقریر کا موقع فراہم کرتے ہیں، ان تقریروں کے لیے اپنی فرصت کے اوّلیں لمحات میں ضروری مواد کو فراہم کرلیا کیجئے۔ اور تقریر سے کچھ دنوں پیشتر اپنے مواد پر نظر ثانی کرلیجئے اور اس نظرثانی کے وقت جو ضروری باتیں ذہن میں آئیں انہیں بھی سپردقلم کرکے ان پر غور کیجئے اور ان باتوں کو پیش نظر رکھئے جو ''تقریر کرنے کے طریقے'' کے زیرعنوان بیان کی گئی ہیں۔

ادبی تقریریں

ادب سے متعلقہ تقریروں کو ادبی تقریر کہتے ہیں۔ ان تقریروں کی بہ اعتبار مقصد کئی قسمیں ہیں مثلاً تقریر توسیعی، تقریر مباحثہ وغیرہ، ان میں ہر ایک سے متعلق ذیل میں تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

عام ادبی تقریریں

عام طور پر ادبی انجمنیں مختلف ادبی عنوانات مقرر کرتی اور ان عنوانات پر تقریر کے لیے مقررین کو مدعو کرتی ہیں (مثلاً روسی ظرافت، ترقی پسند ادب کیا ہے وغیرہ) ان عنوانات پر مختلف مقررین اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ عام جلسوں کی طرح اس جلسہ کا بھی ایک صدر ہوتا ہے۔

مباحثہ

ادبی تقریر کی ایک اہم قسم مباحثہ ہے، جیسے کہ سب ہی جانتے ہیں کہ اختلافِ رائے کا لازمی نتیجہ مباحثے کی صورت اختیار کرتا ہے مباحثے کی ایک

شاخ مناظرہ بھی ہے، خلافت عباسیہ کا عہد اس قبیل کے مباحثوں کے لیے مشہور ہے۔ مباحثے کی دو قسمیں ہیں (۱) تربیتی (۲) انعامی۔

تربیتی و عام اور انعامی مباحثہ

ایسے مباحثے جو مشق کے لیے منعقد کیے جاتے ہیں تربیتی مباحثہ کہلاتے ہیں۔ اور عام مباحث سے مراد ایسے مباحثے ہیں جو عوام کی معلومات میں اضافے کے پیش نظر منعقد کیے جاتے ہیں۔

عنوان کی تائید میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے والا محرک کہلاتا ہے، سب سے پہلے جو مقرر عنوان کی تائید میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اسے مباحثے کی آخر میں مخالفین کی مخالف دلیلوں کا جواب دینا پڑتا ہے۔

مباحثوں میں مواد، مطالعہ سے زیادہ غور وفکر سے حاصل کرنا چاہیے اور مشاہدے کی مدد سے ایسی مثالیں پیش کرنا چاہیے جو روزمرہ ہوں۔

اختتام پر سارا خلاصہ بیان کرکے اپنے دعویٰ کا پھر سے اعادہ کیجئے تاکہ سامعین کو پھر سے آپ کے موضوع کی صداقت کا یقین ہوسکے۔ مباحثہ کا اختتام کبھی مقررہ وقت سے ہٹ کر نہ ہونے پائے، کیونکہ غیر متوقع اختتام کے باعث، مباحثہ کا سارا اثر، بے اثر ہو جاتا ہے۔

مباحثے کے دوران میں اکثر مقرر ایسے ایکشن کے مرتکب ہوتے ہیں جو جگ ہنسائی کا موجب ثابت ہوتے ہیں، اِدھر اُدھر گھومنا ناخن کو دانتوں سے کترنا اور ہاتھ پاؤں کو اس طرح حرکت دینا کہ لکچر ہال، فزیکل ہال معلوم ہونے لگے، ان ساری خامیوں سے دور رہنا کامیابی کی دلیل ہے۔

تقریر کے دوران میں اس امر کا خیال ضروری ہے کہ ہر سمت اور ہر رخ کے سامعین ہمارے مخاطب ہیں۔

انعامی مباحثوں اور عام مباحث میں کوئی فرق نہیں ہوتا مگر انعامی مقابلوں میں وقت کا خیال اور ساتھ ہی مواد، زبان اور طرزِ بیان کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔

دلائل

اپنے مخالف کے قابل گرفت نکات کو کاغذ کے پرزے پر یا حافظہ میں محفوظ رکھئے تا کہ آپ اپنی تقریر میں معترض کے اعتراض کا جواب دے سکیں، بسا اوقات معترض کے اعتراضات کو اپنے حسب مدعا بنا لینے پر وہ دلیل کا کام دیتے ہیں۔

جس طرح ایک ماہی گیر دریا میں جال پھیلا کر کافی جگہ گھیر لیتا ہے اسی طرح ایک مقرر کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے سارے دلائل کو پیش کرے مگر جس طرح ماہی گیر اپنے جال کے متعلقہ حصے کو فراموش نہیں کرتا اسی طرح مقرر کا بھی فرض ہے کہ وہ موضوع کے مرکزی نقطے کو پیش نظر رکھے۔

سماجی تقاریب سے متعلقہ تقریریں

ضیافتی وعصرانوی تقاریر

عصرانے، عشائیے اور اس قسم کی دوسری دعوتوں میں جو تقریریں ہوا کرتی ہیں انہیں ضیافتی تقریریں کہا جاتا ہے۔ سرکاری و غیر سرکاری ادارے اور انجمنیں مختلف موقعوں پر اس قسم کے تقاریب کا اہتمام کیا کرتی ہیں، لیکن انجمنوں اور اداروں سے ہٹ کر انفرادی حیثیت میں بھی اس قسم کی دعوتوں کا اہتمام عمل میں آتا ہے۔ اس قسم کی تقاریب کے موقعہ پر جو تقریریں کی جاتی ہیں ان میں اختصار، رنگین بیانی، بذلہ سنجی اور موقعہ شناسی پیش نظر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی تقریروں کا مقصد سامعین کے دماغ پر بار ڈالنا نہیں ہوتا بلکہ مختصر الفاظ میں

اظہار مدعا اور اہل محفل کو مسرور کرنا ہوتا ہے۔

سپاس نامہ

یہ انسان کی دلی تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محسنوں کا بہتر طور پر شکریہ ادا کرے، اور ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھے۔ متمدن ممالک میں سپاس ناموں کا رواج عام ہے، سپاس ناموں کو مرتب کرنے کے لیے چند لائق اہل قلم حضرات کو منتخب کیا جاتا ہے، سپاس ناموں میں جچے تلے الفاظ اور واضح جملوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ القاب، مدعا اور تمہید، اختتام پر نیک تمناؤں کا اظہار، یہ سپاسنامے کے ضروری اجزاء ہیں۔

وداعی تقریر

وداعی تقریروں میں پہلے رخصت ہونے والے سے اپنی محبت و خلوص کا اظہار کیا جاتا ہے اور دوسرے حصے میں اس کی جدائی پر اظہار تأسف کیا جاتا ہے اور آخر میں اس کی کامیابی کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار۔

تعزیتی تقریریں

بقول ایک ہندی فلسفی کہ:

''موت ہر شخص کا پیدائشی حق ہے۔'' اور ہر کس و ناکس اس حق سے استفادہ کرتا ہے، لیکن چند ایک ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کی موت عزیز و اقارب سے ہٹ کر اوروں کو بھی متاثر کرتی ہے اور عموماً ایسی شخصیتیں ہوتی ہیں جن کا اجتماعی زندگی سے تعلق ہوتا ہے۔

اس قسم کی تقریریں عموماً پانچ نکات پر مشتمل ہوتی ہیں:

(۱) تمہید (۲) خدمات کا اعتراف (۳) اظہارِ تعزیت (۴) پسماندگان کو تسلی (۶) دُعا۔

اس قسم کی تقریروں کا مقصد نوجوان کے جذبات و احساسات کو جگانا اور مرنے والے کی تعلیمات کو عام کرنا ہوتا ہے۔

نشری تقریر

ریڈیو کی ایجاد سے تقریر کی اہمیت و افادیت میں بہت اضافہ ہوا اور ہو رہا ہے۔ مختلف اہم اور نازک موقعوں پر رہنمایانِ قوم، گورنر اور اسی طرح دوسرے صاحبانِ اقتدار کے لیے اپنے خیالات کے اظہار کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں۔ کیونکہ وقت واحد میں ایک شخص کے خیالات، دنیا کے ہر گوشے میں سنے جاسکتے ہیں۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کی شب ہندوستان میں اقتدار کی منتقلی سے قبل قائداعظم اور پنڈت نہرو اور ساتھ ہی لارڈ لوی مونٹ بیٹن نے اہل ہند کو مخاطب کیا تھا جو تاریخ ہند کا ایک یادگار واقعہ ہے۔

اسی طرح پولیس ایکشن کے بعد وزارت سے مستعفی ہونے سے قبل حیدرآباد کے سابق وزیراعظم میر لایق علی اور اتحادالمسلمین کے قائد صدیق دکن کی تقریریں اپنی نوعیت کے اعتبار سے نشری تقریر کا ایک یادگار باب ہیں۔ خود ہند کے پردھان منتری بھی اکثر و بیشتر تاریخی موقعوں پر اہل ہند کو مخاطب فرماتے رہے ہیں، یہ بات ہندوستان ہی پر موقوف نہیں بلکہ کرۂ ارض کے ہر حصے میں، ہر ملک کے فرماں روا، گورنر یا صدر جمہوریہ اپنے خیالات کا اظہار نشری تقریر ہی کے ذریعے کیا کرتے ہیں جو نشری تقریر کی اہمیت و افادیت کا کھلا ثبوت ہے۔

نشری تقریر اور عام تقریروں میں چند چیزیں مابہ الامتیاز ہیں۔ جن میں آواز، طرزِ بیان، تلفظ اور رفتار نمایاں ہیں۔

آواز کا مناسب اتار چڑھاؤ، نشری تقریر میں اثر پذیری کے لیے کامیاب رہتا ہے کیونکہ عام تقریروں میں جہاں وجاہت ظاہری اپنا اثر دکھاتی ہے وہیں نشری مقرر کی شخصیت کا آئینہ اس کی آواز ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آواز کی خرابی کی صورت میں باوجود معیاری مضمون کے اکثر مقررین کو نشر گاہ سے مایوس لوٹنے کی زحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

نشری تقریر میں رفتار کا بھی بطور خاص خیال رکھنا چاہیے، نشری تقریر کی رفتار عام گفتگو سے کسی قدر تیز اور بلند ہونا چاہیے۔ رفتار نہ بہت تیز ہو، نہ انتہائی پست، بس اتنی کہ سامعین مقرر کے خیالات قبول کر سکیں، اس طرح ہر جملے کے بعد چند سکنڈ کا وقفہ دو فائدوں کا حامل ہے:

۱- سامعین کو خیالات کے قبول کرنے میں آسانی۔

۲- خود مقرر کو نئے جملے کے شروع کرنے اور مناسب لب ولہجہ کے اختیار کرنے میں سہولت۔

تقریر کے دوران میں زور زور سے سانس لینے اور کاغذ کو الٹنے سے ناخوشگوار آوازیں پیدا ہوتی ہیں جو تقریر کے اثر میں کمی کا موجب ثابت ہوتی ہیں۔

ان باتوں کے ساتھ ساتھ زبان کی سلاست و شستگی، مانوس و عام فہم الفاظ کا استعمال اثر پذیری کے لیے ضروری ہے، ان باتوں کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ہیں جن کا بیان ضروری اور جن کی تفصیل ناگزیر ہے۔

ریڈیو ایک سرکاری ادارہ ہے اس کا پہلا مقصد سرکاری اغراض کی تبلیغ و

اشاعت ہے اس کے بعد عوام کے ادبی ذوق کی تکمیل کے لیے ایسی تقاریر کا انتظام کرنا جو کسی فرد یا فرقہ کے مذہبی یا سیاسی پروپیگنڈہ سے غیر متعلق ہو۔

عام طور پر اربابِ ریڈیو ایسی ہی تقریروں کا انتخاب کرتے ہیں، جو ہر طبقہ، ہر عمر اور ہر رتبہ کے آدمی کے لیے یکساں طور پر فائدہ بخش ثابت ہوسکیں یعنی تقریر زبان کے اعتبار سے عام فہم اور وقت کا اعتبار کرتے ہوئے پندرہ منٹ سے زیادہ نہ ہو، ساتھ ہی عبارت ومفہوم میں مناسب ترمیم یا غیر مناسب حصوں کے حذف کرنے کا بھی ارباب نشر گاہ کو اختیار ہوتا ہے، اکثر و بیشتر اوقات مباحث خود کارکنان ریڈیو کے مقرر شدہ ہوتے ہیں، ان ساری باتوں کو بہتر طریقے پر دھیان میں لانے کے لیے نشر گاہ سے نشر شدہ تقریروں کا مطالعہ اور نشر کی جانے والی تقریروں کی سماعت ازبس ضروری ہے۔

اپنی تقریر کو عوام کی تھکن اور ان کی بے توجہی کا شکار بننے سے بچانے کے لیے تقریر میں ظرافت کی چاشنی کا ضرور خیال رکھئے کیونکہ نشری تقریر میں پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار ریڈیو کی سوئی پر منحصر ہے۔

اپنی تقریر کی تیاری کے بعد اس کو صاف اور کھلے خط میں یا بہتر صورت تو یہ ہے کہ اس کو کاغذ کے ایک رُخ پر ٹائپ کروا کر نشر گاہ بھیجا جائے۔

اس طرح اس محنت و اہتمام کا نتیجہ آپ کی کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ زیر نظر کتاب ''خطباتِ نورانی'' خطابت کے جہان میں اپنا بہترین مقام پیدا کرے گی کیونکہ وہ اپنے عہد کے سب سے بڑے انسان، سب سے بڑے باعمل اور صاحب طرز خطیب کے فن

خطابت کا شاہکار ہے قبل ازاں بھی برادر اکبر محترم ملک محبوب الرسول قادری نے حضرت قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ کے خطبات میں سے چند اہم تقریروں کو منتخب کیا اور قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور نے بہترین انداز میں ''مولانا نورانی کی بارہ تقریریں'' کے نام سے شائع کیا اور اب بھی حضرت مولانا مرحوم ومغفور کے خطبات سے چند اہم موضوعات پر تقاریر کو کاغذ کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خطبات اپنی نوعیت کی منفرد کاوش ہیں اور یہ ضرور مقبولیت کی معراج کو چھوئیں گے۔

میری دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت قائداہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ کو فردوسِ بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے فاضل مرتب برادر محترم ملک محبوب الرسول قادری کو بہتر جزا عطا کرے اور ناشر و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

حکیم مفتی آصف محمود قادری

نظریہ مفرد اعضا (طریقہ علاج بالغذا)

انقلابی دواخانہ......کالج روڈ

مین بازار جوہرآباد(41200)

پنجاب

۴ ستمبر ۲۰۰۴ء

عالم کفر کے مقابلے کے لیے ملت مسلمہ کی ذمہ داریاں

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی

النَّبِيِّ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِکَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ.

اس ماہ مبارک میں قرآن مجید فرقان حمید کا نزول ہوا۔ قرآن مجید فرقان حمید اللہ کا آخری کلام ہے۔ اللہ کے آخری نبی حضور پرنور رحمۃ اللعلمین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر اس کا نزول ہوا اور یہ وہ آخری کلام ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا اور اسی طرح سے محفوظ ہے روئے زمین پر ہم بڑے فخر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ روئے زمین پر یہ وہ واحد کتاب ہے صرف یہی وہ اللہ کا کلام ہے جو محفوظ ہے جب یہ کہا جاتا ہے تو روئے زمین پر جہاں جہاں کہا جا رہا ہے محسوس ہوتا ہے۔ حافظ قرآن جب قرآن پڑھتا ہے تلاوت کرنے والا جب تلاوت کرتا ہے تو محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ قرآن ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اس اعتبار سے معجزہ ہے کہ اللہ رب العالمین قرآن مجید فرقان حمید کے ذریعے سے حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی گواہی قیامت تک دیتا رہے گا یہ قرآن جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا یہ وہ مقدس کتاب ہے کہ ہم جتنا اس پر اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے کہ اس سے بہتر اسے بڑھ کر قیامت تک کے لیے اب کوئی کتاب ہدایت نہیں ہے۔ قرآن ہی وہ اللہ کی نعمت ہے کہ جب اللہ کی سب سے بڑی نعمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو یہ نعمت ان کے ساتھ ساتھ اللہ نے غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی قرآن مجید فرقان حمید روئے زمین پر پڑھا جاتا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید دنیا کے ہر حصے میں صرف یہی قرآن مجید موجود ہے جو ساڑھے چودہ سو سال پہلے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ اور حرا کی سرزمین میں قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس کا نزول ہوا تھا وہ آج بھی اسی طرح سے محفوظ ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کی زبان ہے عربی یہ عربی زبان اس کے وہی پیش ولفظ زیر وزبر اللہ نے ان کو اتنا محفوظ فرما دیا کہ روئے زمین پر کوئی اس کی مثال نہیں ہے۔ قرآن ایک منور مقام رکھتا ہے دنیا کی قومیں قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ ساری کائنات کے لیے اللہ رب العالمین نے پہلے ہی دن سے چیلنج کیا کہ اگر کسی میں استطاعت ہے اگر کسی میں حوصلہ ہے اگر کسی میں ہمت ہے تو جیسا قرآن ہے اس جیسا قرآن لے آؤ چلو اس جیسا قرآن کوئی نہیں لا سکتے تو اس جیسی کوئی سورت ہی لے آؤ لیکن ساڑھے چودہ سو سال سے یہ چیلنج موجود ہے اپنی جگہ پر اس چیلنج کو اس کا جواب دینے والا کوئی پیدا نہیں ہو سکا چیلنج اپنی جگہ پر رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں ساری کائنات اکٹھی ہو جائے تو قرآن کی کوئی مثل نہیں لا سکتی چلو قرآن کی بات کو چھوڑو اس جیسی کوئی سورت ہی لے آؤ یہ جو چھوٹی چھوٹی سورتیں ہیں الم نشرح ہے والتین انا اعطینا ہے کوئی اور ہے اس جیسی کوئی سورت ہی لے آؤ یہ چیلنج آج بھی موجود ہے۔ یہ عیسائی دنیا یہودی اور دنیا کے تمام مذاہب قرآن کے مقابلے پر کسی کلام کو پیش کرنے پر قاصر ہے وہ عاجز ہے اس لیے یہ معجزہ ہے۔ یہ معجزہ ہو گیا جس کے مقابلے پر کوئی چیز نہ پیش کی جا سکے وہی معجزہ ہوتا ہے۔ قرآن معجزہ ہے حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ قیامت تک یہ معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور

نبوت کی گواہی دیتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات کو بیان کرتا رہے گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمین پر چلنے کا بیان سنتا رہے گا اور آسمانوں پر سے گزرنے اور آنے اور جانے کا قصہ سناتا رہے گا۔ قرآن مجید فرقان حمید دنیا کے کسی حصے پر چلے جائیں لوگ اس سے عاجز آ جاتے ہیں۔ دنیا کے کسی حصے پر چلے جائیں آپ چیلنج کر دیں اس کا کسی کے پاس جواب نہیں ہے دین کے خادم نے اسلام کے خادم نے عیسائیوں اور یہودیوں کے بڑے عظیم اجتماع اور کانفرنس میں یہ کہا کہ قرآن مجید فرقان حمید کی یہ خصوصیت ہے کہ تمہاری انجیل ہر ملک کی الگ انجیل ہے۔ تمہاری تورات و زبور یہودیو! ہر ملک کی الگ ہے بدھ مذہب کے ماننے والو یوں تمہارے بدھ کی ہدایات ملک کے ساتھ ساتھ بدل جاتی ہے ہر ملک کی انجیل اپنی زبان میں موجود ہے لیکن انجیل لندن میں بدل جاتی ہے۔ فرانس میں بدل جاتی ہے وہاں کی زبان میں ڈھل جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے زمین کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے وطن کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے حکومتوں کے بدلنے کے ساتھ بدلتی ہے یہ صرف قرآن کی خصوصیت ہے کہ ملک بدل جاتے ہیں زمین بدل جاتی ہے فضائیں بدل جاتی ہیں وطن بدل جاتے ہیں لیکن قرآن نہیں بدلتا یہ اسی زبان میں آج بھی موجود ہے جس زبان میں سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا۔

رب العالمین اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا (انزل به روح الامین) عربی زبان میں جبرائیل اس کو لے کر آئے قلب پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ اترا اس قلب پر اترا یہ اس دل پر اترا ہے کہ جس دل سے بہتر روئے زمین میں

کوئی دل نہیں ہے۔ یہ اس ذات مقدس پر اترا قرآن اللہ کا کلام ہے اور قرآن سمائی کسی جگہ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ پہاڑوں پر بھی اس کی سمائی نہیں ہو سکتی تھی فضاؤں میں بھی اس کی سمائی نہیں تھی فرش زمین پر بھی اس کی سمائی نہیں تھی اگر یہ سما سکتا تھا تو صرف قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سما سکتا تھا۔ قرآن مجید فرقان حمید اسی مقدس مہینے میں نازل ہوا رمضان شریف کی خصوصیت یہی ہے کہ اس مبارک مہینے میں یہ اترا۔ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

(شهر رمضان الله انزل فيه القرآن) القرآن

رمضان کا مہینہ کیا مہینہ یہ برکت والا مہینہ ہے۔ اسی میں قرآن اترا ہے۔ شب قدر میں اترا۔ انا انزلناه فی لیلة القدر یہ روزوں کا مہینہ ہے۔ یہ تقویٰ کا مہینہ ہے یہ نزول کا مہینہ ہے اس میں قرآن اترا قرآن کتاب ہدایت ہے اس کے ہر لفظ پر ہر آیت پر ہر حکم پر ایمان لانا ہے اس میں نجات ہے اس کا منکر کافر ہے اور اس کتاب مقدس کو اگر دیکھا جائے تو اس میں جو کچھ بھی حکم ہے اور احکامات ہیں ان پر عمل کرنے میں نجات ہے۔ آخرت میں اللہ کی خوشنودی اس کے نبی محترم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اس مسلمان کے لیے ہے جس کا قرآن پر ایمان ہے اور وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دنیا کے تمام مسائل پوری کائنات کے تمام مسائل قیامت تک کے لیے ہدایت دین اور دنیا کی بہتری کی تمام باتیں امت مسلمہ کی تمام جتنی بھی بھلائیاں ہیں وہ سب اللہ نے قرآن کے اندر جمع فرما دی ہیں اب یہ پڑھو اس پر عمل کرو تو دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے۔ پچھلے زمانے میں ہم سے پہلے جو مسلمان تھے وہ قرآن پر عمل کرنے کے بعد سرخرو ہو گئے۔ صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی دیکھو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قرآن صحابہ کو سنایا پھر عمل کر کے بتایا اور دکھایا صحابہ نے اسی سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال لیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کریم کے عظیم الشان مبلغ تھے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو پورا کیا ان کے مقصد کو پورا کیا کہ قرآن جہاں جہاں صحابہ گئے اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق جن جن علاقوں کو فتح کرتے گئے وہاں قرآن کی حکومت قائم کرتے چلے گئے۔ قرآن نے جو بیان کیا اس کو نافذ کرتے چلے گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کو سجا کر فقط برکت کے لیے رکھا نہیں تھا۔ تعویذ بنا کر فقط گلے میں نہیں ڈالا تھا وہ قرآن میں جو کچھ تھا اس کو انھوں نے عملی طور پر اپنایا۔ قرآن نے کیا بیان کیا ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقط نماز کے روزے حج کے مسائل ہوں گے یہ مسائل بھی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب حکومت ہم تم کو دیں گے تو جو کچھ قرآن میں ہے اسی کے مطابق حکومت کو چلانا ہوگا ایک تو یہ ہے کہ مسلمان یہ کہے کہ میری حکومت ہے اور ایک یہ ہے کہ مسلمان یہ کہے کہ مجھ پر قرآن کی حکومت ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ مسلمان کو کس قسم کی حکومت چاہیے پاکستان بنایا کس لیے تھا رمضان شریف کی خصوصیت ایک تو یہ ہے کہ اس میں شب قدر بھی ہے۔ اس میں قرآن کا نزول ہوا ہے اور یہ بھی خصوصیت رمضان المبارک کی ہے کہ اسی میں پاکستان قائم ہوا تھا اس کو یاد رکھیے۔ پاکستان ستائیسویں شب کو قائم ہوا تھا اس کا اعلان ہوا۔ 26 تاریخ تھی ستائیسویں شب تھی اور شب قدر تھی اور اس شب قدر میں اللہ کا یہ انعام غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہو رہا تھا کہ لو بھئی

پاکستان قائم ہو گیا۔ پاکستان وجود میں آ گیا کیا پاکستان اس لیے بنایا تھا کہ پاکستان میں امریکہ حکومت کرے گا۔ سوچو بھئی اچھی طرح سوچو جب رمضان شریف کا مہینہ ہے اسی میں پاکستان بنا ہے اور اب پچاس برس سے زائد عرصہ ہو گیا پاکستان کو بنے ہوئے۔ ذرا سوچیے کہ پاکستان اس لیے بنا تھا کہ ہم وہ وطن جس کی خاطر دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور سات لاکھ مسلمان ادھر سے ادھر منتقل ہوئے، ہجرت کر کے آئے ایک لاکھ مسلمان عورتوں کی ہندوؤں اور سکھوں نے آبرو ریزی کی۔ کیا یہ ساری قربانیاں اس لیے دی تھیں کہ امریکہ خوش ہو جائے۔ کیا ساری قربانیاں اس لیے دی تھیں کہ کافر خوش ہو جائیں۔ یہودی خوش ہو جائیں۔ امریکہ خوش ہو جائے پاکستان بن جائے امریکہ خوش ہو جائے امریکہ کے لیے پاکستان بنایا تھا۔ اسلام کے لیے پاکستان بنایا تھا یا خدا کو خوش کرنے کے لیے پاکستان بنایا تھا اور نبی کو راضی کرنے کے لیے پاکستان بنایا تھا یہ بیٹھ کے سوچو! یہ آپ کو سوچنا ہے اور مجھے بھی سوچنا ہے۔

میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ہم نے پاکستان اپنی خوشی کے لیے نہیں بنایا تھا ہم نے پاکستان کس لیے بنایا تھا ہم نے پاکستان اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لیے بنایا تھا تو جو ملک اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لیے بنایا تھا آج اس ملک کا نقشہ دیکھو اور یہ دیکھو کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لیے جو ملک بنا تھا اس ملک میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے کام ہو رہے ہیں یا نہیں ہو رہے۔ یہاں سارے کام وہی ہو رہے ہیں جس سے امریکہ خوش ہو۔ مغربی اقوام خوش ہو یہودی خوش ہو ہندو خوش ہو اس زمانے میں ہم یہ سوچتے تھے کہ

ہندوؤں نے ہمارے ٹکڑے کیے ہیں۔ ہندوؤں نے مسلمان عورتوں کی آبرو لوٹی ہندوؤں نے اور سکھوں نے مل کر معصوم مسلمانوں کی گردنیں کاٹی ہیں اور بچوں کو ذبح کیا ہے تو ہم سمجھتے تھے کہ اب کوئی حکومت ہندوؤں کو خوش نہیں کرے گی لیکن موجودہ حکومت تو ہندوؤں کو بھی خوش کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ ہندوستان ہمارے لیے The Most Faver Nation یعنی کہ انتہائی پسندیدہ قوم ہے تو جب یہ کہا گیا کہ پچاس برس کے بعد ہمارے لیے پسندیدہ قوم کون ہے تو حکومت پاکستان کہتی ہے۔ ہمارے لیے دنیا میں سب سے زیادہ پسندیدہ قوم ہندو ہے۔ اللہ اللہ پچاس برس کے بعد عقل یہ آئی یہ تو سکہ شاہی ہے اگر اسی موڑ پر آ کر ٹھہرنا تھا تو پھر پوچھنا یہ ہے کہ پاکستان بنایا کیوں تھا؟ اور موجودہ حکومت سے میں کہتا ہوں کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ ہندو پسندیدہ قوم ہے تو جواب دو کشمیر میں جو مسلمانوں کا قتل عام بھارت کر رہا ہے تم کو یہ بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ایک طرف ہندو کشمیر میں چھ لاکھ فوج کے ذریعے کشمیری مجاہدین کو بچوں کو عورتوں کی عصمت کو لوٹ رہا ہے قتل عام کر رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ بھارت پسندیدہ ملک ہے یعنی مسلمانوں کے قاتلوں کو تم پسند کرتے ہو یعنی موجودہ حکومت مسلمانوں کے قاتلوں کو پسند کرتی ہے۔ تجارت کے لیے دروازے کھول رہی ہے پاکستان کو بھارت کے لیے رہ گزر بنا رہی ہے بلکہ بھارت کے لیے یہ سارا ملک اسی کا حصہ بنا رہی ہے ادھر آؤ اور مال لے جاؤ ہندو آؤ سکھو آؤ جو چاہو لے جاؤ دینے کا تو کوئی سوال نہیں جو چاہو لے جاؤ مسلمانوں کی غیرت کو لے جاؤ مسلمانوں کی عظمت کو لے جاؤ قوم کے حکمرانوں میں بہت سے آکسفورڈ کے پڑھے ہوئے بھی ہیں۔ کیمبرج کے پڑھے ہوئے بھی ہیں لیکن

افسوس یہ ہے کہ کوئی محمود غزنوی اور محمد بن قاسم نہیں ہے بھارت مسلمانوں کا دشمن امریکہ مسلمانوں کا دشمن اور موجودہ حکومت نے پاکستانی دروازوں کو امریکہ کے لیے کھول دیا امریکہ کو بندرگاہیں اور مختلف قسم کی مراعات فراہم کر رہے ہیں۔ امریکہ کو سی آئی اے کا سب سے بڑا ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں بنا کر دے چکے ہیں۔ ضیاء الحق صاحب یہ کام کر گئے تھے یہ بھلائی امریکہ کے ساتھ وہ کر گئے تھے امریکہ مغربی اقوام بھارت کے لیے پاکستان کو موجودہ حکومت نے بازیچہ اطفال بنا دیا۔ منڈی بنا دیا نیلام گھر بنا دیا ہے ہر چیز کو بیچ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پچاس برس کے بعد حکومت پاکستان سے بیزار ہو گئی ہے اور اب وہ اس کا بھی ٹھیکہ دے رہی ہے اس کا بھی ٹھیکہ دے رہی ہے اگر یہی بات ہے تو حکومت کا ٹھیکہ بھی دے دو وہی آ کر یہاں حکومت کر لے گی اور یقیناً کل کو یہ پونے پونے دام لے کر حکومت کا ٹھیکہ بھی امریکہ کو دے دیں گے کہ بھئی تم حکومت چلاؤ ہمارے بس کا کام نہیں ہے اگر موجودہ حکومت یہ کہتی ہے کہ بھارت پسندیدہ قوم ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ تم کو اگر بھارت پسند ہے تو وہیں جا کر رہو پاکستان اور پاکستان کے غیور مسلمانوں کی جان چھوڑو پاکستان سے جاؤ وہیں رہو اگر امریکہ پسند ہے تو جاؤ وہیں مرو! لیکن پاکستان کے مسلمانوں کی حالت پر رحم کرو یہ ملک ہم نے بڑی عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کیا تھا اور جمعیت علمائے پاکستان کے پیغام کا خلاصہ صرف یہی ہے کہ یہ ملک بڑی عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو یہ نعمت دی ہے اس کی قدر کرو اگر اس نعمت کی قدر نہیں کی تو اللہ اس نعمت کو چھین بھی سکتا ہے اور قدر کس طرح ہو گی جو اس ملک کی قدر نہیں کر رہے ہے ان سے چھٹکارہ پاؤ اور پھر ان

لوگوں کو حکومت میں لاؤ جو اس ملک میں رہ کر اورنگ زیب عالمگیر، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کا کردار ادا کرسکیں اور مسلمانوں کی غیرت اور حمیت کو جس طرح موجودہ حکومت نیلام کر رہی ہے۔ اس کو بچانا یہ آپ کی اور ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ سونے کا اور خواب غفلت کا وقت نہیں ہے میں آپ کو اور جمعیت علمائے پاکستان اور انجمن نوجوانانِ اسلام یہ اپنی ذمہ داری پوری کریں گے اور آپ کو بتا رہے ہیں کہ آپ کا یہ فرض ہے کہ اللہ کی اس دی ہوئی نعمت پاکستان کی قدر کرو۔

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

ڈاکو اور لٹیرے قوم کے ظالم جاگیردار اور سرمایہ کار اقتدار میں انھوں نے اس ملک کو لوٹ لیا پہلے کہتے تھے کہ ہم پاکستان کے تمام مسائل کا حل کریں گے اور اب کہتے ہیں کہ یہ مولوی حل نہیں کرسکتے ہم آکسفورڈ اور کیمبرج سے پڑھ کے آئے ہیں بڑا رعب جماتے تھے اب دیکھ رہے ہو کیا چل رہا ہے۔ یہ خود بیچارے بے بس ہیں بھارت کو کہتے ہیں تو لے لے امریکہ تو لے لے برطانیہ تو لے لے پاکستان برائے فروخت ہے جس کا دل چاہے لے لو ان کے بس میں نہیں ہے یہ پڑھے لکھے لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی چراغ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشنی ہوگی۔ یہ حکمران امریکہ کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان کی ایک ایک اینٹ کو امریکہ کے حوالے کر رہے ہیں۔ اسلام کے اس قلعے میں ان حکمرانوں نے دراڑیں ڈال دی ہیں اور اب ان دراڑوں میں امریکہ گھس کر آ رہا ہے اسلام کے قلعے میں امریکہ گھس چکا ہے۔ آپ کو ایک غیور محب وطن کی حیثیت سے تیار

ہونا ہوگا یہ رمضان شریف کا بابرکت مہینہ ہے۔ اسلام آباد میں گندگی پھیلی ہوتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ کراچی شہر میں گٹر کھلے ہوئے ہیں ایسے ہی اسلام آباد میں شراب کے عیاشیوں کے سڑک والوں کے گٹر کھلے ہوئے ہیں۔ ان کو بند کرنا ہوگا ان کی صفائی کرنا ہوگی۔

برائی کے یہ تمام چشمے بند کرنے کے بعد حکومت یہ فخر سے نہیں کہتی کہ ہم مسلمان ہیں کہتے ہیں ہم تو لیبرل مسلمان ہیں۔ بھئی لیبرل کیا ہوتا ہے کبھی آپ نے سوچا؟ پاکستان کے دستور میں لکھا ہوا ہے اس کا سرکاری مذہب اسلام ہے جس دستور کا حلف اٹھایا ہے حلف کو موجودہ حکومت توڑ رہی ہے۔ اسلام سرکاری مذہب ہے۔ لیبرل شیبرل کوئی نہیں یہ سب امریکہ کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ امریکہ خوش ہو جائے۔ لیبرل کا مطلب ہے نہ اِدھر نہ اُدھر نہ ہیوں میں نہ شیوں میں آدھا تیتر آدھا بٹیر یہ ہے لیبرل مسلمان ہم کو وہ حکمران چاہیے جو کہے کہ میں مسلمان ہوں اور میں اسلام کے دفاع کا پابند ہوں۔ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے اور یہ اسلام کے نام پر قائم رہے گا اور ہم اس کو اسلام کے نام پر باقی رکھنے کے لیے اپنی جان پیش کر سکتے ہیں ہم جان نہیں بچائیں گے پاکستان کو بچائیں گے۔ پاکستان اللہ کی ایک نعمت ہے۔

انقلابِ نظامِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور ہماری ذمہ داریاں

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِم.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی

النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ۔

محترم اور مقتدر علمائے کرام مشائخ عظام میرے محترم بھائیو اور بزرگو عزیزو نوجوانو پیارے بچو السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

جس محبت کے ساتھ جمعیت علمائے پاکستان کی دعوت پر آپ اپنے گھروں کو چھوڑ کر دور دراز سے سفر کرتے ہوئے خادمین کے اس بابرکت اجتماع میں تشریف لائے میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ منتظمین کو بھی اور آپ سب کو بھی اجر خیر عطا فرمائے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سلسلے میں آپ کے سامنے پروگرام رکھا گیا اور بڑی ہی ایمان افروز باتیں ہمارے ساتھیوں نے جو جو تشریف لاتے رہے اور اپنے خطابات سے خیالات کا اظہار فرماتے رہے اور آپ نے بڑے خلوص اور محبت کے ساتھ ان کو سنا۔ چند مختصر سی باتیں میں عرض کروں گا پھر صحیح وقت پر ہم انشاء اللہ مل کر عصر کی نماز باجماعت ادا کریں گے۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ جو گزارشات میں آپ سے عرض کروں آپ اگر ان سے اتفاق کرتے ہیں تو ضرور عمل کیجئے گا اور اگر اتفاق نہیں کرتے تو کوئی شکایت نہیں ہوگی لیکن اگر آپ اتفاق کر لیں گے تو میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں گا اور ہم سب کے لیے وہ بات باعث رحمت اور برکت ہوگی۔ آج سے ہم یہ عہد کر لیں کہ انشاء اللہ ہم پانچوں وقت کی نماز کا اہتمام جاری رکھیں گے۔ پابندی سے اور ہر نماز کو انشاء اللہ وقت پر ادا کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آنے والے

مقدس مہینے رمضان میں انشاء اللہ ہم تمام خادمین اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے گھر میں اپنے بچوں کو اپنے اہل و عیال کو رمضان شریف کی مقدس ساعتوں میں روزے رکھنے کی اور تلاوت قرآن مجید کی تلقین کریں گے اور انشاء اللہ ان کی پابندی بھی کرائیں گے۔ جتنے بھی محرمات شرعیہ ہیں ہم انشاء اللہ آئندہ سے ان سے بچنے کے لیے اللہ کی رحمت کے طلب گار رہیں گے یہ تو تھا ہماری ذاتی زندگی سے تعلق اجتماعی زندگی کے متعلق ایک دو باتیں بڑی اہم ہیں اور آپ اگر ان پر عمل فرمالیں تو مجھے انتہائی خوشی ہوگی کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے حلقے میں اپنے علماء سے رابطہ رکھیں اور جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے درس قرآن اور درس حدیث کا اپنے محلے میں اور اپنے علاقہ میں اہتمام کیجئے یہ ہماری تربیت کا بہترین انتظام ہے۔ علمائے حق اہلسنّت سے رابطہ کرنے کے بعد ان سے گزارش کرنے کے بعد کچھ دن مخصوص کر لیے جائیں درس قرآن کے لیے اور کچھ دن درس حدیث کے لیے ہفتے میں ایک دن درس قرآن اور ایک دن درس حدیث اس طرح کارکنوں کا ایک دوسرے سے رابطہ اور ہمارے علمائے کرام سے جب ہمارا رابطہ ہوگا تو انشاء اللہ پھر اس رابطے سے برکت کی وجہ سے بے شمار رابطوں کی راہیں کھل جائیں گی اور اگلی بات یہ ہے اس سلسلے میں کہ یہ جھنڈا جو ہے اس میں حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روضہ مبارک ہے۔ اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھا ہوا ہے اس جھنڈے کو فقط ہم اجتماع میں جلسوں میں لگاتے ہیں اور جلسوں کی زینت بنا دیتے ہیں کیا یہ جھنڈا ہمارے گھروں پر نہیں لگ سکتا یہ ایک سوال ہے۔ آپ کا اس میں کیا جواب ہو سکتا ہے میرا خیال ہے کہ لگ سکتا ہے اگر یہ

جھنڈے گھروں میں لگ جائیں تو سبحان اللہ سبز گنبد کے زیر سایہ آپ کا مکان ہوگا اور کیا عجب ہے کہ اس جھنڈے کی برکت سے وہاں تک بلاوا بھی آ جائے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کا سرمایہ ہے اسی پر جینے اور اس پر زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تو یہ جھنڈا اگر گھروں پہ لگ جائے تو معلوم ہوگا کہ جمعیت علمائے پاکستان کا خادم یہاں رہتا ہے نبی کا غلام یہاں رہتا ہے۔ حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ اور مستانہ یہاں رہتا ہے یہ اس کی علامت ہوگی۔ اس سلسلے میں دیکھیں کہ آپ کیا کر سکتے ہیں کوشش فرمائیں گے پاکستان کے حالات ابھی ہمارے محترم ابوالخیر ڈاکٹر مفتی محمد زبیر صاحب زید مجدہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک بہت بڑے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے بڑی ہی کارآمد باتیں ابھی آپ سے کیں اور اس سے قبل بھی ہمارے محترم مقررین علماء اور خطباء تقریریں فرماتے رہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کے مؤقف کی انھوں نے وضاحت فرما دی۔ اب ہم متحدہ مجلس عمل کا حصہ ہیں۔ متحدہ مجلس عمل ایسی جماعتوں پر مشتمل ہے جن جماعتوں کا اتحاد یقیناً ممکن ہے اور اب یہ فقط اتحاد نہیں ہے کہتے ہیں کہ اتحاد ہیں۔ اب یہ اتحاد ایک تحریک بن گیا ہے اب یہ اتحاد اس کے منشور میں ہے آپ منشور دیکھیے مجلس عمل کا اس کے منشور میں ہے کہ ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نافذ کرنا ہے تو متحدہ مجلس عمل یہ ایک تحریک ہے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متحدہ مجلس عمل اب ایک قوت ہے متحدہ مجلس عمل ایک تحریک ہے اور جب ایک تحریک بن جاتی ہے تو پھر اس کا ختم کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے ناممکن ہے یہ جو حکومت کے ساتھی سازشیں کر رہے ہیں یہ مجلس عمل کے مقابلے میں کمزور ہیں

اور جو سازشیں کر رہے ہیں مجلس عمل کو توڑنے کی وہ کمزور ہیں۔ مجلس عمل نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تحریک بن گئی ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ ایک قوت بن کر آنے والے انتخابات میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر آئے گی انشاء اللہ کارکن اسی جذبے کے ساتھ اس تحریک میں شامل رہیں۔ ابھی آپ نے یہ دیکھا حکومت یہ کہتی ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے میں کیا حرج ہے۔ اسرائیل سے ہمارا کیا جھگڑا ہے اللہ اکبر کیا اسرائیل سے یہودیوں سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ کیوں اس لیے کہ اسرائیل واشنگٹن امریکہ اور اسرائیل ایک ہے یہ جو کہتے ہیں کہ اسرائیل سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں یہ امریکہ کے حاشیہ بردار ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اسرائیل سے جھگڑا ہے پہلے دن سے جھگڑا ہے مدینہ منورہ سے شروع ہوا ہے ابھی تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ مدینہ منورہ سے یہودیوں کو نکالا گیا تھا آپ یاد کریں اپنی تاریخ مدینہ منورہ سے یہودیوں کو حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکالا تھا۔ صبح یہ حدیث آپ حضرت مفتی صاحب سے سن چکے ہیں۔ پھر مدینہ منورہ سے نکالنے کے بعد جو باقی رہ گئے تھے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق (اخرج الیھودیہ والنصارین جزیرۃ العرب)

یہودیوں اور نصرانیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو دوسری حدیث میں فرمایا کہ دو دین جزیرۃ العرب میں اکٹھے نہیں ہو سکتے یہی تو یہودیوں سے ہمارا جھگڑا ہے اب جو یہ کہتا ہے کہ میرا جھگڑا نہیں ہے اس کا جھگڑا نہیں ہو گا لیکن مدینے والوں کا اس سے ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہے گا امریکہ والوں کا اس سے کوئی

جھگڑا نہیں ہے آنے والا معرکہ یہودیوں اور انگریزوں کے ایجنٹوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے درمیان معرکہ ہونے والا ہے اور اس سلسلے میں خادمین کو مکمل تیاری کرنی ہوگی کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں آپ اس کو سوچیے اچھی طرح سے سوچیے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس ملک کو ماڈرن Modren بنانا ہے۔ ماڈرن بنانے کا کیا مطلب ہے ماڈرن بنانے کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کی بہو بیٹیاں اس طرح سے ناچیں گائیں اور ٹیلی ویژن پر ڈانس کر کے دنیا کو دکھائے جس طرح سے بش کی بیٹی بلیر کی بیٹی ڈانس کرتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی بیٹیاں بھی ڈانس کریں کیا آپ یہی اسلام چاہتے ہیں اس ملک میں؟ آپ خود غور فرمائیں یہودیوں کی عیسائیوں کی بیٹیاں ڈانس کرتی ہیں ہندوؤں کی بیٹیاں ڈانس کرتی ہیں اس لیے کہ ہندوؤں کے مذہب میں ناچنا اور گانا ہے عیسائیوں کے ہاں بھی بے حیائی ہے یہودیوں کے ہاں بھی بے غیرتی ہے اور حرام کاری ہے مسلمانوں کے تقدس کو اسلام نے جو عظمت جو برکت جو شرافت جو عزت جو حشمت کا سامان مسلمانوں کو دینا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات جو عزت اور غیرت اور جمعیت اسلام نے دی ہے جو حیا کا پیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو بنایا ہے عائشہ صدیقہ خدیجۃ الکبری فاطمۃ الزہرا کی جو چادریں امت مسلمہ کی بیٹیوں پر جو ڈالی ہیں اس چادر زہرہ کو یہ اتارنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اور ہم یہ گوارہ کر سکتے ہیں؟ ماڈرن اسلام کا مطلب یہی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ مغرب کا اسلام یہاں آئے امریکہ کا اسلام یہاں آئے ہم اسے کہتے ہیں کہ وہ امریکہ چلے جائیں۔ یہاں مدینے والے کا اسلام آ کر رہے گا۔ اس لیے آج کل کوشش یہی ہو رہی

ہے۔ پاکستان کا ٹیلی ویژن دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا ٹیلی ویژن ہے پاکستان کا ٹیلی ویژن دیکھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کا ٹیلی ویژن ہے۔ یہ ہندوؤں کی ثقافت ہے مدینہ منورہ کی ثقافت اس میں نہیں ہے مکہ معظّمہ کا تمدن اور تہذیب اس میں نہیں ہے۔ اس میں واشنگٹن اور لندن اور فرانس کی کثافت ہے۔ اسلام کی ثقافت اس ٹیلی ویژن میں نہیں ہے یہ بے حیائی اور بے شرمی کا اڈا ہے۔ یہ ہندوؤں کے ایجنٹوں اور یہودیوں کے ایجنٹوں کا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ (PTV) اور اس کے ساتھ ساتھ اس موجودہ (PTV) کی تقلید میں جتنے بھی ٹیلی ویژن چینل کھل رہے ہیں سب ایک دوسرے سے بے حیائی کے مقابلہ میں آگے آگے جا رہے ہیں۔ یہ شیطانی چکر شروع ہو گیا ہے۔ بے حیاؤں اور بے غیرتوں کی ایک نسل امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں بھی پیدا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی غیرت مسلمانوں کے قلوب سے اور اذہان سے نکل جائے لیکن انشاء اللہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خادمین موجود ہیں ابھی ہم مغرب کی ان کوششوں کا واشنگٹن کی ان کوششوں کا اور یہودیوں کے ان ایجنڈوں کا اسلام کے ان منافقین کا انشاء اللہ بھرپور مقابلہ کریں گے جب تک زندگی میں زندگی ہے۔ سانس ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کا فروغ یہ ہمارا مقدر ہے اور انشاء اللہ ہم اس کو پورا کر کے رہیں گے آپ نے دیکھا اس وقت امریکہ کے کہنے پر مدرسوں پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہے پہلے کہا تھا کہ مدرسوں کا حساب دیکھیں گے اچھا بھائی دیکھ لو پہلے کہا تھا کہ مدرسوں میں دہشت گرد رہتے ہیں۔ اچھا بھائی دیکھ لو بعد میں کہا کہ نہیں 99 فیصد یہی ہیں پاکستان کے حکمرانوں نے

کہا ننانوے فیصد مدارس دینیہ دہشت گردی اور مکاری عیاری سے پاک ہیں۔ دہشت گرد تو امریکہ میں ہیں سب سے بڑا دہشت گرد تو بش ہے ٹونی بلیئر ہے جو فلسطین کی سرزمین پر مسلمانوں کا قتل عام کروا رہے ہیں۔ ان کے بعد دہشت گرد واجپائی ہے جو کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے اسی لاکھ مسلمان کشمیر میں شہید ہو چکے ہیں۔ دس ہزار مسلمان صرف ایک سال کے عرصہ میں فلسطین میں یہودیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں مسلمان عورتوں کی عزتیں اور عصمتیں لٹ رہی ہیں۔ فلسطین کی بیٹی کشمیر کی بیٹی منتظر ہے کہ کوئی صلاح الدین ایوبی کوئی محمد بن قاسم آئے اور اس کے سر پر چادر زہرہ ڈال دے وہ چادر جو تاراج کر دی گئی ہے ہندو فوجیں ظالم فوجیں تاراج کر رہی ہیں اور ہم یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ فلسطین کو تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ہم سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ عراق میں پاکستانی فوج کو بھیج دو عراق میں پاکستانی فوج کو کاہے کے لیے بھیجا ہے امن قائم کرنے کے لیے اگر عراق میں فوج بھیجنی ہے تو وادیٔ نیلم کشمیر میں کنٹرول لائن پر دو لاکھ مسلمان کشمیری مہاجرین گیا ہے ایک سال کے عرصہ میں بھارت کی مسلسل بمباری کی وجہ سے سب سے بڑا دہشت گرد تو واجپائی ہے ایڈوانی ہے اگر امن قائم کرنا ہے تو پاکستانی فوج کشمیر میں امن کیوں نہیں قائم کرتی پاکستانی فوج بھارت کا جواب کیوں نہیں دیتی؟ ہم یہ سوال کرتے ہیں بتایئے یہ سوال کرنے میں ہم حق بجانب ہیں کہ نہیں اگر امن قائم کرنا ہے تو عراقی مسلمانوں کی مدد کے لیے پہلے فلسطینی مسلمانوں کی مدد کے لیے پہنچو۔ فلسطین کے بچوں کو جن کو یہودی اپنے پاؤں سے ٹینکوں سے کچل رہے ہیں کشمیر میں دس دس بارہ بارہ سال کے بچوں کو انڈین فوجیں گولیاں مار رہی ہیں۔ ان کو بچانے کے لیے

فوج کیوں نہیں بھیجی جاتی امریکن فوجیوں کو بچانے کے لیے پاکستانی فوج کو کیوں بھیجا جا رہا ہے پاکستان کی فوج یہ ہماری فوج ہے پاکستانی فوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی فوج ہے نبی کے دیوانے اور متوالوں کی فوج ہے یہ غازی اور مجاہد ہیں یہ پُراسرار بندے ہیں۔ جہادی قوت ہے یہ ایمان تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ۔

کیا یہ جہادی فوج ہم نے امریکی فوج کو بنانے کے لیے بنائی ہے؟ یہ جو ٹیکس آپ حکومت کو دیتے ہیں اس لیے دیتے ہیں کہ یہ فوج امریکہ کو برطانیہ کو یہودیوں کو بچاتی رہے بتایئے جواب دیجئے اپنے ملک کو بچانے کے لیے جہاد کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو روئے زمین پر غالب کرنے کے لیے ہم اس فوج کو جہادی فوج کہتے ہیں اور آج نہیں تو کل اللہ رب العالمین کے بھروسہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اسی فوج میں محمود غزنوی پیدا ہوگا۔ اسی فوج میں محمد بن قاسم اور شہاب الدین غوری پیدا ہوگا اسی فوج میں انشاء اللہ احمد شاہ ابدالی پیدا ہوگا اور یہی فوج وہی معرکہ کفر و اسلام میں انشاء اللہ اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی اور حکومت یقین رکھے کہ انشاء اللہ متحدہ مجلس عمل اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے گی کہ پاکستانی فوج امریکہ کے دفاع کے لیے جائے ہم اس میں مداخلت کریں گے اپنی فوج کو ہم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے روضہ پر گولی چلانے کے لیے نہیں بھیجیں گے اپنی فوج کو ہم امام حسین کے روضہ پر گولی چلانے کے لیے نہیں بھیجیں گے کیا آپ اس بات کے لیے تیار ہیں کہ بھیج دیں یہ فوج وہاں جائے گی مظاہرین پر گولی چلائے گی وہ مظاہرین پناہ کے لیے شاہ دستگیر کی مسجد میں

چلے جائیں گے تو ہماری فوج گولی چلائے گی یہ مظاہرے تو جہادی قوت ہے امریکہ کا قبرستان بن رہا ہے اور انشاء اللہ بن کر رہے گا۔ جہادی فوج کے لیے فلسطین میں اسرائیل میں افغانستان میں کشمیر میں انشاء اللہ فتح و نصرت کے دروازے کھلنے والے ہیں اور یہ صدی مسلمانوں کے غلبے کی صدی ہے ہم ساڑھے چودہ سو سال سے صلیبی قوتوں کا یہودیوں کا مشرکین کا بت پرستوں کا مقابلہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دین باقی رہا ہے اور باقی رہے گا لیکن اللہ رب العالمین کا وعدہ اللہ رب العالمین نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا لیکن باقی کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا اور دین کی حفاظت آپ کے ذمے ڈال دی آپ دین کے محافظ ہیں ہم خادمین سب دین کے محافظ ہیں اللہ قرآن کا محافظ ہے اور ہم دین کے محافظ ہیں۔ اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے (ان تنصر اللّٰہ ینصرکُمْ) اگر تم اللہ کے دین کے مددگار اور محافظ بن جاؤ اگر تم نے اللہ کے دین کی حفاظت کی اور اگر تم اللہ کے دین کی حفاظت میں مارے گئے تو تم شہید ہو اگر زندہ رہے تو غازی ہو اور اگر تم نے حفاظت کی تو اللہ تمھارے پیروؤں کو ہمت قوت ثبات عطا فرمائے گا قدم جما دے گا اکھڑنے نہیں پائیں گے۔ کافروں کے قدم اکھڑ جائیں گے تمھارے نہیں اکھڑیں گے تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو تو اللہ تمہاری حفاظت فرمائی گا۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرو اب یہ ہمارے ذمہ ہے دین کی حفاظت کرنا بہت بڑی سازش ہو رہی ہے۔ باہر کے طلبہ آیا کرتے تھے انڈونیشیا، ملائیشیا، افغانستان وغیرہ سے افریقی ممالک اور دنیا بھر کے ممالک سے ہزاروں غیر ملکی طلباء قرآن و حدیث پڑھنے کے لیے یہاں آتے تھے اب حکومت نے چھاپے مار مار کر ان کو

بھگا دیا۔ امریکہ کے کہنے سے امریکہ چاہتا ہے کہ مدرسے بند ہو جائیں اب وہ سارے طلباء جو ہیں وہ ہندوستان جا رہے ہیں ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت ہندوستان میں افریقہ سری لنکا ملائیشیا انڈونیشیا افریقی ممالک سے (25) ہزار طلباء حدیث اور تفسیر پڑھنے کے لیے ہندوستان کے مدرسوں میں موجود ہیں ہمارے ہاں سے ان کو بھگایا جا رہا ہے اس لیے کہ امریکہ چاہتا ہے کہ جہاد کی تعلیم و تربیت ان مدارس میں دی جا رہی ہے۔ طالب علم وہ تھے جو یہاں سے پڑھ کر جاتے تھے۔ اپنے ملک میں اور کہا جاتا تھا کہ پاکستان سے پڑھ کر آئے ہیں۔ داد ملتی تھی کہ سبحان اللہ پاکستان سے عالم بن کر آئے۔ پاکستان کا نام روشن ہوتا تھا۔ مدرسوں کو بند کرنا چاہتے ہیں لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے پہلے بھی مزاحمت کی اور حکومت کو پیچھے ہٹا دیا ہے امریکہ کا یہ ایجنڈا انشاء اللہ کامیاب نہیں ہوگا یہ مدرسے چل رہے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے۔ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور طلباء پڑھتے رہیں گے اور جہاد کی تعلیم و تربیت دیتے رہیں گے اس لیے کہ ہم امت جہاد ہیں۔ آپ امت جہاد ہیں اللہ نے آپ کو چن لیا ہے۔ اللہ نے جہاد کے لیے آپ کا بازار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سودا کرلیا ہے۔ اللہ رب العلمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے (وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ حق جھاد القرآن) اللہ کی راہ میں جہاد کرو قلم سے جہاد کرو مال سے جہاد کرو جان سے جہاد کرو بیوی اور بچوں کی قربانی دے کر جہاد کرو اپنے وقت کی قربانی دے کر جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ جہاد کریں اللہ کی راہ میں کیوں کہ اللہ رب العالمین خود ارشاد فرماتا ہے (وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ حق جھادہ و مجتبیٰ کم) تم مسلمان ہو پہلے مسلمان ہو انگریز اور

امریکہ کا غلام کہتا ہے کہ تم پہلے پاکستانی ہو پھر مسلمان ہو تا کہ اسلام کی محبت دل سے نکل جائے لیکن قرآن کہتا ہے میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں تم پہلے مسلمان ہو قرآن کہتا ہے مسلمین پہلے مسلمان ہو (ھوا جتبٰی کم) اللہ نے تم کو چن لیا ہے۔تم امت جہاد ہو تم کو چن لیا ہے کشمیر کے مسلمان پر ظلم ہوتا ہے۔ فلسطین کے مسلمان پر ظلم ہوتا ہے تو تم کو تڑپنا چاہیے تم کو بے چین ہو جانا چاہیے۔ دنیا میں کہیں بھی مسلمان پر ظلم ہو رہا ہے تو ظالم کا ہاتھ روکنے کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیٹلائٹ دنیا کا سب سے بڑا Satlight جو اپنے محبوب کو دیا ہے جس میں وہ پوری کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کے ٹیلی ویژن پر آسمان کا کوئی نقشہ نہیں آتا جنت ودوزخ کا نقشہ نہیں آتا زمین کے نیچے کا اور قبر کا نقشہ نہیں آتا لیکن جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹیلی ویژن ہے اس میں پوری کائنات کا نقشہ آتا ہے اور اس میں پوری امت بھی کھڑی ہوتی ہے اور اب کھڑے ہوں اللہ کے حبیب کے حضور صلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم جرنیل
حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وآلہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَر.

آج ہم امیرالمؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان سننے کے لیے ہم اور آپ سب حاضر ہیں۔ محرم میں چاند دیکھنے کے بعد اسلامی سال شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آنے والے تمام سالوں میں امت مسلمہ کو خوشحالی امن و استقامت عطا فرمائے۔

امیرالمؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابی تھے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے محبوب صحابی تھے حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین بھی تھے اور بیک وقت جہاں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت کا ان کو شرف حاصل تھا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد جہاد کے میدان میں عہد نبوی میں تلاوت قرآن میں تسبیح و نماز میں حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے آج بھی روضۂ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم صحابی انھوں نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقف کر دی۔ زندگی بندگی میں گزار دی اور یہ وہ بندگی ہے جس میں کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے جتنی عظیم الشان فتوحات عہد فاروقی میں ہوئی ہیں اس سے پہلے اتنی کبھی نہیں ہوئیں جتنی فتوحات اور جتنی مسجدیں بنوائیں اس کی نظیر عالم اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔

امت مسلمہ کے لیے مسلمان حکومت کا رقبہ خاصہ تھا۔ سلطنت اسلامی کی وسعتیں تین براعظموں پر مشتمل تھیں۔ جن میں افریقہ ہے مشرق وسطیٰ اور سنٹرل ایشیا اور افغانستان ہے۔ افغانستان بھی عہد فاروقی میں ختم ہو چکا تھا۔ خاران اور مکران کی سرحدوں پر اسلام فوجیں کفر کے قلعوں پر دستک دے رہی تھیں۔ کہاں مدینہ منورہ اور کہاں کابل اور کہاں خاران کہاں مدینہ منورہ اور کہاں قاہرہ کہاں مدینہ منورہ اور کہاں مصر کی سرزمین کہاں مدینہ منورہ اور کہاں بخارا اس طرف مسلم افواج پیش قدمی کر رہی تھی۔ اگرچہ وہ علاقے سیدنا عمر کے دور میں فتح ہوئے لیکن ایران کو فتح کرنے کے بعد سنٹرل ایشیا کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے یہ وہ عظیم الشان اسلامی ریاست تھی کہ جس میں صرف مسلمان کی عزت مسلمان کی رفعت مسلمانوں کی عظمت آسمان کو چھو رہی تھی کہ اس کا اقرار بھی بہت سے دوسرے یورپین مصنفین نے کیا کہ اگر ایک دو عمر اور پیدا ہو جاتے تو ساری دنیا ہی فتح ہو جاتی۔ یہ وہ عظمت تھی حضور پُرنور سیدالعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صرف ایک مختصر سے جملے نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کایا پلٹ دی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پالتے تھے۔ ان کے اپنے اونٹ تھے ان کی دیکھ بھال کرتے تھے جیسے ہم اور آپ اپنی بھینسیں اور بکریوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ان کے والد کے پاس کئی سو اونٹ تھے اور اونٹ ایک بہت بڑی دولت تھی۔ اس زمانے میں نقل وحمل کے تمام ذرائع اونٹ کے ذریعے ہوا کرتے تھے۔ آج جو کام کار اور ٹرانسپورٹ کی دوسری گاڑیاں انجام دیتی ہیں وہ اونٹ اور خچر اور گھوڑے انجام دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والد نے اونٹ دیے اور کہا کہ بیٹے یہ اونٹ ہیں اور تمھارے سپرد ہیں اب

تم ہی ان کی دیکھ بھال کرو کوئی سو کے قریب ہوتے تھے مکہ معظّمہ سے تھوڑا دور ایک باڑہ بنایا ہوا تھا اس میں یہ اونٹ رہتے تھے۔ دن کو کھولتے اور شام کو پھر اکٹھا کرتے شام کو جب اونٹوں کو اکٹھا کرتے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر اُدھر بھاگتے تھے۔ پانچ اونٹ اکٹھے ہوئے کچھ نوکر نے پکڑے کچھ انھوں نے پکڑے پھر بھاگ گئے والد نے دیکھا کہ اونٹ عمر کے قابو میں نہیں آ رہے انھوں نے چھانٹے مارے۔ نوجوان تھے بڑے پہلوان تھے شہ زور تھے چھانٹے مارے تو آپ کے والد نے کہا اتنے بڑے ہو گئے جوان ہو گئے ایک سو اونٹ تم سے نہیں سنبھلتے تو میرے مرنے کے بعد تو اسے کیا سنبھالے گا۔ یہ اتنے سارے اونٹ جو تمھارے حصے میں آئیں گے وہ کیسے قابو کرو گے کیا کام کر سکتے ہو نوجوان ہو کے سو اونٹ نہیں سنبھال سکتے۔ باڑے کا انتظام صحیح نہیں کر سکتے روتے تھے لیکن باادب تھے زمانہ جاہلیت میں بھی والدین کا ادب تھا جواب آج تم ادب کی صورتحال دیکھ رہے ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے تھے کیونکہ اس زمانے میں سو اونٹ کو سنبھالنے کی صلاحیت نہیں تھی لیکن فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک وقت وہ آیا اللہ رب العالمین نے سلطنت رومہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں فارس وغیرہ ایک وقت وہ آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول پر تشریف فرما تھے اور خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ ایران فتح ہو گیا اور آپ سامان کو تقسیم کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہ ہر وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرماتے تھے آپس میں بڑی محبت تھی یہ لوگوں نے قصے گھڑ لیے لڑانے کے لیے لوگوں نے قصے گھڑ لیے ان میں تو بڑی محبت تھی بڑا پیار تھا

ان کے نفس جو ہیں وہ ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو چکے تھے کوئی خواہش نہیں تھی۔علی المرتضیٰ سے کا ہے کی لڑائی لڑتے ایران سے لدے ہوئے اونٹ آ گئے ایران سے لدے ہوئے اونٹوں پر قافلے آئے ان میں چمک ہے دمک ہے سونے کی اینٹیں نکل رہی ہیں ہیرے جواہرات اتر رہے ہیں ایک ہزار اونٹوں کو سعد بن ابی وقاص نے بھیجا خمس جو اسلامی سلطنت کا حصہ ہیں خمس سے بھیجا تھا امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کو شمار کرو اس کو دیکھو مقابلہ شروع ہوا تو مؤرخین نے ابن خلدون نے لکھا کہ فہرست کے مطابق سعد بن ابی وقاص نے جو سامان کی فہرست بھیجی تھی اس فہرست کا مقابلہ ہو رہا ہے امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا (اخی عمر) بھائی عمر سب سامان مکمل ہے یہ سامان نو سو میل کا رستہ طے کر کے آیا تھا اور امن سے مدینہ منورہ ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ تھا کل پچاس آدمی اس کی نگرانی کر رہے تھے صحراؤں میں یہ سب سامان مکمل ہے جو انھوں نے بھیجا تھا بیت المال کے لیے پوچھا کہ اور کیا کیا ہے کہا کہ اور شہزادیاں بھی پکڑ کر لائی گئی ہیں شاہی خاندان کی خواتین باندیاں بن گئی ہیں۔سب سامان مکمل ہے ابن خلدون نے لکھا اے عمر میں نے فہرست دیکھ لی سامان بھی دیکھ لیا شمار کر لیا نو سو میل کے فاصلے سے جو سامان پچاس آدمی لائے ہیں وہ سب مکمل ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (حتی الیعبر تنا نقحت) سوئی بھی گم نہیں ہوئی۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہو تو کہا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ لوگ جو سامان لے کے آئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو قتل و غارت گری کرتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو

آدمیوں کو قتل کرتے تھے۔ بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کرتے تھے یہ وہ بے رحم لوگ تھے ان میں وہ شکاوت قلبی تھی کہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے جانوروں کی طرح انسانوں کو ذبح کرتے تھے ان میں کوئی رحم نہیں تھا یہ لوٹتے تھے یہ ڈاکو تھے (اللہ اکبر) میں اس لیے رو رہا ہوں یہ خوشی کے آنسو ہیں کہ یہ لوگ جو قتل و غارت گری کرتے تھے لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے بچوں کو مار دیتے تھے انسانوں کو ذبح کرتے تھے اور عورتوں کو بے آبرو کرتے تھے یہ لٹیرے اور ڈاکو تھے آج ان کی تحویل میں اربوں روپے کا سونا اور جواہرات آئے ہیں اور اس میں سے ایک سوئی بھی کم نہیں ہوئی مجھے ان کی امانت اور دیانت پر رشک آتا ہے حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عمر یہ تمہاری وجہ سے ہی ہے۔ اچھا یہ میری وجہ سے ہے میری وجہ سے کیسے کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھت پر پانی گرتا ہے پرنالے سے نیچے آتا ہے جب اوپر پانی گندہ ہوگا تو پرنالے سے پانی گندا آئے گا یعنی اگر اسلام آباد میں گندگی ہے تو لاہور اور کراچی میں بھی گندگی آئے گی اگر صاف ستھرا اور شفاف پانی ہے تو پرنالے سے وہی شفاف پانی آئے گا اے عمر اوپر تم ٹھیک ہو تو نیچے سب ٹھیک ہے اور تم ٹھیک کب ہوئے تم عمر تھے۔ دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو تم فاروق ہو گئے ابوبکر ابوبکر تھے دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو صدیق ہو گئے ابوبکر اور عثمان تاجر تھے لیکن ابوبکر دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے تو صدیق ہو گئے تم دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو فاروق ہوئے۔ عثمان دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو غنی ہوئے اور میں دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا تو ولی ہوا علی ولی ہو گئے اے عمر دربار

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا بات تھی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سو اونٹ نہیں سنبھلتے تھے امام فخر الدین رازی ان کی کرامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ عمر جب مدینہ منورہ کی سرزمین پر زلزلہ آیا تو کہا کہ اللہ کی سرزمین پر عمر موجود ہے زلزلہ کیوں آئے یہ وہ عمر تھے جس سے سو اونٹ نہیں سنبھلتے تھے یہ وہ عمر تھے کہ دریا کے نام جو رقعہ ڈالتے تھے خلیفہ رسول اللہ لکھتے تھے اپنے آپ کو یہ کیا شخصیت تھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ دریائے نیل کو خط لکھتے اور خط ڈالا جاتا ہے تو دریا بہنا شروع ہو جاتا ہے اس کی تفصیل آپ علماء سے سنتے رہتے ہیں کیا شخصیت تھی یہ وجہ کیا تھی اتنی عظیم شخصیت بن گئی۔ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بن گئی بالکل صحیح ہے لیکن نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دعائے مصطفیٰ ہے کیا بات تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور منبر پر بیٹھے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں تقریباً نو سو میل کا فاصلہ ہے اور اس وقت صحابہ موجود ہیں اور صحابہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن پر ایمان لائے ہیں ان کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں ہوتی صحابہ تو یہ بات نہیں کرتے تھے صحابہ جو مانتے تھے میں وہ بھی بتاؤں گا منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا ساریہ الجبل یہ کیا بات تھی کہ نو سو میل دور منبر پر کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور رہنمائی فرما رہے ہیں۔ فوج کی نقل وحرکت کو دیکھ رہے ہیں۔ پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ اپنے آپ کو حفاظت میں کر لو تاکہ لشکر کفار پیچھے سے حملہ آور نہ ہو وائرلیس نہیں ہے فیکس نہیں ہے ریموٹ کنٹرول نہیں ہے انٹرنیٹ بھی نہیں ہے ٹیلی فون بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ آواز نو سو میل دور

منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو آواز اٹھی وہ نو سو میل دور پہاڑوں سے ٹکرا رہی تھی اور ہر مجاہد اس آواز کو سن رہا تھا یہ کیا بات تھی اور عجیب بات ہے کہ وہ شخصیت ان کی نظر میں وہ کمال پیدا ہوا کہ ان کی نظر سو میل دور دیکھ رہی تھی ان کی آواز نو سو میل دور پہنچ رہی تھی جن کا یہ مرتبہ ہو جن کی آنکھوں کا یہ مقام ہو جن کی نظر اتنی تیز ہو اور جن کی قوت سماعت اور جن کی قوت بصیرت اور قوت بصارت اور قوت بینائی اتنی زبردست ہو تو جن کے صدقے میں یہ قوت ملی ان کا عالم کیا ہوگا کیسے یہ مقام مل گیا دعا سے یہ مقام مل گیا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں یہ صحابہ سے پوچھو مدینہ منورہ کی در و دیوار سے پوچھو فرش بریں سے پوچھو اور عرش بریں سے پوچھو کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے۔ اللہ کے محبوب سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے کے کافروں نے یہ سمجھا کہ ہم نے ان پر در و دیوار تنگ کر دیے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے جینا دوپہر ہو گیا ہے انھوں نے سمجھا اب یہ یا تو اپنے دین کو چھوڑ دیں گے یا پھر مَکہ کو چھوڑ دیں گے۔ وہ ایسے حالات پیدا کر رہے تھے مکے والے مکہ کے کافر چاروں طرف حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک غم و غصہ تھا غم و غصہ اس بات پر تھا کہ پیغام یہ تھا رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے (قل یآایھا الناس) قل اے محبوب فرما دو اللہ رب العالمین کا خاص خطاب ہے یہ قل جو ہے یہ بھی ایک خاص خطاب ہے۔ اے محبوب آپ کہہ دیجئے محبوب آپ کیوں کہہ دیجئے کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرما سکتا؟ اللہ اور اللہ الصمد بات ختم ہوگئی یہ نہیں فرمایا اللہ احد بلکہ قل ھو اللہ احد فرمایا اے محبوب آپ فرما دیجئے محبوب سے کیوں کہا گیا اللہ اور اللہ رب

العالمین خود ہی فرما دیتے کہ اللہ ایک ہے یکتا ہے کہا نہیں اے محبوب آپ فرما دیجئے اللہ رب العالمین فرماتے ہیں (قل اللہ مالک الملک) تو یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ لوگو کہہ دو اللہ مالک الملک ہے لیکن کہا اے محبوب آپ فرما دیجئے اللہ ملکوں کا مالک ہے اس کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے کوئی کہتا ہے امریکہ سپر پاور ہے کوئی کہتا ہے روس سپر پاور ہے کوئی کہتا ہے چین سپر پاور ہے بتا دیجئے اے محبوب اللہ مالک الملک ہے کوئی سپر پاور نہیں ہے اللہ مالک الملک ہے امریکہ سپر پاور نہیں ہے یہ کیڑے مکوڑے ہیں۔ امریکہ ہو کہ برطانیہ ہو یا روس ہو یہ کیڑے مکوڑے ہیں۔ ساڑھے چودہ سو سال سے اسلام مٹا نہیں ہے اگر امریکہ افغانستان پر مسلسل بمباری کرتا رہے اور اپنی فتح کے ڈنکے بجاتا رہے حقیقت حال یہ جبکہ افغانستان میں کربلا سج رہی ہے اور اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد تو وقتی طور پر امریکہ خوشیاں منا لے لیکن اہل ایمان اللہ کی فتح و نصرت پر اطمینان رکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے (قل اللھم مالک الملک لؤتی الملک من تشاء) القرآن جس کو چاہیے ملک عطا فرما دے اور پھر دیکھتے ہیں ملک دیا ہے درندہ تو نہیں بن گیا ملک دیا ہے نا انصافی تو نہیں کر رہا ہے ملک دیا ہے لوگوں کا قتل عام تو نہیں کر رہا ملک دیا ہے زنا کاری حرام کاری بدکاری تو نہیں کر رہا ملک دیا ہے ٹیلی ویژن اسٹیشن پر بدکاریاں تو نہیں ہو رہی ہیں ملک دیا ہے Tv پر مجرے تو نہیں ہو رہے ہیں۔ ملک دیا ہے فحاشی اور عریانی تو نہیں پھیل رہی (تؤتی الملک) جسے چاہے ملک دے دے پھر ملک دیتا ہے اللہ رب العالیٰ آزماتا ہے اگر تم بے حیائی عریانی اور فحاشی پھیلا رہے ہو ٹیلی ویژن پر مسلمانوں کی بہو بیٹیوں سے

مجرے کروا رہے ہو تو تم اللہ کے غضب کو بلا رہے ہو اور جب اللہ کا غضب آتا ہے پھر کیا ہوتا ہے تو اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے جب فحاشی عریانی بے حیائی پھیلے گی مسلمان قوم اپنی تہذیب وتمدن اور ثقافت سے ہاتھ دھو لے گی۔ اپنی بہو بیٹیوں کو ہندوؤں کی طرح نچوائے گی اپنی بہو بیٹیوں سے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ڈانس کروائے گی اور شراب کے طوق چلیں گے پسند کے نام پر مسلمانوں کی ثقافت اور حیا اور غیرت اسلامی مٹ رہی ہوگی تو اللہ رب العالمین فرماتا (و تعز من تشاء و تزل من تشاء انک علی کل شیءٍ قدیر) اللہ رب العالمین قادر ہے اور اسی کے دست قدرت میں ہے جب چاہے دے دے اور جب چاہے لے لے ایک ہزار برس تک مسلمانوں نے ہندوستان کی سرزمین پر حکومت کی اور اللہ رب العالمین نے حکومت لے لی انگریز کے غلام بن گئے کیونکہ رات بھر کنجریوں کے مجرے دیکھتے اور شرابوں کے طوق چلتے تھے۔ عیاش اور بدکار زانی حکمران تھے تو پھر قہر الٰہی انگریز کی شکل میں آیا حکومت چھن گئی مغل شہزادوں کی لاشیں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ دہلی کی جامع مسجد میں گھوڑے بندھ گئے اور دلی کی سڑکیں مسلمانوں کے خون سے نہا رہی تھی اور ہم نے کوئی سبق نہیں سیکھا حکومت ملتے ہی عیاشی اور فحاشی میں پڑ گئے تو اللہ رب العالمین نے پھر سبق دیا ڈھاکہ کی سڑکوں پر خون بہہ رہا تھا ہندو فوجیں دندناتی ہوئی سڑکوں پر کود رہی تھیں اور اس سے پہلے وہاں مسلمان عورتیں لٹک رہی تھیں ناچ رہی تھی اور طوائفوں کا کردار ادا کر رہی تھیں۔ مسلمان عورت جب ناچتی ہے بے حیائی کا مظاہرہ کرتی ہے وہ طوائف کا کردار ہے۔ مسلمان عورت کا کردار نہیں ہے مسلمان عورت چادر زہرہ میں مستور ہوئی ہے مسلمان عورت تو اللہ کے حضور

سربسجود ہوئی ہے۔ مسلمان عورت کے جنازے پر جب رحمت کے فرشتے اترتے ہیں تو رحمتوں کی چادریں بکھری ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ اللہ مالک الملک ہے۔ اللہ خود نہیں فرما سکتے تھے کہ اللہ مالک الملک ہے اے محبوب آپ فرما دیجئے اللّٰہ الصمد قل ھو اللّٰہ احد فرما دیجئے وہ اللہ ایک ہے بے نیاز ہے قل فرما دیجئے اللہ مالک الملک ہے تو خود کیوں نہیں کہا کہ اے محبوب آپ کہیے اس لیے کہ آپ نے ہمارے ملک کو دیکھا ہے آپ نے ملکوت کو دیکھا ہے آپ نے خدا کی خدائی کو دیکھا ہے آپ نے زمینوں کو دیکھا ہے آسمانوں کو دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا ہے اور اس کے بعد وہ مقام دیکھا ہے جو کسی نے بھی نہیں دیکھا تو اے محبوب آپ فرما دیجئے۔ اللہ ایک ہے کیونکہ آپ نے ہمیں دیکھا ہے آپ کہہ دیجئے اللہ رب العالمین جل جلالہ کے محبوب حضور پُرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا یہ مقام تھا۔

جب معلوم ہوا کہ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے جا رہے ہیں تلوار میان سے باہر تھی حضرت نعیم نے کہا بھائی کہاں جا رہے ہو اپنے گھر کی خبر لو کیا عمر کیا تم باتیں کرتے ہو چھوڑو یار ان کو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کیا جاؤ گے؟ ادھر عمر فاروق بہن کے گھر میں داخل ہو رہے تھے اور بہن کو مارتے ہیں ادھر دار ارقم میں حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے۔ صحابہ جو نئے نئے مسلمان تھے وہیں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مسلمان چھپ کر ملتے تھے اس لیے کہ مسلمان کھل کر نہ اللہ کہہ سکتے تھے اور نہ لا الہ الا اللہ کہہ سکتے تھے نہ عبادت کر سکتے تھے کعبۃ اللہ شریف میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ معلوم یہ

ہوا کہ کعبۃ اللہ شریف بھی کبھی مشرکوں کے قبضے میں چلا جاتا ہے یہ بات غلط ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس کی کعبۃ اللہ پر حکومت ہے وہی حق میں ہے وہی حق پر ہے تو پھر تو بت بھی حق پر تھے لڑائی کس چیز کی تھی۔ پھر جاء الحق وزھق الباطل کیوں کہا تھا کعبۃ اللہ شریف پر بھی مشرکوں کا قبضہ کئی سو سال رہا تھا اور ایک نہیں تین سو ساٹھ بت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں رکھے ہوئے تھے (معاذ اللہ) کعبۃ اللہ شریف پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ جیسے یزید نے بعد میں مسجد نبوی پر قبضہ کر لیا اور یہ بھی آزمائش تھی کہ اب نماز کیسے پڑھو گے۔ محبت رسول کے دعویدارو اب کیا کہا کرو گے یزیدی فوجیں مدینہ منورہ میں داخل ہوئیں مسجد نبوی پر قبضہ کر لیا کئی روز تک مسجد نبوی میں نماز نہیں ہو سکی کربلا کے مقام پر اس نے کئی اہل بیت کے شہزادوں کو بلا بلا کر شہید کیا۔ اس کی فوج نے بڑے ظلم کیے یہ سب کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ محدثین نے اور علماء نے تفصیل سے یہ واقعات لکھے ہیں۔ اس زمانے میں ہی سیدنا سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور تھے بلکہ مدینہ منورہ کے فقہائے کرام میں سے تھے۔ تابعین میں سے تھے مدینہ منورہ کے فقہائے کرام میں مشہور تھے جب یزیدی فوج نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور گھوڑوں کے ساتھ مسجد نبوی میں داخل ہو گئی مسجد نبوی میں گندگی اور غلاظت پھیلائی گئی سعید بن میسّب مشہور تابعی حجرے میں چلے گئے۔ اب ان کو جو فکر تھی تو وہ نماز کی فکر تھی اور نماز کی فکر ہونی چاہیے یہ نہیں کہ رات تین چار بجے تک محفل نعت شریف سنی تھی تو اب نماز سے چھٹی اور نعت شریف کا ثواب الگ ہے نماز تو پڑھنی پڑھے گی نعت شریف کا انکار کرو گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر ایک شخص نے محفل نعت نہیں سنی تو کوئی بات نہیں اگر ایک شخص یہ خیال کرتا ہے کہ

اگر محفل نعت میں گیا تو صبح کی نماز رہ جائے گی اور اس خیال سے وہ اگر سو گیا تو زیادہ بہتر کام کیا اس نے اچھا کیا کیونکہ نماز فرض ہے اللہ کا قرض ہے اور بندے پر فرض ہے سب سے پہلا حساب کتاب نماز کا ہوگا تو اگر یہ بات ہے تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ سب کو بھی نماز کی سعادت عطا فرمائے تو سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اب کیسے نماز ادا کروں میں تو حجرے میں بند ہوگیا یہ یزیدی فوجیں تو لوگوں کو چن چن کے تلاش کر رہی ہیں اور مجھے اپنے آپ کو بچانا بھی چاہیے۔ اگر جان بچتی ہے تو بچانے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ حضرت سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بس خیال تھا کہ میں تو حجرے میں بند ہو گیا اب نماز کیسے ادا کروں وقت کیسے معلوم ہوگا۔ کیا سنتے ہیں کہ اتنے میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اذان کی آواز آ رہی ہے سعید ابن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور فقیہ مدینہ منورہ کے فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لیے روضۂ مبارک سے اذان کی آواز آ رہی تھی۔ مسجد نبوی ویران تھی نماز نہیں ہو رہی تھی یزیدی فوجیں گھوم رہی تھیں قتل و غارت کا بازار گرم تھا تو مدینہ منورہ پر یزیدیوں کا قبضہ بھی رہا ہے تو یہ تو ہوتا رہتا ہے کہ کبھی یزیدی آ گئے کبھی مشرکین آ گئے کبھی یہودی آ گئے اور کبھی پلیدی آ گئے یہ سب تو چلتا رہتا ہے چنانچہ حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتایا گیا تھا کہ عمر بڑی شدت سے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور قتل کے درپے ہیں بہادر بھی تھے پہلوان بھی تھے اور بڑے باپ کے بیٹے بھی تھے قریش میں عزت و احترام تھا ایسے عالم میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہن کو مار رہے تھے اور پھر پوچھ رہے تھے دکھا کیا پڑھ رہی ہو اسی وقت دارارقم میں اللہ کے محبوب کے ہاتھ

دعا کے لیے اٹھے (اللھم عز الاسلام بعمر) اے اللہ اسلام کو عمر سے عزت عطا فرما دے۔

کیا دعا ہے اور کہا کہ اے اللہ عمر کو ہدایت نہیں ہوئی تو ابوجہل کو ہدایت ہو جائے لیکن پہلے نام لیا تھا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اے اللہ عمر سے اسلام کو عزت عطا فرما تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات زبان مبارک سے نکلے دلہن بن کے نکلی دعائے محمد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مستجاب ہو رہی تھی اگر ان کی دعا قبول نہ ہوتی تو پھر کسی کی بھی نہ ہوتی اور ان کے صدقے میں امت کی دعا درجہ قبولیت تک پہنچتی ہے تو اللہ رب العالمین نے اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عزت عطا فرمائی۔ ان کے قبول اسلام سے مسلمانوں کا بول بالا ہو گیا یہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ جن کے زمانے میں ایران فتح ہوا یہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ جن کے زمانے میں بیت المقدس فتح ہوا یہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ بیت المقدس کے عیسائیوں نے کہا کہ اپنے بادشاہ کو بھیجو انھوں نے کہا کہ مسلمان کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا اسلام میں بادشاہت نہیں ہے۔ اسلام میں شوری کام ہیں اسلام میں مشاورت ہے اسلام میں جمہوریت ہے مدینہ میں بڑے بڑے جرنیل تھے خالد بن ولید عمرو بن عاص حضرت ابوعبیدہ بن جراح جیسے لیکن کوئی نقلاب نہیں آیا کوئی قابض نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہر طرف سکون تھا کوئی قابض نہیں ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو کوئی انقلاب نہیں آیا سب اپنی جگہ پر مکمل سکوت ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتخب ہو جاتے ہیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے سے فتوحات کا سلسلہ شروع

ہوا ایک لامتناہی سلسلہ ایران کی فتح کے بعد سازشیں ہو رہی تھیں اور ان سازشوں کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی میں خنجروں سے شہید کیا گیا۔ زخمی ہو گئے زخمی ہونے کے بعد گھر لائے گئے تو فرمایا کہ جماعت پوری کرو یہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی مسجد نبوی میں شہادت ہوئی یہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا دعا مانگا کرتے تھے۔ حضور کی دعا ان کے حق میں قبول ہوئی اور ان کی اپنی دعا ان کے اپنے حق میں قبول ہوئی یہ دعا مانگتے تھے (اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبلیک) اے اللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر موت آئے تو شہادت کی موت عطا فرما۔ مسلمان شہادت کی آرزو کرتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک تھے غزوہ احد میں شریک ہوئے جتنے بھی غزوات ہوئے ان میں بیشتر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور زندگی کے بعد اخروی زندگی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آرام فرما ہیں۔ وہ سبز گنبد وہ روضۂ مقدس کہ جن پر ستر ہزار فرشتے صبح اتر رہے ہیں اور ستر ہزار فرشتے شام کو درود وسلام کے تحفے پیش کر رہے ہیں وہ شہر مقدس مدینہ منورہ جس کو اب بدقسمتی سے بے ادب سنی مدینہ مدینہ مدینہ کہتے ہیں بے ادب ہیں ورنہ اہل سنت نے جو ادب سکھایا ہے مدینہ منورہ کا وہ اہل علم سے پوچھو تمام جتنے بھی علماء سلف صالحین وہ جب بھی مدینہ منورہ کا نام لکھتے ہیں۔ علی صاحبھا افضل صلاۃ وسلام مدینے والے پر اعلیٰ سے اعلیٰ سلام ہو اپنے چھوٹے سے گاؤں کو اس میں چاہے موری ہو کہتے ہیں موسہری شریف لیکن مدینہ منورہ کا نام بے ادبی سے لیتے ہیں۔ مدینہ مدینہ

مدینہ بے ادب اور جاہل ہے۔ چل مدینہ کل مدینہ تو بھی مدینہ میں بھی مدینہ کیا تماشا ہے۔ کیا جہالت ہے شہر مدینہ شہر محبوب جہاں ستر ہزار فرشتے صبح و شام اتر رہے ہیں اللہ کے محبوب پر درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں لے کر اتر رہے ہیں۔ وہ شہر محبت ہے شہر محبوب ہے مدینہ منورہ کا نام مدینہ منورہ مدینہ طیبہ یہ کس نے لکھا (ان اللّٰہ عزوجل سلمٰی المدینہ طیبہ) یہ حدیث پاک تمام محدثین نے لکھی ہے اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا مدینہ کے در و دیوار روشن ہو گئے اور ایسے روشن ہوئے کہ آج تک روشن ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا فرماتے ہیں (اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبلیک) اے اللہ شہادت کی موت عطا فرما مسلمان شہادت کی موت کی تمنا کرتا ہے اور شہادت کی موت جہاد میں ملتی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کا مرتبہ جہاد میں نہیں ملا جہاد میں تو غازی بن کے آتے رہے لیکن مدینہ منورہ میں مظلوم ہو کر شہادت کی سعادت حاصل کی۔ فیروز نے خنجر مارا زخمی ہوئے اس کے بعد دنیا سے پردہ فرمایا لیکن دعا کیا مانگی تھی اے اللہ اپنی راہ میں موت عطا فرما شہادت کی اور (واجعل موتی فی بلدحبیبک) اور اے اللہ جب شہادت کی موت آ جائے تو وہ موت در حبیب پر آئے۔

وہ در محبوب پر اس دنیا سے رخصت ہو گئے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و رضوان کی بارشیں قیامت تک فرماتا رہے اور ہم اور آپ سب کی حاضری کو قبول فرمائے۔

❀ ❀ ❀

اسلام اور اصلاحِ معاشرہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ط وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ط وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَحَبِيْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَلَّذِيْ اُرْسِلَ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَرِيْمًا هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ.

يَارَبِّ يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ شَانِ حَبِيْبِهٖ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وآلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَر۔

مقتدر علماء کرام، میرے محترم بزرگو، محترم بھائیو، محترم بہنو، عزیز نوجوانو اور پیارے بچو! السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

ابھی ابھی رفیق محترم لسان العصر حضرت علامہ مولانا قمر الزمان اعظمی اس فقیر وحقیر کے متعلق بہت سارے کلمات تعریف بیان فرما چکے ہیں۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اس فقیر کے لیے انھوں نے جو کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ رب العالمین انھیں شرف قبولیت عطا فرمائے اور مجھ کو اس کا اہل بنائے۔ آمین

سب سے پہلے عزیز محترم جناب عمران حسین کو دل کی گہرائیوں سے پرُ خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ حضرات کو بھی پرُ خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ عزیز نوجوان کی دعوت پر اصلاح معاشرہ کے عظیم الشان اجتماع میں سنی فاؤنڈیشن کی دعوت قبول کرتے ہوئے تشریف لائے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ گناہ گار و سیاہ کار اور آپ سب کی حاضری قبول فرمائے۔

مقتدر علماء کرام نے اپنے ایمان افروز خیالات سے آپ کو مستفید کیا ہے۔ چند مختصر گزارشات پیش کرنے کے لیے میں بھی حاضر ہوا ہوں۔

یورپ کی سرزمین پر ہم رہتے ہیں۔ یورپ کی سرزمین پر معاشرے کی اصلاح کے لیے ہم کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جن اقدامات کی ہمیں ضرورت ہے ان کے لیے کس قسم کے وسائل درکار ہیں۔ مسلمانوں کو جو یورپ میں اقلیت میں رہتے ہیں ان کو مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا

چاہیے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں برطانیہ کا قانون آپ کو تحفظ دیتا ہے۔ برطانیہ کا قانون وہی قانون ہے جو فرانس میں ہے۔ برطانیہ میں وہی قانون ہے جو یوگو سلاویہ میں ہے۔ برطانیہ میں وہی قانون ہے جو چیچنیا میں ہے۔ داغستان میں ہے۔ وہی قانون برطانیہ میں ہے۔ کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ دستور سب جگہ موجود ہیں اور یورپی اقوام اپنے آپ کو ہیومن رائٹس کا سب سے بڑا علمبردار کہتی ہیں۔ The most civilized nation of the world دنیا کے ممتاز ترین تہذیب وتمدن کے علمبرداروں کا یہ دعویٰ ہے۔ دنیا کے مہذب ترین تہذیب اور ثقافت کے دعویٰ کے ان علمبرداروں کا پورا نقشہ آپ نے کوسووا' البانیا' بوسنیا میں دیکھا ہوگا۔ کیا کردار یہ گوری قومیں' وہاں گورے مسلمان کے ساتھ ادا کر رہی ہیں یعنی وہ مسلمان جو وہاں موجود ہیں وہ گورے مسلمان ہیں۔ نسل وہی ہے۔ سفید چمڑی ہے۔ زبان بھی وہی بولتے ہیں جو یہاں بولی جاتی ہے۔ ان گوری اقوام کے ساتھ یہ وہاں کیا سلوک کر رہے ہیں وہ سب حال آپ کے سامنے ہے۔ یورپی پارلیمنٹ' جی ایٹ اور اقوام متحدہ کی زیر سرپرستی بھارت' کشمیر میں ظلم وستم کر رہا ہے لیکن اس کے خلاف ان کی جانب سے کوئی آواز بلند نہیں ہوتی ہے۔ ستر ہزار مسلمان دس سال کے عرصہ میں کشمیر کی سرزمین پر شہید ہو چکے ہیں۔ چالیس ہزار مسلمان عورتیں اپنی عزت بچانے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکی ہیں۔ بے شمار عورتوں کی عصمتیں لٹ گئی ہیں۔ گاؤں کے گاؤں' بستیوں کی بستیاں کشمیر میں جلائی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ یورپی قوموں کو نظر نہیں آتا کیونکہ یہ سب کچھ انہی کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ اب ان سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو یہ بتاؤں گا آپ کو تحفظ کیسے مل سکتا ہے؟

ان کا کوئی قانون آپ کو تحفظ نہیں دے سکتا ہے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کوسووا' بوسنیا' البانیا کے مسلمانوں کو یورپی پارلیمنٹ کا قانون تحفظ فراہم نہیں کر سکا۔ آپ کو معلوم ہے فرانس میں 40 لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ یہ مسلمان زیادہ تر الجزائر اور تیونس سے بلائے گئے ہیں۔ یہ مسلمان وہ ہیں جن میں زیادہ تر 1946ء میں دوسری جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد فرانسیسی کونسل جنرل نے تیونس' الجزائر اور مراکش میں خصوصی دفاتر کھولے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہنے لگے خدا کے واسطے آؤ ہمارے ملک کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے۔ رہنے سہنے کا سارا نظام درہم برہم ہے۔ بجلی' ڈرینج سسٹم کا نظام درہم برہم ہے آؤ اس کی تعمیر کرو۔ جرمنی نے استنبول' انقرہ' مقدونیہ اور دیگر مختلف مقامات پر جنرل قونصلیٹ کے دفاتر کھولے۔ مسلمانوں سے درخواست کی گئی آؤ کام کرو ہمارے پاس آدمی ختم ہو گئے ہیں۔ ملک تباہ ہوگیا۔ جرمنی کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ فرانس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ برطانیہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی آؤ اس کو آباد کرو اور بناؤ۔ مسلمان آئے انھوں نے بنا دیا۔ سب کچھ کر دیا تو اب کہتے ہیں۔ "The most unwanted Guest" "آپ ہمارے ناپسندیدہ مہمان ہیں۔" 1946ء میں بڑی خوشامد کے ساتھ بھرتی کر کے لائے تھے اور اب ناپسندیدہ کہنے لگے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایئے ان کو کتنی محبت ہے۔ یورپی پارلیمنٹ کا قانون آپ کو تحفظ فراہم نہیں کر سکتا ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ کا قانون آپ کو تحفظ فراہم نہیں کر سکتا اگر کوئی قانون تحفظ فراہم کر سکتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا لایا ہوا قانون ہے۔ ان کے لائے ہوئے قانون پر آپ عمل کرتے رہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ خود بخود آپ کی

حفاظت فرمائے گا۔ آپ اس قانون پر اعتماد کیجئے۔ مشکل یہ ہے کہ آپ کو یہاں کے قانون پر اعتماد ہے کہ یہ آپ کو تحفظ فراہم کرے گا۔ یورپ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی اگر ہم یہی کہتے رہے تو اس سے بڑا دھوکہ خود کو نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ایسا اپنے آپ کو وقتی مطمئن کرنا ہے جبکہ شتر مرغ کا بھی یہی طریقہ ہے کہ جب وہ آندھی اور طوفان چلتے دیکھتا ہے تو اپنا منہ ریت میں دے لیتا ہے اور سمجھتا ہے :جب سب کچھ گزر جائے گا تو دیکھوں گا کیا ہوا۔ اتنی دیر میں وہ خود بھی ختم ہو جائے گا۔ ریت میں منہ ڈال دینے یا وقتی تسلی دینے سے کوئی کام نہیں ہو گا۔ ہمیں اپنے آپ کو تحفظ دینا ہو گا۔ تحفظ ہم کس طرح دے سکتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آ جائیں۔ اب ظاہر ہے جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آ گئے تو بات ختم ہو گئی۔ دنیا میں جنگل کے بادشاہ کو شیر کہتے ہیں۔ شیر کی پناہ میں اگر کوئی آ جائے تو کسی چھوٹے موٹے جانور کی مجال ہے کہ اس پر ہاتھ ڈال دے۔ یہ تو بلا تشبیہ میں نے ایک بات کہی ہے۔ ایسی مثال دینی بھی نہیں چاہیے مگر آپ کو سمجھانے کے لیے مثال دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رحمتہ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پناہ میں ہم آ جائیں اور ان کی پناہ میں جو آیا انھیں ایسی پناہ دی گئی کہ دنیا نے دیکھا ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح پناہ دیتا ہے کہ ساری خدائی اس شخص کی پناہ میں آ جاتی ہے۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے خدائی اس کی ہو جاتی ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

یورپ اور برطانیہ کے مسلمان، اللہ کی پناہ میں کس طرح آ سکتے ہیں۔

اللہ کی پناہ میں آنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ اللہ کی پناہ میں کون لوگ

آ ئے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ ئے تھے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ ئے۔ یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آ گئے تھے۔ ایک جاہل معاشرہ تھا۔ جس معاشرے میں انسان' انسان کو قتل کرتا تھا۔ جس جاہل معاشرہ میں انسان' انسان کو لوٹتا تھا۔ اس جاہل معاشرہ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سب سے بڑے مراکز تھے۔ وہ جاہل معاشرہ تھا جس میں عورتیں ننگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔ کعبۃ اللہ شریف کی یہ بے حرمتی تھی کہ عورتیں جب طواف کرنے جاتی تھیں تو پورا لباس اتار دیتی تھیں۔ اس سے آپ تھوڑا اندازہ لگا سکتے ہیں کیسا معاشرہ ہوگا جس میں عورتیں بالکل ننگی ہو کر اللہ کے گھر کا طواف کرتی تھیں۔ وہ جاہل معاشرہ تھا جہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ وہ جاہل معاشرہ تھا جس میں ایک آدمی فخر کے ساتھ سینکڑوں عورتیں رکھتا تھا اور اس پر فخر کرتا تھا۔ مرنے کے بعد وہ عورتیں اولاد میں تقسیم ہو جاتی تھیں۔ وہ جو پہلے ان کی مائیں کہلاتی تھیں اب ان کی بیویاں کہلانے لگتی تھیں۔ یہ اس جاہل معاشرہ کی مختصر تصویر ہے۔ اس جاہل معاشرے سے نکل کر جن لوگوں نے دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لی۔ جب اس جاہل معاشرہ میں تھے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی عورتیں اٹھا لیتے تھے۔ زنا' بدکاری اور شراب نوشی کی برائیاں اس معاشرے میں موجود تھیں۔ حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز غار حرا سے نکل کر فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوتی ہے۔ وہ آواز لوگ سنتے ہیں اور جوق در جوق آتے ہیں۔ ابوبکر آ رہے ہیں تو صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن

رہے ہیں۔ عمر آ رہے ہیں تو فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رہے ہیں۔ عثمان آ رہے ہیں تو غنی بن رہے ہیں۔ علی آ رہے ہیں تو ولی بن رہے ہیں۔ اس جاہل معاشرہ میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مقدس جماعت تیار ہوگئی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے یہ مقدس جماعت تھی۔

''ایمان میں سبقت لے جانے والے مہاجرین و انصار' مدینہ جانے والے اور مدینہ منورہ میں اپنے ہاں پناہ دینے والے اور اسلام کے مددگار بننے والے انصار۔''

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی بن کر مدینہ منورہ کے لوگ میدان میں آئے۔ یہ مقدس جماعت اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ایمان لانے کے بعد جس کے ہاں پہلے زنا' زنا نہیں تھا۔ جن کے ہاں شراب کو تفریح سمجھا جاتا تھا۔ شراب' سود' بدکاری' حرام کاری یہ ساری ہی برائیاں جس معاشرے میں موجود تھیں اس معاشرے میں ایسے پاکیزہ لوگوں کی ایسی مقدس جماعت تیار ہوئی کہ جس کے سربراہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یہ وہ مقدس جماعت تھی جنھوں نے اللہ سے کیے وعدے کو پورا کیا۔

ان میں بہت سے لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ جان' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قربان کر دی۔ جن میں اللہ کے لیے جان قربان کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا ایسی مقدس جماعت تیار کی ان کو اپنی جان سے محبت نہیں رہی۔ اپنے مال سے محبت نہیں رہی۔

آج ہم کو اپنے مال سے بڑی محبت ہے اور اتنی محبت ہو گئی کہ اب کشمیر میں کبھی کبھار جاتا ہوں تو کیمپوں میں بلکتے اور سسکتے ہوئے بچوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف پانچ پانچ کروڑ کی کوٹھیاں بنانے والوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے خوف محسوس ہوتا ہے کہیں ان پر اللہ کا عذاب نہ آ جائے۔ استنبول میں جیسے کوٹھیاں زمین میں دھنس گئیں میرپور کی کوٹھیاں بھی شاید دھنس جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب سے بچائے لیکن جب پانچ کروڑ روپے کی کوٹھی بن رہی ہو اور پڑوس میں مقبوضہ کشمیر کا ستم رسیدہ بچہ' بوڑھا جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ جس کی ٹانگ توڑ دی گئی جس کے پاس دوا کے لیے پیسے نہیں ہیں وہ کوٹھی کے زیر سایہ تڑپ رہا ہے اور دوسری جانب پانچ کروڑ کی کوٹھی بن رہی ہے تو کیا رحمت الٰہی کا نزول ہو گا۔ یہ خود سوچئے۔ کہاں وہ منظر تھا کہ مدینہ منورہ میں مکہ معظّمہ سے قافلے آتے تھے۔ ہم برطانیہ پہنچ کر عیش پرستی میں مبتلا ہو گئے ہم بھول گئے کشمیر میں کیا گزر رہی ہے۔ کشمیر کے مسلمانوں پر کیا قیامت بیت رہی ہے۔ کبھی سنتے ہیں تو وقتی اثر ہوتا ہے۔ خیرات کے طور پر سنی جہاد کونسل کو دو پونڈ دے کر سمجھتے ہیں فریضہ ادا ہو گیا۔ نہیں' بہت باز پرس ہو گی۔ قرآن کریم میں ہمارے لیے ارشاد فرمایا گیا مدینہ منورہ میں کون لوگ رہتے ہیں۔ انصار کون لوگ ہیں جنھوں نے لٹے ہوئے قافلوں کو پناہ دی۔ مدینہ منورہ مرکز ایمان' مقدس شہر' کسی چلتے پھرتے آدمی کا نام نہیں مدینہ منورہ ایک شہر ہے۔ یہ وہ شہر ہے جس پر صبح و شام ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ ہے۔ بعض جاہل' بے ادب' گستاخ رسول اپنی زبان دراز کرتے ہوئے اسے مدینہ' مدینہ' مدینہ کہہ دیتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ ہے۔ یہ وہ شہر مقدس ہے کہ جب حضور پرُنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم اونٹنی مبارک پر سوار ہو کر شہر مبارک میں داخل ہو رہے تھے تو انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے آقا کی سواری مدینہ منورہ میں داخل ہو رہی تھی تو لوگوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے در و دیوار روشن ہو گئے تھے۔ آج بھی شہر محبوب کے در و دیوار محبت سے روشن ہیں۔ وہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن ہیں۔ رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور ہیں۔ آج بھی روشن ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے ارشاد فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مدینہ منورہ کا مدینہ طیبہ نام رکھا ہے۔ وہ بڑے ادب کا مقام ہے۔ بڑے ادب کا شہر ہے۔ ہمارے اکابرین حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی جب بھی تحریر لکھتے تو ہمیشہ یہی لکھتے تھے "مدینہ منورہ۔"

حضرت پرُنور سیدنا رحمتہ اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرہ برس مدینہ منورہ میں رہے۔ تیرہ سال اور دس ماہ مدینہ منورہ میں رہے۔ قافلے لیے ہوئے جب مکہ مکرمہ سے آ رہے تھے تو مدینہ منورہ کے لوگوں نے ان قافلے والوں کو سلام کیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنی کوٹھیاں پانچ پانچ کروڑ کی نہیں بنا رہے تھے۔ اب لوگوں کا پیسہ جہاد میں خرچ نہیں ہو رہا۔ پتھروں، سیمنٹ اور لوہے میں لگ رہا ہے اور ان کو اپنی جگہ کی فکر نہیں ہے۔ ان کو آنے والے لوگوں کی فکر نہیں ہے۔ اہل مدینہ نے بڑے ایثار سے کام لیا اس کا تذکرہ قرآن میں آتا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد وہ لوگ جو ایک دوسرے کے دشمن تھے ایسی محبت ان میں پیدا ہوگئی کہ جب مدینہ منورہ مہاجرین کے قافلے آ رہے تھے تو دوڑ دوڑ کر مدینہ والے کہہ رہے تھے میرا چھوٹا سا کاروبار ہے آپ بالکل پریشان

نہ ہوں۔ آدھا آپ کا اور آدھا میرا ہے۔ میری دو بیویاں ہیں آپ پریشان نہ ہوں ایک بیوی کو میں طلاق دیتا ہوں اس سے آپ شادی کر لیجئے۔ میرا ایک مکان ہے آدھا آپ کے لیے اور آدھا میرے لیے ہے۔ یہ تھا عمل' یہ تھا وہ معاشرہ جس کی بنیاد محبت' انسانی ہمدردی' اخوت' پاکیزگی' تزکیہ نفس پر رکھی گئی تھی۔ اس جاہل معاشرے میں ایک نوجوان شخص پانچوں وقت نماز کے لیے آتا تھا۔ امام جلال الدین اس روایت کو بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نوجوان مسجد میں نظر نہ آیا تو فاروق اعظم فرمانے لگے کہاں ہے وہ نوجوان' جو مسجد کی صف اوّل میں کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے معلوم ہوا کہ امام مسجد کو ایک ایک مقتدی کی حاضری اور غیر حاضری سے باخبر رہنا چاہیے اور مقتدیوں کو بھی نمازی بھائی کے حال سے باخبر رہنا چاہیے۔ ہمارے اسلامی معاشرے کی بنیاد محبت پر ہے۔ اس کی بنیاد نفسانیت پر اور خود غرضی پر نہیں ہے۔ جبرائیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہمسایوں کی باتیں کرنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال کیا پڑوسیوں کے حقوق بیان کر کے شاید پڑوسیوں کو حصے دار بنا دیں گے۔ رب کریم فرماتا ہے پڑوسیوں کے حق ادا کرو۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد دیکھیں کتنی خوبصورت ہے مگر برطانیہ کا معاشرہ دیکھیں لوگوں کو اپنے باپ کا پتہ نہیں چلتا تو دوسروں کا پتہ کیسے چلے گا۔ ہم مسلمان بڑے فخر سے کہہ دیتے ہیں فلاں کا بیٹا۔ مگر انگریز نہیں کہتے ہیں۔ وہ صرف یہی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا Sur Name فلاں ہے۔ یہ اس لیے لکھ دیتے ہیں کہ باپ کا پتہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ معاشرہ انگریزوں کا ہے۔ ہمارا اسلامی معاشرہ دوسرا ہے جہاں بیٹے کو باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کے معاشرہ کی بنیاد رکھ دی گئی۔ پڑوسی' قرابت دار' والدین

سب کا حق ہے۔ انگریز سال میں زیادہ سے زیادہ ایک دن کو ''مدر ڈے'' منا لیتے ہیں اور جب زیادہ شور برپا ہوا تو ''فادر ڈے'' بھی منانے لگے۔ یہ انگریز معاشرہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں والدین کو صبح دیکھیں' شام دیکھیں' انھیں دیکھتے رہیں اور حج مقبول کا ثواب لیتے رہیں۔ حضرت علامہ ابو المحمود نشتر صاحب نے حدیث شریف آپ کے سامنے پڑھی' ایمان تازہ ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا پہلی صف میں کھڑا ہونے والا نوجوان مسجد نہیں پہنچا۔ بتایا گیا حضور! انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی سے کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ رات وہ نماز میں شامل تھے کہا حضور یہی ہوا۔ پوچھا دفنا دیے گئے بتایا گیا۔ دفنا دیے گئے۔ عمر کو خبر نہیں دی ہے۔ چلو اب جنت البقیع چل کر اس کی قبر پر فاتحہ پڑھ آتے ہیں۔ یہ امام کا ایک مقتدی سے تعلق ہے۔ امام تھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ بات کیا ہوئی ہے۔ کہا گیا وہ نوجوان' نماز عشاء پڑھ کر نکلا۔ ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ وہ واپس گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک لڑکی نے دروازہ کھولا اور اس کو پکڑ کر کھینچ لیا' دوسری عورتیں بھی ساتھ تھیں پھر معلوم نہیں کیا ہوا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ اسے اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا گیا۔ جب رات وہ گھر نہ پہنچا تو گھر والے سمجھے شاید رات مسجد میں ٹھہر گیا ہو گا۔ صبح لوگ نماز کے لیے نکلے تو لاش سڑک پر تھی۔ بازو پر ہاتھ رکھا گیا تو معلوم ہوا جان باقی تھی۔ جلدی سے طبیب کو بلایا گیا اور گھر لے جایا گیا جہاں وہ ہوش میں آ گیا اور بولا' ابا میں مسجد سے آ رہا تھا راستے میں دو لڑکیاں دروازے سے نکلیں۔ مجھے پکڑ کر کھینچ لیا۔ میرے کپڑے اتارنے لگیں تو میں بے ہوش ہو گیا پتہ نہیں پھر کیا ہوا۔ وہ کہنے لگا

اب میں گناہ گار ہوں۔ میں اللہ کے سامنے کیسے پیش ہوں گا؟

یورپ کا معاشرہ جاہل معاشرہ ہے جس طرح اس جاہل معاشرہ میں دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لے کر اہل ایمان نے تحفظ حاصل کر لیا تھا ایسے ہی اس جاہل معاشرہ سے ہٹ کر دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لیجئے اور اپنے ایمان کو بچا لیجئے۔

نوجوان نے کہا ابا اب کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے ''خبردار! زنا کے قریب بھی مت جاؤ'' کوئی عورت بغیر نکاح کے حلال نہیں ہوسکتی۔ کوئی مرد بغیر نکاح کے حلال نہیں ہوسکتا۔ نکاح کے علاوہ جنسی ملاپ ہو تو وہ حرام ہے۔ وہ زنا ہوگا اور خدا کی طرف سے پھٹکار اور لعنت ہوگی۔ اسلام اس برائی کو مٹانے آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ زنا' برائی اور بے حیائی کا راستہ ہے۔ زنا' بے حیائی اور بے غیرتی ہے۔ جو اولاد زنا سے پیدا ہو قیامت تک اس کی پھٹکار چلتی رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زانی پر فاقہ اور غریبی مسلط کر دیے جاتے ہیں۔

والد کہتا ہے نوجوان نے اللہ کے سامنے پیش ہونے کا کہہ کر چیخ ماری اور ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔ اسے دفن کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جنت البقیع چل کر اس کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ کیا خوبصورت نوجوان تھا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت غیر مسلم اقوام بھی رہتی تھیں۔ یہودی تھے' مشرکین تھے۔ جن لڑکیوں نے نوجوان کو پکڑ کر کھینچا تھا ان کا تعلق اسلام سے نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نوجوان کی قبر پر گئے اور کھڑے ہو کر السلام علیکم یا اہل القبور کہا۔ اس کے بعد دعائے خیر فرمائی اور ارشاد فرمانے لگے

کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ تم نے وہ پایا جس کا تمھارے رب نے وعدہ کیا ہے۔ قبر سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب آتا ہے۔ اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ نے جو وعدہ فرمایا میں نے وہ پا لیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ اصلاح معاشرہ کے لیے جو بھی اقدامات کیے جا رہے ہیں اس کے لیے میں عزیزم عمران حسین چودھری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(سنی فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام برطانیہ کے شہر بریڈفورڈ میں منعقدہ ''اصلاحِ معاشرہ کانفرنس'' سے خطاب)

شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَر۔

صدر محترم، مقتدر علماء کرام، تحریک فدایان ختم نبوت کے سرپرست اعلیٰ محترم بہنو، عزیز نوجوانو اور پیارے بچو! مجھے انتہائی مسرت ہے کہ میں آج معمول کے مطابق اس شہادت کانفرنس میں جو تحریک فدایان ختم نبوت، جماعت اہلسنّت اور جمعیت علماء پاکستان اہلیان نیوکراچی کی جانب سے منعقد ہو رہی ہے۔ میں آپ سب حضرات کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھ کو بھی اس محفل میں شرکت کی دعوت دی میں حاضر ہوا، آپ بھی قرب و جوار سے محبت اور اخلاص کے ساتھ اس بابرکت اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اور آپ سب کی اس حاضری کو قبول فرمائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس محبت کے ساتھ آپ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں اہل بیت کی محبت میں اپنی نیند اور اپنے آرام کو قربان کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے یقین ہے کہ یہ ان کے دربار میں مقبول ہے اور ظاہر ہے کہ جب مقبول ہے تو مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ان کی رحمتوں کے وسیلے سے جس طرح یہ مجمع آج ان کی محبت میں یہاں بیٹھا ہوا ہے، کل محشر کے میدان میں بھی یہ مجمع انھیں کے سائے میں بیٹھا ہوا ہوگا اور یہ اللہ رب العالمین اور اس کے محبوب رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمتوں سے کوئی بعید نہیں ہے۔ ہمیں ان کی رحمتوں پر غیر متزلزل یقین ہے۔

امام حسین مظلوم کربلا تھے امام حسین حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور نظر اور لخت جگر تھے۔ امام حسین سیدہ خاتون جنت، طیبہ طاہرہ فاطمۃ

الزہراء رضی اللہ عنہا کے نور نظر تھے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم شیر خدا، حیدر کرار کے دلبر تھے ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھے۔

امام حسن اور امام حسین دو بھائی تھے، حسن بڑے تھے اور حسین چھوٹے تھے۔ یہ دونوں شہزادے جب فرش زمین پر چلتے اور مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھومتے تھے، یہ دونوں جب مکہ معظّمہ میں پھرتے تھے، کبھی احرام پہنے ہوئے ہیں کبھی حلہ یمانی پہنے ہوئے تو ان کا ملاح دور سے دیکھ کر یہ کہتا تھا معلوم ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا رہے ہیں۔

ان کا پورا وجود نورانی تھا اور کیوں نہ ہو کہ ؎

تیری نسل پاک میں بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یہ شہزادے جب مدینے کی گلیوں سے گزرتے تھے تو در و دیوار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آتی تھی اور کتنی عجیب بات ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا فرش زمین پر جنت کے نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کی! بے شک تو ارشاد فرمایا! جس کو جنت کے نوجوانوں کے سردار کو دیکھنے کی تمنا ہے وہ حسن اور حسین کو دیکھ لے چنانچہ فرمایا! الحسن والحسین سید شباب اهل الجنة (ترمذی شریف)

یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ گلشن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلشن کے اس مہکتے پھول (حسین) کو بڑی بے دردی سے امت کے ان منافقین،

بدبخت اور بدنصیب لوگوں نے کربلا کے میدان میں مسل دیا۔ کربلا کا واقعہ کیا ہے؟ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام حسین مظلوم تھے اور یزید پلید تھا بدنصیب و بدبخت اور شقی القلب تھا زمین پر چلتا پھرتا شیطان تھا بدی کی قوتوں کی علامت تھا جو نیکی کی قوتوں سے ٹکرا رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیکی کی قوتوں کے علمبردار تھے اور رحمانی قوتوں کی نمائندگی فرما رہے تھے اور یزید شیطانی قوتوں کی نمائندگی کر رہا تھا یہ رحمانی اور شیطانی قوتوں کا مقابلہ تھا حق و باطل کا معرکہ تھا، ظالم و مظلوم کا مقابلہ تھا اور اس مقابلہ میں دنیا نے دیکھا کہ مظلوم نے ظالم سے مقابلہ کیا ظالم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور مظلوم آج بھی مقبول ہے کہ فرش زمین پر بھی اس کا ذکر ہو رہا ہے عرش بریں پر بھی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔

امام عالی مقام، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کربلا، دافع کرب و بلا نیکی کی قوتوں کے ترجمان تھے اور شیطانی قوتوں کے مقابل صف آراء تھے۔ انھوں نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ یزید کی عظیم الشان سلطنت کے سامنے جھکے بھی نہیں اور بکے بھی نہیں۔

ہم لوگ گرمی سے تڑپتے ہیں پیاس لگتی ہے تو فریج کا ٹھنڈا پانی پیتے ہیں اور ہم میں سے بہت سے لوگ اکثر قرآن پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں اوراد و وظائف میں مشغول ہوتے ہیں تو پڑھتے ہوئے زبان خشک ہونے لگتی ہے، دل چاہتا ہے پانی پی لوں تو رک کر ٹھنڈا پانی پی لیتے ہیں اور پھر تلاوت شروع کرتے ہیں لیکن یہ منظر کہیں نظر نہیں آتا کہ ایک شخص تلاوت قرآن کر رہا ہے تیروں کی بارش ہو رہی ہے خون بہہ رہا ہے اور تلاوت قرآن کر رہا ہے۔ یہ

منظر دیکھا ہے تو صرف کربلا والوں نے دیکھا ہے یہ نظارہ چشم فلک نے صرف کربلا میں دیکھا کہ ایک شخص زخموں سے چور ہے، خون بہہ رہا ہے، تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے اور آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز...... ایسا سجدہ بھی آپ نے کہیں نہ دیکھا ہو گا تیروں کی برسات ہو رہی ہے، خون بہہ رہا ہے لیکن امام عالی مقام کی جبین اپنے رب کے حضور جھکی ہوئی ہے یہ وہ سجدہ تھا جس کی نظیر صرف نواسئہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نظر آتی ہے۔

آج ہم دیکھیں۔ لوگ حج کرنے جاتے ہیں۔ ان کی آمدنی کیسی ہے، کہاں سے آئی؟ کس طرح آئی؟ سرکاری حج ہے یا غیر سرکاری حج ہے؟ سود کے پیسے ہیں یا رشوت کے؟ ہیروئن کی کمائی ہے یا اسمگلنگ کی؟ یہ علیحدہ بات ہے لیکن بڑے آرام سے ہوائی جہاز سے جاتے ہیں، آرام سے کاروں میں سفر کرتے ہیں ہوٹل میں قیام ہوتا ہے یا جو مکان کرائے پر حاصل کیا اس میں رہتے ہیں یعنی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حاجی کتنے آرام اور پرمسرت طریقے سے حج کے لیے جاتے ہیں...... لیکن چشم فلک نے یہ نظارہ نہیں دیکھا ہو گا کہ وہ جو صبح شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں رہتے تھے جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھا رہے تھے تو سجدے سے سر نہیں اٹھایا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے، خلاف معمول سجدہ طویل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تنہا نماز پڑھتے تو بڑا طویل سجدہ ہوتا تھا۔ بڑا طویل قیام ہوتا تھا۔ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے!......

يَآ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًاo

اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام سوا کچھ رات کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں حتی تورمت قدماہ قدم مبارک میں ورم آ جاتا رگیں کبھی کبھی پھٹ جاتی تھیں تو خون بہنے لگتا تھا اللہ نے فرمایا محبوب قیام کو ذرا کم کیجئے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیے۔

ویسے عام طور پر سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے وہ کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ نو لیکن اس روز حضور کا سجدہ طویل ہو گیا۔ سلام پھیرنے کے بعد صحابہ سے فرمایا...... آج سجدہ طویل ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ میں سجدے سے سر اٹھا لیتا لیکن جب میں سجدے میں تھا تو حسین کھیلتے کھیلتے گھر سے نکل کر میرے اوپر سوار ہو گئے۔ اب اگر میں سجدے سے سر اٹھا لیتا تو وہ گر جاتے انھیں چوٹ لگ جاتی...... اندازہ فرمائیے...... کتنے ناز ونعم میں پلے ہوئے تھے؟ وہ ناز ونعم میں پلے ہوئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کرنے جاتے تھے سواری ہوتی تھی مگر استعمال نہیں فرماتے تھے، اونٹ ان کے پاس تھے، ایک دو نہیں، پوری زندگی میں امام حسین نے 25 حج پیدل کیے۔ کیسے بابرکت تھے۔ یہ نواسہ رسول امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کے سجادہ نشین تھے۔ ان کی محبت ہمارا ایمان ہے اور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھام لیا وہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا حقدار ہو گیا۔ یہ ہم اہلسنّت کا عقیدہ ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے اللہ تعالیٰ مجھ گناہگار کو بھی، آپ سب کو اس عقیدے پر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! مثل اھل بیتی کسفینة نوح او کما قال ﷺ یعنی میرے اہل بیت سفینہ نوح کی طرح ہیں جس طرح وہاں طوفان آیا تھا لیکن جو کشتی نوح میں سوار تھا وہ بچ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس نے دنیا کی مصائب و آرام سے تنگ آ کر اور تمام دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر اہل بیت کے دامن کو تھام لیا، ان سے وابستہ ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کشتی میں سوار ہو گیا جیسے حضرت نوح کو ماننے والے 72 کے قریب جو افراد تھے وہ کشتی میں سوار ہو گئے تو طوفان سے بچ گئے۔

جس نے اہل بیت خاندان نبوت کے دامن کو تھام لیا، اس نے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھام لیا اور جس نے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھام لیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا حقدار ہو گیا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مل گئی وہ جنت میں جانے کا حقدار ہو گیا اس لیے کہ جنت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے میرے آقا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں! بیدی مفاتیح الجنة جنت کی چابیاں میرے دست اقدس میں ہیں۔

جنت کی کنجیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست کرم میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لیتے ہیں اور نعمتوں کو لینے کے بعد اپنی امت کو تقسیم کرتے ہیں تو امت کو قیامت تک جو نعمت ملتی رہے

گی وہ در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے گی اور ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہے امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خونِ رسول ہے اس خون کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا قدر و قیمت ہوگی اب اگر امت قدر نہ کرے تو یہ امت پر بات ہوگی۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

اترجو امة قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب

یعنی وہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی کیسے حقدار ہوگی۔ امت کے وہ لوگ شفاعت کے حقدار کیونکر ہوں گے جنھوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔

ذرا سوچیئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست قدرت میں جنت کی کنجیاں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں کوثر ہے کوثر جنت کی نہر ہے۔ جب لوگ میدان حشر میں پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے۔ آفتاب سوا نیزے پر ہوگا اور زمین تانبے کی ہوگی ایسے میں پیاس کا عالم کیا ہو گا؟ قربان جایئے ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ آپ فرماتے ہیں میں اپنے امتی کو پہچان پہچان کر اور بلا بلا کر اپنے ہاتھوں سے آبِ کوثر پلاؤں گا۔

حدیث مبارک ہے! الحسین منی و انا من حسین حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں تو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دوڑ رہا ہے خونِ حسین بڑا قیمتی خون ہے جس نے حسین کو اذیت دی، جس نے امام عالی مقام کو زخمی کرنے کی جرأت کی، جس نے امام عالی مقام

پر تیر پھینکا تو ان پر تیر چلانے کا مطلب کیا تھا، ان کو تکلیف دینے کا مطلب کیا تھا، ان کو اذیت دینے کا مطلب یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی گئی اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دے، اذیت پہنچائے اس کی سزا کیا ہے؟ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے!......

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا○

ترجمہ: بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف دیتا ہے اور جو خونِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے۔

اب ذرا غور فرمایئے! مدینہ منورہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس ہیں۔ مدینہ منورہ یہ بڑا بابرکت شہر ہے یہ شہر محبوب ہے یہ وہ شہر اور وہ بستی ہے جہاں صبح وشام 70 ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لے کر اترتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اہل مدینہ میرے پڑوسی ہیں خبردار! ان کو تکلیف مت دینا من اذاھم جس نے اہل مدینہ کو تکلیف دی فقد اذانی تو اس نے مجھے تکلیف دی۔

اللہ اللہ جو بھی مدینہ منورہ میں رہتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی ہیں اور جس نے انھیں تکلیف دی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی اس پر دنیا و آخرت میں خدا تعالیٰ کی لعنت اور توہین آمیز عذاب ہے جیسا کہ میں نے ابھی آیت مبارکہ تلاوت کی۔

تو دیکھو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسیوں کو تکلیف دے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی اور جو خونِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی تکلیف ہوگی؟

وہ کون لوگ تھے جن میں یہ جرأت ہوئی یہ کون لوگ تھے کیا یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ نہیں پڑھتے تھے؟ پڑھتے تھے ضرور پڑھتے تھے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یزید کے لشکر میں یہودی تھے یہ ابن سعد جو یزیدی لشکر کا سپہ سالار تھا اس کے والد کا نام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور سعد بن ابی وقاص وہ ہیں جنھوں نے ایران فتح کیا یہ وہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں کہ جب جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ خون مبارک بہہ رہا تھا دندان مبارک شہید ہو رہے تھے تو حضرت سعد بن وقاص سینہ سپر ہو کر تیر کھا بھی رہے تھے اور تیر چلا بھی رہے تھے۔ ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیر لے کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے! ارم یا سعد فداک ابی و امی اے سعد! میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو تیر چلائے جا۔ میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر کسی کے لیے یہ

فرمایا ہے کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو وہ صرف اور صرف سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرتے تھے تو بڑے ادب سے عرض کرتے تھے **فداک ابی و امی** یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اب تو بے ادبی کا زمانہ آ گیا۔ ایسے بے ادب ہو گئے کہ لوگ کہہ دیتے ہیں ٹھیک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے وہ بھی آدمی تھے ہم بھی آدمی ہیں۔ اچھا تو یہ بتاؤ کیا تم بھی وہ آدمی ہو جن کا کلمہ پڑھا جاتا ہے، کیا تم بھی وہ آدمی ہو جس پر وحی آتی ہے؟ کیا تم بھی وہ آدمی ہو کہ بار بار آتے تھے جبریل سدرہ چھوڑ کر؟ لوگوں میں بدزبانی آ گئی، بے ادبی آ گئی جن کے در سے ایمان ملا، جن کے در سے نمازیں ملیں روزے ملے، جن کے در سے دین و دنیا کی نعمتیں ملیں، جن کے در سے قرآن ملا، جن کے در سے قرآن بھی ملا اور رحمان بھی ملا ان کی شان میں یوں گستاخی کی جائے۔ یہ تو چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ کو یاد کرتے تو فرماتے تھے طلحہ ادھر آؤ، سعد ادھر آؤ، عبدالرحمان ادھر آؤ تو وہ جواب میں کیا کہتے تھے؟...... **لبیک و سعدیک روحی فداک یارسول اللہ** حضور حکم فرمایئے غلام حاضر ہے میری جان آپ پر قربان یہ تھا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ادب، افسوس کہ ہم نے صحابہ کا ادب نہ سیکھا۔ چودہویں صدی کے شیطانوں کی بے ادبی سیکھ لی۔

جو بات میں عرض کر رہا تھا وہ یہ تھی ابن سعد قاتلوں کی فوج کی کمان کر رہا تھا وہ کوئی یہودی نہیں تھا وہ تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی کا بیٹا تھا امام عالی مقام کو اذیت دینے والے صحابہ کی اولاد تھے، تابعین کی اولاد تھے وہ کوئی عیسائی یا باہر سے آنے والے نہیں تھے، سب وہیں کے تھے، کوئی مکہ معظمہ سے آیا تھا، کوئی مدینہ منورہ سے آیا تھا، کوئی نجد سے، کوئی عراق سے اور کوئی شام سے۔ دیکھو کیا وقت آیا تھا کہ جس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے تھے اسی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کرنے کے لیے اپنی تلواریں بے نیام کر دی تھیں۔

سوال یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں گئے کیوں تھے؟ میدان کربلا میں اس لیے گئے تھے تاکہ امت شربت پر فاتحہ دیتی رہے یہ تو بڑا گھٹیا جواب ہے اس جواب کا تاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ میدان کربلا میں اس لیے گئے تھے کہ یزید کی بیٹی سے رشتہ مانگا تھا اور یزید نے بیٹی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا ذکر تو کہیں نہیں آیا، نہ کسی صحابی نے ذکر کیا نہ تابعی نے۔ میدان کربلا اس لیے گئے تھے کہ یزید سے جاگیر لی تھی، پرمٹ لیا تھا، کینسل ہو گیا تھا نہیں...... کوئی پرمٹ نہیں لیا تھا نہ بیٹی کے رشتے کا جھگڑا تھا نہ جائیداد کا تنازع، نہ کسی عہدے کا مسئلہ تھا، نہ منصب کا۔ بلکہ یزید شرابی تھا، زانی تھا، رقص و سرور کی محفلیں لگاتا تھا۔ امام عالی مقام اس برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے کربلا کے میدان میں تشریف لے گئے۔ آپ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے آپ چاہتے تو یزید کے لیے بددعا فرما دیتے اور آج کل کا کوئی جاہل ہوتا تو کہہ دیتا حضرت! آپ امام عالی مقام ہیں۔ آپ کا سیاست سے کیا تعلق؟ یزید

شراب پیتا ہے زنا کرتا ہے آپ کا کیا تعلق؟ آپ تسبیح پڑھتے رہیں اور یزید کے لیے بددعا کرتے رہیں لیکن نہیں...... امام عالی مقام نے میدانِ کربلا میں نکل کر بتا دیا کہ ظالم و جابر اور بدعنوان حاکم کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا جہاد ہے۔ آج جاہل مولوی حق بات کہنے سے ڈرتا ہے پولیس پکڑ کے نہ لے جائے، جیل میں جانے سے ڈرتے ہیں ،خود بھی بزدل ہیں اور قوم کو بھی بزدل بنا دیا۔ ارے دیکھو! امام عالی مقام نے کس طرح یزید کے خلاف کلمہ حق بلند کیا۔ امام عالی مقام نے پرواہ نہیں کی کہ جان چلی جائے گی، پانی بند ہو جائے گا، لوگ ناراض ہو جائیں گے، بلکہ اعلائے کلمتہ الحق کی خاطر سر کٹانا تو گوارہ کرلیا لیکن یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا......

❁......❁......❁

نظم وضبط کی پابندی کیسے؟

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجیٰ شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاَئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وآلہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَر.

میرے محترم عزیز نوجوانان کنز الایمان سوسائٹی محترم حاضرین السلام علیکم مجھے انتہائی خوشی اور مسرت ہے کہ میں کافی عرصہ کے بعد کنزالایمان سوسائٹی کی اس تقریب میں حاضری کی سعادت پا رہا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ آپ حضرات سے اتنے عرصے کے بعد ملاقات کا موقع میسر آیا اور سوسائٹی کے کام کو جانچنے کا براہ راست اس کے مشاہدے اور مطالعے کا موقع ملا کنزالایمان سوسائٹی کا کام بڑا مبارکباد ہے ویسے نام بھی بڑا مبارک ہے کنزالایمان ایمان کا خزانہ یہ تاریخی نام ہے اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۂ قرآن پاک کا تاریخی نام ہے کنز خزانے کو کہتے ہیں اور ایمان کا خزانہ نام بہت پیارا ہے اور اس ایمان کے خزانے کے گرد جب نوجوانوں کو مجتمع دیکھتے ہیں بہت زیادہ مسرت ہوتی ہے کہ الحمد للہ وہ نسل کہ جس کو آگے چل کر قیادت کرنی ہے الحمد للہ اس نسل کے پاس ایمان کا خزانہ موجود ہے اور جس نسل کے پاس ایمان کا خزانہ موجود ہو انشاء اللہ وہ نسل اس آنے والی نسل کی قیادت کرے گی ان کی صحیح رہنمائی ہو گی اور مجھے انتہائی خوشی ہے کہ کنز الایمان سوسائٹی کے سلسلے میں یہ سن کر یہ جان کر کہ ان کے پروگرام کالج اور مختلف پروجیکٹ کے سلسلے میں منصوبے زیر غور ہیں اور جس پر کام کر رہے ہیں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ان عظیم مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے وہ منصوبے قابل عمل ہوں اور عمل کے مراحل سے گزرتے ہوئے کامیابی سے ہمکنار ہوں اللہ تعالیٰ عزیز نوجوانوں کی عمروں میں برکت عطا

فرمائے یہ وہ نوجوان ہیں جو کنزالایمان سے وابستہ ہیں یہ ہم سب ملت اسلامیہ کے لیے باعث صد افتخار ہیں موجودہ صورت حال ملک میں بڑی پیچیدہ ہے اور واضح بھی ہے بعض مقامات پر بڑی پیچیدہ ہے اور بعض مقامات پر بڑی واضح بھی ہو جاتی ہے مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ پاکستان میں انتخابات ہوئے اور ان انتخابات کے نتائج پر ابھی تک گفتگو ہو رہی ہے اور ظاہر ہے ہونی چاہے جب تک ہم انتخابات کے نتائج کا تجزیہ نہ کریں اس پر تبصرہ نہ کریں تو ظاہر ہے سیاسی تجزیہ کیے بغیر اور پیش منظر رکھے بغیر تو ملک میں نہیں رہا جا سکتا جب ہم اس ملک میں رہتے ہیں اس کے حال اس کا ماضی اس کا مستقبل ان سب پر نظر رکھنی پڑتی ہے اور عزیز نوجوانوں کے خاص طور پر کہ وہ نوجوان جن کے پاس ایمان کا خزانہ ہے ان کو اور زیادہ دلچسپی لینی چاہیے میں مشکور ہوں کہ انہوں نے اس خصوصی اجتماع میں جمعیت علمائے پاکستان اس کی پالیسی شعبہ نشر و اشاعت تشہیر اور اخبارات میں آج کل جو کچھ شائع ہو رہا ہے اس پر بہت جامع انداز میں ہم سب کو جمعیت علمائے پاکستان سے دلچسپی رکھنے والوں کو توجہ دلائی ہے میں اس توجہ دلوانے کا مشکور ہوں بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا شعبۂ نشر و اشاعت بڑا کمزور ہے اور شعبۂ تنظیم جو ہے وہ بھی بہت کمزور ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پوری جمعیت علمائے پاکستان کا ڈھانچہ جو ہے وہ بڑا کمزور ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان کے پاس کوئی اخبار نہیں ہے کوئی روزنامہ نہیں ہے کوئی ماہنامہ نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ ماہنامہ رسالہ نکالتے ہیں تو سال بھر کا چندہ وصول کر لیتے ہیں اور بعد میں بند کر دیتے ہیں آپ کا کیا اعتبار ہے کہ کوئی ماہنامہ نہیں ہے اہلسنّت ساری دنیا میں

اکثریت میں ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن ساری دنیا میں ایک کراچی کا انگریزی ماہنامہ ہے جن کو میں کراچی سے The Message کے نام سے نکالتا ہوں اس کی خودنگرانی کرتا ہوں دیکھ بھال کرتا ہوں اور بڑی مشکل سے اس کو چلاتا ہوں اور نکالتا ہوں چھ سال سے بڑی پابندی کے ساتھ The message international (دی میسیج انٹرنیشنل) کے نام سے بڑی مشقت اور بڑی پریشانیوں کے ساتھ نکالتا ہوں آپ کو حیرت ہو گی یہ سن کر کہ چھ سال کے عرصہ میں بہت سے سنی حضرات ایسے ہیں جن کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ پڑھے لکھے اور سمجھدار ہیں دو تین سال تک ان کو یہ پرچہ مفت بھیجا اس کے بعد بند کر دیا پھر اس کا کوئی جواب نہیں ملا عوام اہلسنّت اور خواص اہلسنّت میں کوئی سرپرستی نہیں ہوتی بیرون ملک دنیا کی تمام لائبریریوں میں مشہور اور معروف شخصیات ممبران پارلیمنٹ اور سینٹ جو دنیا کے مختلف ممالک میں ہے ان کو ہم پرچہ محض اسلامی نقطہ نظر کے لحاظ سے فری ارسال کرتے ہیں بہر حال کوئی اس کا خریدار نہیں ہے بالکل لگتا ہے ایسے کہ میر خواص پھرتا ہے اور کوئی پوچھتا نہیں اور کنزالایمان انگریزی ترجمہ قرآن پاک کا جو The message international میں چھپا ہے اس کو اب باقاعدہ چھاپ دیا گیا ہے اس ترجمہ کو اردو سے انگلش میں پروفیسر سید شاہ فریدالحق صاحب نے مکمل کیا ہم اس کو باقاعدہ شائع کرتے رہے ہم نے اس سے کراچی سے شائع کر دیا اب وہ مارکیٹ میں ہے اس سے پہلے بھی لندن سے کسی صاحب نے پروفیسر فاروقی نام کا کوئی سکالر ہے انہوں نے اعلیٰ حضرت کے کنزالایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو انتہائی غلط بردہ اور نہ پڑھنے کے قابل ہے انہوں نے فاش غلطیاں کیں اس

میں میں نے ان کو خط لکھا کہ آپ کو ترجمہ نہیں کرنا چاہیے تھا بہر حال کنز الایمان کا انگریزی ترجمہ صحیح زبان میں پروفیسر شاہ فرید الحق نے مکمل کر دیا ہے اور اس میں ورلڈ اسلامک مشن اور میسج انٹرنیشنل کا بڑا وافر کام ہے انگریزی ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیہ سیدنا فاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بھی انگریزی میں شائع کردی ہے وہ ہر مہینے آتی ہے اور جب وہ دس پارے مکمل ہو جائیں گے اس وقت اس کو چھاپیں گے ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے ہم کتابیں چھاپتے رہتے ہیں اور مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کنز الایمان کے سلسلہ میں ہم جو خدمت کر سکتے ہیں وہ کر رہے ہیں میں جو بات عرض کر رہا تھا وہ یہ تھی کہ خواص اہلسنّت توجہ اس طرف دیتے نہیں اور افسوس ہوتا ہے کہ ان کو پڑھنے سے دلچسپی کم ہوتی جا رہی ہے اور کچھ ہے بھی یہ بات میں نے اس کو محسوس کیا اور بہت سی چیزیں ہیں جن کو ہم نے محسوس کیا اور طریقہ کار کو بدل دیا اب بھی ہم نے یہ محسوس کیا کہ دینی اور مذہبی کتابوں کا شوق بہت کم ہوتا جا رہا ہے انگریز بھی اسلام سے یورپ میں کم دلچسپی لیتے ہیں اس سے پہلے بھی ہم نے تجربہ کیا کیونکہ ظاہر ہے چالیس سال تو ہو گئے مجھ کو یورپ جاتے ہوئے تبلیغی سلسلہ میں اس سلسلے میں یہ محسوس کرتا تھا کہ جلسے وغیرہ کا اعلان ہوتا تھا تو غیر مسلم انگریز افریقن نومسلم بڑی تعداد میں تقریر سننے کے لیے سیمینار میں شرکت کرنے کے لیے ذوق وشوق سے آتے تھے لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ لوگوں کی دلچسپی 1970ء کے بعد کم ہوگئی ہے پہلے اگر ہزار انگریز آتے تھے تو اب پچاس آتے ہیں ہم نے اس پر غور کیا اس کی وجہ کیا ہے ورلڈ اسلامک مشن کی ایک ٹیم کو جرمنی میں ہندوستان میں فرانس میں ایران میں

ہم نے مقرر کیا لوگوں کو ہم نے اسلامی لٹریچر دیا اور پوچھا کہ آپ کا ردعمل کیا ہے اور نوٹ کیا کہ وجہ کیا ہے لوگ کیوں نہیں آتے پھر یہ ہوا کہ ورلڈ اسلامک مشن کا کوئی بھی پروگرام ہو لوگ جوق در جوق آتے ہیں مقررین کی تقریریں سنتے ان سے سوالات کرتے ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے تقاریر کو محفوظ کرتے اور دلچسپی لیتے تھے المیہ یہ ہے کہ سن 1970ء کے بعد مسلمان کے پاس جب مال و دولت آنا شروع ہوا تیل کے بیرل یعنی تیل کا ڈرم جس کے اندر 35 گیلن وہ تیل بھر دیتے اور اس کو بیچتے تو ایک بیرل آٹھ ڈالر میں مل جاتا تھا۔

یہ 1970ء سے پہلے اور 70ء کی قیمتوں نے جو بڑھنا شروع کیا تو 42 ڈالر میں ایک بیرل آنے لگی اور ظاہر ہے آٹھ ڈالر اور بیالیس ڈالر میں بڑا فرق ہے تو 70 کے بعد بحرین سعودی عرب اور کویت کے شہزادے یہ سب یورپ امریکہ فرانس میں عیاشی کے اڈوں پر پہنچنا شروع ہو گئے یہ وہاں جاتے عیاشیاں کرتے شرابیں پیتے ڈانس دیکھتے عورتوں کے پیچھے بھاگتے اور ہوٹلوں میں ایک ایک رات کا ان کا ایک ایک ملین دو دو ملین اور دس دس لاکھ ڈالر کا بل ہوتا تھا یعنی ایک ایک رات میں کروڑ اور دو دو کروڑ کا بل ہوتا تھا اور ہم آتے جاتے دیکھتے ہیں کہ کس طرح یہ عورتوں کے پیچھے جھوم رہے ہیں اور شرابیں پی رہے ہیں طوائفوں اور کنجریوں کے پیچھے یہ شہزادے دوڑ رہے ہیں اور بھاگ رہے ہیں تو وہ لوگ جو عالمی سروے کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سعودی عرب سے آنے والے جو اسلام کے مبلغ اور متولی ہیں بھئی وہ تو بدمعاشیاں کر رہے ہیں وہ زنا کرتے ہیں حرام کاری کرتے ہیں تو اس نے اسلام اور مسلمانوں کو بڑا بدنام کیا ہے تو اب ہمیں ورلڈ اسلامک مشن کے سیمینار میں کیا کرنا چاہیے مسلمان یہاں

آرہے ہیں اب ہم طریقہ کار بدل دیتے ہیں اب ہم زیادہ توجہ انگریزوں پر نہیں دیتے بلکہ اب ہم زیادہ توجہ مسلمانوں پر دیتے ہیں اور زیادہ توجہ مسلمان بچوں پر ہے بچوں کے لیے سکول کھولنا ان کو گھیر کے رکھنا اور اس نسل کو کم از کم اسلام کا پابند رکھنا۔

میں نے کہا کہ کم از کم اتنا ہی کرلو اب انگریز تو سننے آتے نہیں ہیں ان کی اکثریت تو بدظن ہوگئی ہے جو آتے ہیں ویسے آتے تو ہیں لیکن وہ تعداد جو ہم سن 50 میں دیکھتے تھے وہ 60 میں 70 تک وہ اب نہیں ہے اور اس کی ساری وجہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی طرف سے جن میں پاکستان بھی ہے پاکستان میں بھی بہت بڑی دولت ہے ماشاء اللہ یہ بہت ہو گئے ہیں کسی پیر کو پیسہ مل گیا تو کسی سمگلنگ کا پیسہ مل گیا یہ سارے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے زمانے میں نو دولتمند بن گئے جنرل صاحب کے گیارہ سال کے عرصہ میں بھتہ سے لوگ دولت مند بن گئے ماشاء اللہ یہ دولت مند تو ہو گئے یہ نواز شریف صاحب ہیں ان کی گیارہ فیکٹریاں بن گئیں ایک فیکٹری سے کراچی اور لاہور اسلام آباد میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو سمگلنگ ہیروں کے کاروبار میں مصروف ہیں ان کو پناہ ہی تو مل جاتی ہے یہ پناہیں تلاش کرتے ہیں پیپلز پارٹی میں بہت سے سمگلر ہیں اب وہ جو دیکھتے ہیں پیپلز پارٹی ہاتھ سے جا رہی ہے تو وہ نواز شریف صاحب کی پناہ میں آجائیں گے اور جب دیکھا کہ نواز شریف کے پیروں تلے زمین نکل رہی ہے تو وہ بے نظیر کی پناہ میں آجائیں گے بس ملک میں یہی ہوتا رہتا ہے مفاد پرستوں کا ایک ٹولہ ہے لٹیرے اور ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ ہے بابا حکمران ہوتا ہے اور چالیس چور اکٹھے ہوتے ہیں اور جب وہ بابا چلا جاتا ہے تو پھر وہ کسی اور بابا

کو حکمران بنا لیتے ہیں بس اس طرح سے سلسلہ چلتا رہتا ہے یہ لٹیرے چور اور ڈاکو اس ملک میں سمگلر اور ہیروں کا کاروبار کرنے والے یہ لوہے کی چوری کرنے والے اور لوہے کے ایسے چور اب تو انجنوں تک کی چوری ہونے لگی ہے ریلوے کے انجن غائب ہو جاتے ہیں میاں نواز شریف زندہ باد ضیاء الحق زندہ باد اور اب دیکھیے پیپلز پارٹی آئی زندہ باد کے نعرے لوگ لگائیں گے اور پھر ماشاء اللہ لوگوں کے کھانے پینے کا سلسلہ چلے گا اور یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

چھوٹے بھائی پیپلز پارٹی کے ساتھ اور بڑے بھائی نواز شریف کے ساتھ یعنی کہ دونوں طرف سے سلسلہ چل رہا ہے بس یہ سب لٹیرے اور ڈاکوؤں کے ٹولے ہیں جو جمع ہو گئے ہیں اور یہ اکٹھے ہو جاتے ہیں لوٹ مار کرتے رہتے ہیں اور ہم نے تو سیدھا سادہ وہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشور پیش کیا تھا وسائل اصل میں ہمارے پاس نہیں ہیں دیکھا آپ نے اخبار میں روزانہ بڑے بڑے اشتہار آ رہے ہیں کہ اسلامی جمہوری اتحاد کو ووٹ دو بتایئے بھلا نواز شریف صاحب کا اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے ان کو دیکھیے اور اسلام کو دیکھیے ایک طرف نواز شریف کو دیکھیے اور دوسری طرف اسلام کو دیکھیے تو اسلام بے چارہ مظلوم نظر آتا ہے پیپلز پارٹی کا اسلام سے کیا تعلق وہ بھی اسلام کا نام لے رہی ہے اور اسلام ایسا اسلام کہتے ہیں مکے مدینے والا اسلام سبحان اللہ چلیے ماشاء اللہ اللہ تبارک و تعالیٰ کرے لیکن دور دور کہیں اسلام نظر نہیں آتا اسلام تو بے چارہ مظلوم ہے اور ہم نے کوشش کی تھی سیدھے سادھے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرتے ہیں۔

لیکن لوگ الٹا ہم سے سوال کرتے ہیں کہ بھئی آپ نے نواز شریف

صاحب سے سمجھوتہ کیوں نہیں کیا یعنی گیارہ برس ہم مارشل لاء کی مخالفت کرتے رہے جیل جاتے رہے صدر ضیاء الحق صاحب سے ٹکراتے رہے نظر بند ہوتے رہے پنجاب سندھ سرحد بلوچستان میں داخلے ہمارے بند رہے پابندی لگتی رہی ضیاء الحق صاحب کے دور میں اے بھائی اگر نواز شریف صاحب پر ہی بھروسہ کرنا تھا تو ضیاء الحق سے کیوں نہ کرلیا ہوتا اگر ہم سمجھوتہ کرلیں پھر تو ہم ماضی سے بے تعلق ہو گئے اور ہم نے ماضی کو داغدار کر دیا نواز شریف صاحب کراچی آئے کہنے لگے میں جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا ماشاء اللہ سر آنکھوں پر ہم تو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے ہم تو چاہتے ہیں کہ آپ آئیں ہم نے تو سنا ہے کہ جب میاں صاحب مزدور آپ سے ناراض ہوئے اور انہوں نے یونین بنالی تو آپ نے ان کو بھٹی میں ڈال دیا نہیں نہیں مولانا لوگ تو ویسے باتیں کرتے ہیں میں نے کہا نہیں لوگ کہتے تو ہیں لوگ اور ٹیکس وغیرہ اور اربوں روپیہ آپ نے ٹیکس لیا ہے اور اب آپ کو اپنی حفاظت چاہیے میں نے کہا پھر بھی ہم آپ کی کوشش کریں گے کیونکہ آپ نام لیتے ہیں جمعیت علمائے پاکستان کا............

عہد میثاق

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَرِ.

درود شریف تین بار۔

اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ کا فضل وکرم واحسان ہے کہ ہم اور آپ یہاں حاضر ہیں، موجود ہیں تاکہ اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری باتیں جو ہیں ان کو یاد کریں، اپنے ایمان کو روشن کریں۔ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ، میری اور آپ کی سب کی حاضری کو قبول فرما کر ہم اور آپ سب کو عمل کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔ مقصد اس جلسہ کا یہ ہے کہ علمائے کرام تشریف لائیں اور تشریف لانے کے بعد آپ کے سامنے وہ باتیں کریں کہ جن باتوں میں اکثر اوقات سستی ہو جاتی ہے، بھول جاتے ہیں، یادنہیں رہتی ہیں تو انھیں پھر یاد کیا جائے اور پھر ان کو یاد کرنے کے بعد ان پر عمل کیا جائے۔ وعظ کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔

وعظ کا مطلب

اردو زبان میں وعظ اس کو کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ ترجمہ اگر کیا جائے تو صرف نصیحت ہوتا ہے اَلْمَوْعِظَةُ نَصِیْحَةٌ وعظ نصیحت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کسی قسم کا بھولا بھٹکا راہ سے ہٹ جائے یا کچھ یاد نہ رہے، اس کو بتا دیا جائے۔ بھٹکنے والا ہو، بہکانے والے آتے ہوں تو بتا دیا جائے۔ ہم الحمدللہ اس جزیرہ مورشت میں جو سو سال سے اوپر ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پرچم کو اٹھائے ہوئے ہیں، جھنڈے کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ کہ مذہب اہل سنت و جماعت اس جزیرے میں قائم ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس سرزمین پر اور اس جزیرے پر مذہب اہل سنت و جماعت کو ہمیشہ قائم فرمائے گا۔ قائم رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مسلمانوں کی حیثیت سے اور اہل سنت وجماعت کی حیثیت سے بہت سے اختلافات ہیں۔اہل سنت وجماعت میں تو نہیں لیکن کچھ لوگ ہم میں ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو کہ ہم سے کٹ کر علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔کچھ اس قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں جو آپ کے بزرگوں نے نہ سنیں اور کبھی آپ نے نہ سنیں۔ اس قسم کی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد آپ کو بھی افسوس ہوتا ہے اور آپ کو خیال آتا ہے کہ یہ بات پہلے تو نہ تھی، اب کیوں ہو گئی۔ کچھ ایسی ہی باتیں جن باتوں کو ہم سنتے ہیں تو سننے کے بعد دیکھتے ہیں اور دیکھنے کے بعد رنج ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ مثلاً کسی جگہ پر لوگ نماز پڑھتے ہیں بڑے آرام سے۔ سو سال ہو گئے نماز پڑھتے، بڑے اطمینان سے ایسے طریقے سے نماز پڑھتے ہیں جو طریقہ مسنون ہے اور جو طریقہ مسنون ہے اور جو طریقہ ہمیں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا لیکن بعض لوگ کچھ اس طریقے سے نماز پڑھنے لگے ہیں کہ وہ مردوں کی طرح ہاتھ باندھیں لیکن وہ عورتوں کی طرح ہاتھ باندھنے لگے ہیں۔ جب ان کو دیکھتے ہیں تو بڑا رنج ہوتا ہے۔ رنج یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ باندھے جاتے ہیں مردوں کے ناف کے نیچے اور ہاتھ باندھتی ہیں۔ عورتیں سینے کے اوپر، تو مرد کو سینے پر ہاتھ باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟ بھلا مرد اگر ہاتھ باندھے گا تو مردوں کی طرح باندھے گا۔ مرد کے پاس کیا چیز ہے جس کو وہ شرم کی وجہ سے چھپائے تو بعض لوگوں کو یہ دیکھا کہ وہ عورتوں کی طرح ہاتھ باندھتے ہیں تو افسوس ہونے لگا اور بعض بھائیوں نے کہا کہ یہ کیا مصیبت آنے لگی اس جزیرے میں۔

بہر حال! معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے میں جو آتا ہے اس کے ساتھ

ساتھ کچھ انسانی ہوائیں بھی آتی ہیں تو بے دینی کی بھی ہوائیں آنے لگیں اور وہ سائیکلون چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایمان کا سائیکلون چھوڑ جاتا ہے۔ بے ایمان بنانے کے لیے اب جب لوگ دیکھنے لگے تو ان کو رنج ہونے لگا۔ یہ کیا مصیبت ہے، یہ کیا ہو رہا ہے کہ مرد عورتوں کی طرح سے نماز پڑھنے لگے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اس کے بعد جو دیکھا کہ لوگ ٹانگیں چیر کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ خیال آتا ہے کہ ٹانگیں چیرنے کی کیا بیماری ہے۔ کیا مصیبت ہے کہ جس وجہ سے آدمی کو ضرورت پیش آئی کہ وہ ٹانگیں چیر کر نماز پڑھے؟ آدمیوں کو بھی تکلیف دے، خود بھی تکلیف میں کھڑا ہو۔ نہ خود کو چین ملے نہ دوسروں کو چین لینے دے۔ عجیب مصیبت ہے تو خیال آتا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ بعض لوگوں کو خیال آتا تھا وہ شکایت کرتے تھے کہ کون سی مصیبت اس جزیرے میں آ گئی۔ ہم اچھے خاصے رہتے تھے اور اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العالمین کا قہر نازل ہو گیا ہے کہ اس طریقے سے امت اسلامیہ بڑھتی جا رہی ہے۔

بعض لوگوں کو خیال ہوتا تھا کہ معلوم نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سنتا ہے یا نہیں یا اونچا سنتا ہے۔ معاذ اللہ ان کا خدا اونچا سنتا ہوتا تو انہوں نے زور سے مسجد کے آدمیوں سے پوچھنا شروع کر دیا، کچھ بولنا چاہتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہ علق چاڑنا چاہتے حلق کو مس کرنا چاہتے ہیں، کچھ سننا چاہتے ہیں، کچھ بولنا چاہتے ہیں۔ اس قسم کی باتیں اس جزیرے میں سننے میں آنے لگیں اور فتنہ وفساد اس جزیرے میں اٹھنے لگا۔ اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ نے یہ قرآن مجید اور فرقان حمید ہم کو دیا اور قرآن مجید میں صاف صاف اللہ کے حبیب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے صدقے میں ہمیں ایسی کتاب ملی

ہے جس میں چاہیں آپ دیکھ لیں، جب چاہیں آپ پڑھ لیں۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا وَّمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ اس سے ہدایت بھی لوگ پاتے ہیں اور گمراہی بھی ملتی ہے۔ اسی قرآن سے گمراہی بھی ملتی ہے اسی قرآن سے ہدایت بھی ملتی ہے۔ لیکن گمراہی کس کو ملتی ہے؟ گمراہی اس شخص کو ملتی ہے جس کی قسمت میں گمراہی اور بدنصیبی لکھی گئی ہے اور جس کی قسمت میں اللہ جل جلالہ نے نور کے پردے اٹھا دیئے وہ جمال نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دل روشن ومنور کر لیتا ہے۔ رب العالمین اس کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید جو ہے اس میں رب العالمین جل جلالہ نے کیا فرمایا۔ اب عموماً ایسا ہوتا تھا کہ جہاں یہ بیماری ساتھ ساتھ پھیل رہی تھی ان کے ساتھ یہ بیماری بھی آ گئی۔ مثلاً اگر کسی شخص نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا تو بجائے اس کے لوگ محبت کے ساتھ درود پڑھیں۔ بجائے اس کے کہ ان کے دل کھل جاتے اور ان کے دل روشن ہو جائیں۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل الٹ گئے ہیں اور ان پر بہت بڑا عذاب الٰہی نازل ہو گیا ہو۔ ان کو رنج ہوتا ہے۔ ان کو حضور کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رنج ہوتا ہے۔ ان کو اللہ کے پیارے حبیب کے ذکر سے رنج ہوتا ہے۔ وہ شافع یوم النشور وہ روز جزا کے مالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کا ذکر زمین پر رحمت، آسمانوں پر رحمت، سارے عالم میں رحمت اور خود خدا جن کا ذکر فرمائے ان پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر بعض لوگوں کے دل میں رنج ہوتا ہے۔ ایمان والا جب ذکر مصطفیٰ کو سنتا ہے، ایمان والا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو سنتا ہے تو اس کا ایمان روشن ہو جاتا ہے، اس کے دل کی

کلیاں کھل جاتی ہیں، وہ خوشی کے مارے درود شریف پڑھنے لگتا ہے اور بے ایمان کے سامنے جہاں ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو، اس کو رنج پہنچتا ہے۔اس کو تکلیف ہوتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیماری لگ رہی ہے۔ ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب العالمین کس انداز میں کرتا ہے۔اب ذرا غور کرو۔ اگر ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھوڑ دیں، چھوڑ دو کوئی بات نہیں، ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اگر ساری دنیا مل کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چھوڑ دے اور سارے زمین والے مل کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چھوڑ دیں، چلو بھئی گھروں میں، مت کرو، نہیں کریں گے۔ میلاد بند کر دو، بند کر دیا۔ مجالس بند کر دو، بند کر دیں۔ کیوں اس لیے کہ حضور کا ذکر نہیں چاہتے۔ پھر کیا ہو گا؟ گھروں میں حضور کا ذکر بند کر دو، بند نہیں ہوتا۔ کیسے نہیں ہوتا؟ مساجد میں مت کرو، مدارس میں مت کرو، کہیں مت کرو۔ مگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر یہاں سب کہیں سے مٹا دو تو مسجد میں خدا کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔ مسجد میں تو ہو رہا ہے۔ مسجد میں اگر اذان ہوتی ہے تو نام پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیا جاتا رہے گا۔ تو اس کو بھی ختم کر دو۔ چلو بھئی اذانیں بند کر دو۔ جب اذان والے نے اذان دینا بند کر دی تو یہ مسئلہ شریعت کا ہے کہ کسی جگہ پر لوگ اذان دینا بند کرا دیں ان کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے۔

ہمارے محدثین یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ پر مسلمان یہ کہہ دیں کہ ہم اذان نہیں دیتے اور اذان دینا بالکل بند کرا دیں تو ان مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہو جائے گا۔ حالانکہ مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ کتنا احترام ہے اذان کا۔

اگر کسی نے اذان ہی بند کر دی تو چلئے، ہاں! اگر اذان بند کرنے کے بعد کسی نے نماز پڑھی، جب نماز پڑھو گے تو نماز میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا جائے گا تو نماز میں سلام بھی نکال دو۔ تو وہ بھی نکل گیا۔ پھر کیا ہوا نمازیں بند کر دیں تو نمازیں بھی بند کر دو۔ جب اذان بند کر دی تو نمازیں بھی بند کر دو۔ اب اگر قرآن شریف کھول کر دیکھو تو اس میں بھی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو رہا ہے تو قرآن بھی بند کر دو۔ اذان بند ہو گئی، قرآن بھی بند ہو گیا، نمازیں بھی بند ہو گئیں۔ حج بھی بند کر دو۔ اس میں بھی اللہ کے حبیب کا ذکر ہو رہا ہے۔ چلو وہ بھی بند کر دیا۔ سب کچھ بند کرنے کے بعد جہاں جہاں ذکر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بند کرو گے، کہاں کہاں کرو گے، ہر جگہ بند کر دو، جس جگہ سے حضور کا ذکر اٹھ جائے گا، وہاں سے اسلام بھی اٹھ جائے گا۔ ایمان اٹھ جائے گا۔ اچھا چلو ساری دنیا سے ذکر بند کر دو۔ ساری دنیا سے نماز پڑھنے والے اٹھیں، ساری دنیا سے اذان دینے والے بند کر دیے گئے۔ ساری دنیا میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو گیا۔ رب العالمین فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے، دنیا والے سب کے سب بند کر دیں لیکن اللہ اور اس کے فرشتے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے رہیں گے۔ اللہ کو کون بند کرے گا، فرشتوں کو کون بند کرے گا؟

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

دنیا والے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بند کر دیں۔ دنیا والے سارے مل کر حضور کے ذکر کو بند کر دیں۔ ساری کی ساری مسجدوں کو بند کر دو۔ اللہ کے محبوب کے ذکر کو بند کر دو جو کر سکتے ہو، کرو۔ دکھاؤ کہاں تک بند کرتے رہو

گے۔ اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا رہے گا، اس کے فرشتے ذکر فرماتے رہیں گے اور سارے عالم میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بول بالا ہوتا رہے گا۔ کیونکہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا کے کسی آدمی نے آپ کے ذکر کو بلند نہیں کیا۔ دنیا کے کسی ٹھیکیدار نے آپ کے ذکر کو بلند نہیں کیا۔ دنیا کے کسی بادشاہ نے آپ کے ذکر کو بلند نہیں کیا۔ رب العالمین فرماتا ہے آپ کے ذکر کو اے پیارے مصطفیٰ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے خود بلند کیا۔

اب بولو جس کے ذکر کو رب العالمین خود بلند کرے اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ کوئی نہیں مٹا سکتا۔ سبحان اللہ! تو میں عرض کر رہا تھا وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا یہ سایہ تجھ پر، اے پیارے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ بلندیوں کا مرتبہ اس کا سایہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا جس کا ذکر اللہ نے بلند کیا۔ بول ہے بالا تیرا، ذکر ہے اونچا تیرا۔ یہاں بھی اونچا رہے گا اور آخرت میں بھی اونچا رہے گا۔ پڑھیے درود شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ......

پھر محبت کے ساتھ پڑھیے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ دنیا میں کہاں اور کس جگہ کوئی جگہ ایسی ہو کہ جہاں آدمی نے دیکھا ہو، جس سے آدمی کی محبت ہو، اس کا ذکر ہمیشہ ہوتا ہے۔ آدمی کو جس سے محبت ہو۔ مثلاً آپ کو اپنے بیٹے سے محبت ہو تو آپ کیا کہیں گے؟ میرا بیٹا ایسا ہے، اس طرح سے کھانا کھاتا ہے، اس طرح سے پھرتا ہے، اس طرح سے چلتا ہے۔ ہر آن اس کا ذکر ہو رہا

ہے۔ کیونکہ اس سے محبت ہے۔ محبت کا نتیجہ ہے۔ محبت جس سے ہوتی ہے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ جس طرح آدمی کو اپنی چیز سے محبت ہوتی ہے، ہر آن ذکر کیا کرتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے۔ آپ کو اپنے دوست سے محبت ہے۔ آپ دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی جس سے ملاقات ہو رہی ہے، آپ کہہ رہے ہیں کہ میرا دوست ایسا ہے ۔ فلاں آدمی جس سے مجھ کو بہت محبت ہے۔اس میں یہ خوبیاں ہیں، یہ تعریف ہے۔ اس کی اتنی ڈگریاں ہیں، اتنی سندیں ہیں۔ وہ یہ کام کرتا ہے، وہ ایسا ہے، وہ ویسا ہے۔ جتنی تعریف آپ کر سکتے ہیں، اتنی تعریف آپ کریں گے اور کوئی آدمی یہ آ کر کہے کہ میاں جب دیکھو، آپ اسی کا ذکر کرتے رہتے ہو تو آپ جواب میں کیا کہیں گے؟

تو آپ جواب میں یہ کہیں گے کہ محبت جس سے ہوتی ہے، اسی کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں جس سے محبت ہے ہم اس کا ذکر کریں گے۔ آپ کو کیا مطلب؟ آپ نہ سننا چاہتے ہو تو نہ سنو۔ دیکھو! اگر بیٹے کی تعریف باپ کر رہا ہے، کوئی آدمی آ کر یہ کہے کہ آپ ہر وقت اپنے بیٹے کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ جس وقت دیکھو اس کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ تو آپ کیا کہیں گے۔ اگر آپ نہ سننا چاہتے ہیں تو جاؤ یہاں سے۔ مت سنو۔ مگر ہم کو تو اپنے بیٹے سے محبت ہے۔اس کی ادائیگی پیاری ہے، اس کا چلنا ہمیں پیارا ہے، اس کا بیٹھنا ہمیں پیارا ہے۔ اس کا گھومنا ہمیں پیارا ہے۔ ہم تو اسی کا ذکر کرتے رہیں گے۔ تم نہ سننا چاہتے ہو تو مت سنو۔ یہی جواب ہوگا آپ کا۔ ایک آدمی آیا کہنے لگا آپ تو ہر وقت اپنے دوست کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جواب کیا ہوگا؟ اصل میں یہ ہے ہمارا دوست قابل تعریف ہے، ہم اس کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔

ہمیں اس کی باتیں اچھی لگتی ہیں، ہمیں اس کا چلنا اچھا لگتا ہے، ہمیں اس کا پھرنا اچھا لگتا ہے۔ اس کی ہر بات اچھی لگتی ہے۔ اس لیے ہم اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم کو اس سے محبت ہے۔ جس چیز سے محبت ہوتی ہے، آدمی اسی کا ذکر کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ جس چیز سے محبت ہو گی، اس کا چرچا کرے گا۔ جس چیز سے محبت ہو گی، اس کو بیان کرے گا۔ سبحان اللہ! اب دیکھو رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ کہاں چرچا کرتا ہے۔ دنیا میں بھی۔ رب العالمین نے کہاں بیان فرمایا اور کیا بات بیان فرمائی۔

بات بہت سمجھنے کی بات ہے اور بہت ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے۔ اس کو اچھی طرح سوچ لو۔ اچھی طرح سے سمجھ لو کیونکہ بات سوچنے اور سمجھنے کا بار بار اس علاقہ میں موقع نہیں ملتا ہے۔ لیکن ایک بات جو آپ سن لیں اس کو ذہن میں رکھیں۔ اور اس پر غور کریں کہ یہ بات کیسے کہی گئی، کیوں کہی گئی اور کہاں کہی گئی۔ سمجھ میں آتی ہے یا نہیں اور اس پر اچھی طرح سے غور کریں۔ جو باپ کا بچہ جس سے باپ محبت کرتا ہے تو اس کا ہر طرف چرچا بھی کرتا ہے' ہر ہر جگہ پر بھی کرتے ہیں اور جہاں آپ کے بچہ کا ایک سال پورا ہوا تو آپ نے فورا بازار سے سیب منگوایا۔ محلے کے بچوں کو بلایا، محلے کے بچوں کو بلانے کے بعد ان کو جمع کرنے کے بعد آپ نے تقسیم کیا۔ آنے والے کسی آدمی نے کہا تم ہر وقت اپنے بیٹے کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اب تم یہ کیا کرتے رہتے ہو۔ اب تم نے یہ کیا کرنا شروع کر دیا۔ ارے بھئی کیا بات ہے، کیا بری بات ہے۔ آخر یہ سیب کیوں منگوائے ہیں۔ اس لیے کہ آج اسے ایک سال ہو گیا ہے۔ ہاں تقریبیں بھی ہو رہی ہیں، برس کا دن بھی منایا جا رہا ہے۔ اچھا یہ

بات ہے۔ تقریبیں بھی ہو رہی ہیں، برس کا دن بھی منایا جا رہا ہے۔ چلو اچھا ٹھیک ہے لیکن یہ محلے کے بچوں کو کیوں بلایا جا رہا ہے، یہ پارٹی کیوں ہو رہی ہے؟ محلے کے بچے اس سے محبت کرنے والے بچے، اس کے ماننے والے بچے، اس کے چاہنے والے بچے، اس کے دوست بچے جتنے بھی ہیں، ان سب کو جمع کیا ہے تا کہ وہ بھی اس پیدائش کی خوشی منائیں۔ سب محبت والوں کو جمع کر لیا۔

کبھی آپ نے کسی سے یہ سنا کہ اپنے بچے کے سال کا دن مت منایا کرو کہ یہ شرک ہے۔ یہ بدعت ہے، کبھی نہیں ایسا فتویٰ نہیں چلتا۔ سال کا دن منانے پر، برس کا دن منانے پر بچوں کو جمع کر کے سیب منگوانے پر سیب بانٹنے پر کچھ نہیں ہوتا کیونکہ ان کے بچوں کو بھی جا کر کھانے ملتے ہیں۔ کچھ نہیں کہتے۔ سب چلتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ بھئی منع کیوں نہیں کرتے، تم نہیں کرتے وہ خود کرتے ہیں۔ بچہ کی سالگرہ بھی کرتے ہیں اور ہر سالگرہ پر پانچ روپے، پچیس روپے یا سو روپے خرچ کرتے ہیں، شیرینی بانٹتے بھی ہیں، کھلاتے بھی ہیں، کھاتے بھی ہیں، سب کچھ کرتے ہیں تو دنیا والے جس سے محبت کرتے ہیں، اسی کی سالگرہ مناتے ہیں۔ دوست اپنے دوست کی سالگرہ مناتا ہے، بیٹا باپ کی سالگرہ مناتا ہے۔ باپ بیٹے کی سالگرہ مناتا ہے۔ میں نے کہا کیوں؟ اس لیے کہ محبت ہے اور جب ہم کہتے ہیں آج سالگرہ ہو رہی ہے، کس کی سالگرہ ان کی سالگرہ۔ چلئے یہ بچہ پیدا ہوا تھا۔ محلّہ میں محلے والے اس کی سالگرہ منا رہے ہیں۔ عزیز رشتہ دار اس کی سالگرہ منا رہے ہیں۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ آج وہ پیدا ہوئے تھے کہ جن کی پیدائش کے سبب سے اللہ نے فرمایا، آج میں ان کو پیدا کر رہا ہوں۔ اگر یہ پیدا نہ ہوتے تو تم بھی سب کے سب پیدا نہ

ہوتے۔ آج میں ان کو پیدا کر رہا ہوں کہ جو تم کو نعمت ملی ہے، کان کی، آنکھ کی، ناک کی، روح اور دماغ کی، چلنے اور پھرنے کی، ہر کھیت کی اور زمین کی، چاند اور سورج کی، دین اور دنیا کی۔

سب کی سب نعمتیں اگر یہ بچہ پیدا نہ ہوتا تو میں کچھ بھی نہ دیتا۔ آج ان کو پیدا کر رہا ہوں کہ اگر یہ پیدا نہ ہوتے تو مَا خَلَقْنَا الْاَرْضَ وَالسَّمَآءَ تو میں زمین اور آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اگر یہ پیدا نہ ہوتے تو مَا خَلَقْنَا الْاُفْلَاکَ آسمانوں کو پیدا نہ کرتا، فرشتوں کو پیدا نہ کرتا، عرش کو پیدا نہ کرتا، زمین کو پیدا نہ کرتا۔ نہ زمین ہوتی نہ آسمان ہوتا۔ نہ چنیں ہوتا نہ چناں ہوتا، کچھ بھی نہ ہوتا۔ رب العالمین نے فرمایا: اے پیارے حبیب! تم پیدا ہو گئے۔ تو سارے جہانوں کو پیدا کر دیا۔ حضور کی پیدائش ہو رہی ہے۔ حضور کی سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ سبحان اللہ! بیٹے کی سالگرہ منانے پر خوشی اور جب ان کی سالگرہ منائی جائے اور جب ان کا برتھ ڈے کے صدقے میں میرا اور تمھارا برتھ ڈے ہو گیا۔ حضور کے برتھ ڈے کے صدقے میں میرا آج اگر حضور پر نور انیس الغریبین غریبوں کے داتا محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد شریف (میلاد کے معنی پیدائش) منایا جا رہا ہے تو لوگ کیا کہتے ہیں کہ یہ تو شرک ہو رہا ہے۔ یہ بدعت ہو رہی ہے۔ بیٹے کی پیدائش پر نہ بدعت ہو رہی ہے نہ شرک ہو رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر شرک بھی ہو رہا ہے، بدعت بھی ہو رہی ہے، فتوے چل رہے ہیں، مسلمانوں کو کافر اور مشرک بنایا جا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مشرک بناتے ہیں تو ہم نہیں بناتے۔ لوگ کہتے ہیں ہم کو کہ ہم مشرک بناتے ہیں، تو ہم نہیں بنتے۔ لوگ کہتے ہیں ہم کو کہ ہم مشرک ہیں اس لیے کہ ہم

مولود پڑھتے ہیں، قیام کرتے ہیں، فاتحہ پڑھتے ہیں۔ لوگ ہم کو مشرک بناتے ہیں، بدعتی بناتے ہیں۔

حضور کی پیدائش پر شرک بھی ہو رہا ہے، بدعت بھی ہو رہی ہے، فتوے بھی چل رہے ہیں۔ مشین چل رہی ہے کفر کی۔ مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا جا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مشرک کیوں بناتے ہیں؟ ہم تو نہیں بناتے لوگ کہتے ہیں ہم کو کہ ہم مشرک ہیں۔ اس لیے کہ ہم مولود پڑھتے ہیں۔ ہم قیام کرتے ہیں، فاتحہ پڑھتے ہیں، ہم سلام پڑھتے ہیں تو ہم کو لوگ مشرک بناتے ہیں۔ دیکھو خود سالگرہ اپنے بیٹے کی منائیں، خود سال ڈے اپنے بھائی کا منائیں، باپ کی سالگرہ منائیں اور دوسرے دوستوں کی سالگرہ منائیں اور دوسرے دوستوں کی سالگرہ منائیں تو اچھے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولو د کریں، برتھ ڈے منائیں تو ہم ہو گئے مشرک۔ اب ذرا غور تو کریں۔ تو محبت جس سے ہوتی ہے، اس کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ اس کا چرچا بھی ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے بیٹے سے زیادہ محبت ہے، اپنی ماں سے زیادہ محبت ہے۔ اپنے باپ سے زیادہ محبت ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی ساری محبتیں قربان ہیں۔ ماں بھی قربان، باپ بھی قربان، عزیز بھی قربان، بھائی بھی قربان، رشتہ دار بھی قربان، سب کے سب قربان۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کملی والے آقا پر، چاہے کسی کا ذکر نہ ہونا چاہیے۔ کسی کی سالگرہ نہ ہو۔ اگر سالگرہ منایا جائے تو برتھ ڈے منایا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سالگرہ اور برتھ ڈے منایا جائے۔ اس لیے کہ ان کے صدقے میں ہم پیدا ہوئے ہیں، ہم وجود میں آئے اور دوسری بات صرف اتنی سی بات ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے بچے کی محبت سے دل کھول کر اتنا پیسہ خرچ کیا اور اگر کوئی دوست آیا تو اس نے دیکھا اور کہا کہ بچہ بہت اچھا ہے۔ آپ کا بچہ بڑا قابل تعریف ہے صاحب۔ آپ کا بچہ ترقی کر رہا ہے۔ خوش ہو گئے صاحب آپ کا بچہ......... بڑی تعریف ہو رہی ہے بچہ کی اور جو صاحب بیٹے کی تعریف سن رہے ہیں، ان سے کہا جائے کہ حضور پرنور آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے۔ زمینوں اور آسمانوں کا علم، اٹھارہ ہزار عالم ہیں تو ان کا علم، سولہ ہزار عالم ہوں تو ان کا علم، بیس ہزار ہوں تو ان کا علم۔ عرشیوں کے وہ آقا تھے، فرشیوں کے وہ داتا تھے، مصطفیٰ تھے، پیارے تھے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تو صاحب کا دل چھوٹا ہو گیا، منہ سوکھ گیا۔ کیا بات ہے، محبت نہیں ہے خدا کی قسم! اگر محبت ہوتی تو محبت کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ کے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو مسلمان کا دل کھل جائے، چہرہ روشن ہو جائے۔ اس لیے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے بے اختیار زبان سے چلانے لگتا ہے، بے اختیار زبان پر حضور کا نام آنے لگتا ہے۔ بے اختیار ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کرتا ہے اور درود پڑھنے لگتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ...... الخ

تو چاہیے کہ میلاد کیا جائے۔ کیا اللہ نے بھی کبھی حضور کا ذکر کیا ہے۔

اب لوگ تو یہ پوچھا کرتے ہیں کہ کہیں اللہ نے بھی کیا ہے کہ اس طرح جو شروع کرتے ہیں، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیان ہوتا ہے، حضور کی فضیلت بیان ہوتی ہے، کیا کسی اور نے بھی ایسا کیا ہے؟ کیا اللہ نے بھی کیا ہے تو قرآن میں بھی لکھا ہوگا تو بتاؤ۔ اگر صحابہ نے کیا ہے تو حدیث میں لکھا ہوگا، تو حدیث

سے پوچھ لیں۔ ہاں! ہاں! اور اگر ائمہ عظام نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہو گا تو ان کی کتاب میں لکھا ہو گا۔ مثلاً درمختار، شامی، ہدایہ بہار شریعت میں ہو گا۔ تو چلو پہلے قرآن کریم سے سن لیں۔ حضور کے دنیا میں آنے سے پہلے آسمانوں میں کیا ہوتا تھا، معلوم کریں۔ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے تِلْکَ الرُّسُلُ تیسرا پارہ سورۃ عمران، تیسرے پارے کا آخری رکوع کی آیت نمبر اکیاسی (81) رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ زمین پیدا نہیں ہوئی تھی، آسمان پر بہار تھی۔ کیا ہوا کانفرنس ہوئی، مجلس ہوئی، جلسہ ہوا، سبحان اللہ! کہاں بیان ہے اس کا قرآن شریف میں۔ قرآن کو مانتے تو سب ہیں۔ ارے میں نے دیکھا ہے ہم بھی مانتے ہیں۔ ہاں! قرآن ہے ارے جب مانتے ہو تو آیت بھی قرآن میں لکھی ہے جس کو مانتے نہیں۔ جانتے تو ہیں مگر مانتے نہیں۔ ماننا تو غلط کہتے ہیں۔ جانتے تو ہیں قرآن شریف میں ہے لیکن مانتے نہیں اور اگر مانتے ہیں تو کیسے یُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَیَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ بعض توریت پر ایمان نہیں لائے تھے۔ یہ یہودیوں کی صفت تھی تو جو بات اپنے مطلب کی ہے اس کو پڑھتے ہیں اور جو مطلب کی نہ ہو اس کو نہیں پڑھتے۔ نہ سننا چاہتے ہیں، نہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو سنو، سننے والے سنیں اور ٹھنڈے دل سے سنیں۔

رب جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ امام اہل سنت سیدی و مرشدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ترجمہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے لوگوں کو بلایا، لوگو! میں کون، شاہ احمد نورانی نہیں، عبدالرحمٰن نہیں، عام آدمی نہیں،

کوئی نہیں۔ کون تھا آدمیوں کو بلایا، بہت بڑا جلسہ کیا۔ اللہ اکبر! کون تھا جس کو اللہ نے بلایا۔ آؤ بھئی سب بیٹھ جاؤ۔ بات سنو! کس کو بلایا؟ کیا بات ہو رہی ہے، خاص بات ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کانفرنس کو بلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جلسہ کو بلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجمع کو بلایا ہے۔ کون کون لوگ ہیں؟ بدھو خاں، نتھو خاں کوئی نہیں۔ ہم جیسے کوئی نہیں۔ عالموں کا مجمع نہیں، جاہلوں کا مجمع نہیں، صوفیوں کا مجمع نہیں، درویشوں کا مجمع نہیں۔ تاجروں کا مجمع نہیں، پیسے والوں کا مجمع نہیں، پیسے والے آدمی نہیں، بڑے بڑے سوداگر لوگ نہیں۔ کون تھا، کس کو بلایا، کس نے بلایا، کیوں بلایا، کب بلایا۔ میرے تمھارے پیدا ہونے سے پہلے بلایا۔ میرے تمھارے دنیا میں آنے اور دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بلایا اور کہاں اس کا ذکر کیا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ایک مجلس میں بلایا۔ وعدہ لینے کے لیے بلایا، اقرار کرنے کے لیے بلایا، پابند بنانے کے لیے بلایا، عہد و پیمان لینے کے لیے بلایا۔ کون لوگ تھے، تاجر نہیں تھے، سوداگر نہیں تھے، کوئی نہیں تھا۔ عالم بھی نہیں تھے، صوفی بھی نہیں تھے، کاہل بھی نہیں تھے، درویش بھی نہیں کوئی نہیں تھے، کون تھے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش نبیوں کو بلایا۔ سب نبیوں کو بلایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں کو بلایا۔ آسمانوں کے اوپر مجمع لگایا اور عرش اعظم کے پاس مجمع لگایا اور سب نبی آگئے۔ سب نبی آکر باادب بیٹھ گئے اور فرمایا: اے نبیو! تم کو اب دنیا میں جانا ہے، اب ہم دنیا کی پیدائش فرما رہے ہیں اور حضرت آدم اب جب دنیا میں تشریف لے جائیں گے تو دنیا بڑھے گی، نسل بڑھے گی۔ اس کے بعد نبیوں کا

سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ حضرت آدم کے بعد حضرت نوح، حضرت نوح کے بعد یہ اور ان کے بعد یہ۔

تمام نبیو! سن لو! سب سرکاری حکم سن لیں۔ اللہ حکم سنا رہا ہے سب نبیوں کو۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہوں گے۔ کیسا برکت والا مجمع ہو گا۔ سبحان اللہ! یہاں تو ہم آپ مجمع لگاتے ہیں، وعظ سناتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ نے مجمع لگایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَمَا اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ جب میں تم کو کتاب دوں گا، حکمت دوں گا اور پھر دنیا میں جب تم کو کتاب مل جائے گی، حکمت مل جائے گی ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ تو یہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ رب العالمین نے ارشاد فرمایا دیکھو یہ نہ ہوتے تو تم بھی نہ ہوتے۔ نبیوں سے فرمایا گیا نبی بھی نہ ہوتے اور نہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوتے اور نہ ایک لاکھ ستر ہزار ہوتے۔ کچھ نہ ہوتا، ہم اور تم بہت دور کی بات۔ دیکھو ان کا مرتبہ یہ ہے کہ جن کے صدقے میں نبی بن گئے اگر وہ تشریف نہ لاتے تو نبی نہ ہوتے۔ ضرورت ہی نہیں ہوتی کسی کی۔ جن کے صدقے میں دنیا میں نبی تشریف لائے تو نبی ان کی عزت کریں ان کا احترام کریں اور نبیوں کے سامنے ان کا بیان ہوا اور اللہ تعالیٰ نبیوں کے سامنے ان کا تذکرہ کرے اور ہماری کوئی قیمت نہیں۔ ہم کسی کے لائق نہیں۔ ہمارا کوئی رتبہ نہیں۔ ہماری کوئی بات ایسی نہیں ہے اور اب ہم کیا کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہم جیسے بشر تھے۔ معاذ اللہ! ہم ایسا کہیں، ہم یوں کہیں اور اس طرح سے کہیں اور بات یہی ہے کہ ایک آیت یاد کر لی ہے قرآن شریف کی اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اسی پر اشتہار بھی چھپتے ہیں۔ اسی پر کتابیں چھاپتے ہیں، اسی پر

وعظ کرتے ہیں اور اسی کو پڑھتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پورے قرآن میں یہی آیت یاد رہ گئی ہے۔

میرے پیارے بھائیو! تم اتنی سی بات سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر نہیں کہا خود اللہ تعالیٰ نے، یہ بات یاد رکھنا صرف اتنی سی بات ہے اس کو ذہن میں رکھ لیا۔ یاد آئے گی اور کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نہیں کہا کہ تم بشر ہو۔ بشر نہیں کہا اور بشر محمد نہیں کہا۔ یہ قرآن میں نہیں ہے۔ تو آپ کہیں گے صاحب یہ آیت جو ہے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ تو یہ آیت اللہ تعالیٰ نے کہاں کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو نہیں کہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا کہا؟ ارشاد فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کملی والے مصطفیٰ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا روشن چراغ بنا کر بھیجا، شاہد بنا کر بھیجا، حاضر بنا کر بھیجا، نذیر بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں اے بشر! کہہ کر خطاب نہیں کیا۔

ہم تم کو بلاتے ہیں کہ اے آدمی! اے بشر! بات سننا نہیں کہا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تو کہو کہ میں بشر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا آپ کہہ دیجئے، کیوں کہہ دیجئے، کیونکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہونے پائے۔ کہیں آپ کا معجزہ دیکھ کر لوگ آپ کو خدا کا بیٹا نہ کہنے لگیں۔ آپ کہہ دیجئے میں تو بشر ہوں۔ مگر بشر کیسا قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ نہیں کہا کہ اے بشر! قرآن لے

لے، اے بشر! مسلمانوں سے یہ کہہ دے،اے بشر! یہ پیغام مسلمانوں کو پہنچا دے، پورے قرآن میں کہیں یہ نہیں ہے سن! اللہ تعالیٰ کیسے پکارتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کیسے بلا رہا ہے؟

حضرت عمر کون تھے۔ ان زمانے میں حضرت عمر خلیفۃ المسلمین، خلیفہ دوئم خلافت کررہے تھے۔ کیا محبت تھی کملی والے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ کتنے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق تھے، خلیفہ تھے۔ ایران کی بادشاہت، مصر کی بادشاہت ان کے قبضے میں تھی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں اور امام حسن بھی موجود تھے۔ فرمارہے ہیں کہ تو بھی ہمارا غلام اور تیرا باپ بھی ہمارا غلام ۔ کیا بات۔ انہوں نے دیکھا امام حسین نے کہا ہے بولو کیا واقعی میں نے ایسا کہا؟ بول! بے شک آپ نے ایسا ہی کہا ہے۔ تو میں آپ سے یہ عرض کررہا ہوں کہ واقعی میں نے ایسا فرمایا ہے۔ بولے سبحان اللہ! ارے بھئی! ایک کام کرو ان سے جاکر لکھوا لاؤ، ہاں لکھوا لاؤ۔ فرمایا: اگر وہ لکھ کر دے دیں، خدا کی قسم! اگر وہ لکھ کر دے دیں تو ان کے لکھے ہوئے کو اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا اور جب فرشتے پوچھنے کے لیے آئیں گے تو کہوں گا کہ میں تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا غلام ہوں۔ ان کو غلامی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فخر تھا۔

محمد کی غلامی سند ہے آزاد ہونے کی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کی سند اگر کسی کو مل جائے، حضور کی غلامی کا پٹکا اگر کسی کو مل جائے، تو محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی۔ جہنم سے آزاد ہونے کی سند مل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اگر مل گئی تو

جنت میں جانے کا پروانہ مل گیا، جنت میں جانے کا ٹکٹ مل گیا۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

توحید خدا کی مل جائے گی، غلامی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے،
سبحان اللہ! امیر المومنین جانشین رسول خلیفہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی پر فخر کریں، غلام ہونے پر، خادم ہونے پر، نوکرو چاکر ہونے پر فخر کریں۔ یہ کون تھے، یہ امیرالمومنین نہیں تھے۔ یہ صرف خلیفۃ المسلمین نہیں تھے، یہ صرف صحابی عمر بن خطاب نہیں تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسر بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تھی۔ سسر بھی تھے، سسر ہونے کے باوجود، خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود، امیرالمومنین ہونے کے باوجود، صحابی ہونے کے باوجود، کہتے ہیں اگر وہ کاغذ مجھ کو مل جائے تو میں اس کو قبر میں لے جاؤں اور فرشتوں سے کہہ سکوں کہ میں ہوں محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام، تاکہ میری مشکلیں بھی آسان ہو جائیں اور حشر میں بھی چھٹکارا ہو سکے۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

غلامی کرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، اگر تم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا پروانہ مل گیا تو یہ جان لو کہ جہنم سے آزاد ہو گئے اور جنت میں داخل ہو گئے انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو میں عرض کر رہا تھا دیکھئے! کیا عجیب وغریب بات ہے۔ حضرت امیرالمومنین آج کل کے لوگوں نے توحید کو یہ سمجھا ہے۔ توحید کے

معنی ہیں کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کوایک مانا جائے اور جتنا ہو سکے نبی کی بے عزتی کی جائے۔ یہ توحید ہے، آج کی توحید جتنا ہو سکے...... آج کل جتنا ہو سکے، آج لوگوں میں کیا ہے جتنی توہین کرو، اتنی ہی توحید ہے۔ وہ خدا کی توحید نہیں ہے۔ نبی کی توہین کفر ہے، نبی کی توہین سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ نبی کی ذرا سی بے عزتی میں آدمی کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی منہ کالا ہو جاتا ہے۔

توحید کے معنی کیا ہیں؟ توحید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانو اور اس کے نبی کو اس کا محبوب مانو۔ اس کا محبوب جانو اور مانو تو جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور ان سے نفرت کو ظاہر کرتے ہیں تو یہ توحید نہیں کہلا سکتی۔ اور توحید والی جماعت تو اہل سنت وجماعت والی جماعت ہے۔ اللہ کی توحید کے ساتھ ساتھ اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو بھی تھامے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہی بات دیکھئے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دیکھو بھئی جو تم لا کر دے سکتے ہو مجاہدین کے لیے، جہاد کے سامان کے لیے، وہ لا کر دے دو۔ جو بھی دے سکتے ہو آپ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ حضرت عمر گھر تشریف لے گئے اور گھر میں جتنا مال تھا، جتنا سامان تھا اس سب کا آدھا لے آئے۔ آدھا گھر چھوڑا اور آدھا سامان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ لیجئے حاضر ہے۔ تو فرمایا: اے عمر! یہ کتنا لائے ہو: تو عرض کی اے رسول اللہ! گھر کے اندر جتنا سامان تھا، اس سب کا آدھا کیا، آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑا اور آدھا حضور کے لیے حاضر کر دیا۔

سبحان اللہ! اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو

حضور نے کہا اے ابوبکر! تم کیا لائے؟ عرض کی: اے حضور: گھر گیا اور جتنی چیزیں گھر میں تھیں، جو بھی چیزیں گھر میں تھیں، سب کی سب جمع کر کے لے آیا اور گلے میں بٹن لگے ہوئے تھے۔ بٹن کیسے نکلے ہوئے ہیں، بٹن کاٹ کر حضرت ابوبکر نے یہاں پر ٹانکا لگایا۔ ببول کا جو کانٹا ہوتا ہے، تو اس کانٹے کو بٹن کی جگہ لگا لیا تو فرمایا: اے ابوبکر! تم کیا لے آئے۔ تو عرض کیا یارسول اللہ جو کچھ گھر میں تھا، جھاڑ کر سب لے آیا تو حضور نے کہا، تم نے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ تو فرماتے ہیں حدیث شریف:

''اے پیارے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر والوں کے لیے اللہ اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔''

سب سامان دربار محمدی میں حاضر کر دیا۔ دیکھو! یہ ہے صحابہ کا مسلمان ہونا۔ میں نے گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا۔ رسول کو بھی گھر والوں کے لے چھوڑا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابوبکر سمجھتے تھے کہ میرا گھر بھی سایہ محمد رسول میں ہے۔ میرے گھر پر بھی سایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ صحابہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے گھروں پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہے اور آج سمجھتے ہیں کہ آج اللہ ہے اور یہ رسول نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرماتے ہیں۔ صدیق کے لیے حق بات کا وعدہ رسولوں تک۔ صدیق کے لیے اور صدیق کے گھر والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں اور کوئی ضرورت نہیں۔ صحابہ کا ایمان یہ تھا اور صحابہ کے ایمان کی جان یہ تھی۔ جان کو، مال کو، سب کو قربان کر دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے اور حضور اپنے گھر میں رہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صدیق اکبر کے گھر سے کیا تعلق۔ ہر وقت ان کے گھر نہیں رہتے تھے۔ لیکن جب حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا:

''کہ میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں'' معلوم ہوا کہ حضرت صدیق کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ گھر میں موجود ہیں۔ عقیدہ حاضر ناظر حضرت صدیق کا بھی تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ جب بھی تو ان کے اپنے گھر کے لیے چھوڑ آئے اور وہ مسجد میں باتیں کر رہے ہیں۔ صحابہ کا تو عقیدہ یہ تھا کہ حضور حاضر و ناظر ہیں اور اللہ رب العالمین کا کہنا ہے کہ حضور حاضر و ناظر ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ کہاں ہیں صاحب حاضر و ناظر۔ ارے یہ ایک معمولی مسئلہ ہے۔ ملک الموت ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ روح قبض کرنے والا فرشتہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ منکر نکیر سوال کرنے والے فرشتے ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ شیطان ہر وقت حاضر و ناظر ہے تو جب یہ تمام ملائکہ حاضر و ناظر اور یہ شیطان حاضر و ناظر تو سب سے اعلیٰ، سب سے ارفع، سب سے بالا، سب سے اونچے، سب سے نرالے، کملی والے مصطفیٰ معراج کے دولہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں حاضر و ناظر نہیں۔ بہت آسان مسئلہ ہے۔ خواہ مخواہ وہ لوگ حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ خواہ مخواہ وہ لوگ جھگڑا کرنے لگتے ہیں۔ بہت آسان بات ہے۔ نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو نمازی حاضر و ناظر سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تم حاضر و ناظر سمجھو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

عالم اسلام کا درد اور عراق کی مسلم قوم سے یکجہتی کا اظہار

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ

كُلِّهِم قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ شَانِ حَبِيْبِهٖ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ.

میرے مقتدر علمائے کرام محترم بزرگو محترم بھائیو عزیز نوجوانو پیارے پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں سب سے پہلے آپ کی تشریف آوری پر اور جمعیت علمائے پاکستان کی اس جہاد ریلی کو اور جمعیت علمائے پاکستان کی دعوت پر آپ کی اس پرزور شرکت پر آپ کا شکر گزار ہوں جس محبت کے ساتھ جمعیت علمائے پاکستان کی دعوت پر اس جہاد کانفرنس میں شرکت کے لیے آپ تشریف لائے میں آپ کو اور جمعیت علمائے پاکستان کے تمام عہدیداران کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اسی کے ساتھ ساتھ میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کر دوں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ملک میں کوئی انتخابات نہیں ہو رہے اکتوبر میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات مکمل ہو گئے اب ہم چاہتے ہیں کہ انتخابات پانچ سال کے بعد ہی ہوں اور اسی طرح جمہوری عمل چلتا رہے اگلے مہینے میں یا دو چار مہینوں میں کوئی انتخابات نہیں ہیں جب کوئی انتخابات نہیں ہیں تو پھر یہ جلسے یہ ریلی یہ کانفرنس کس کے لیے کر رہے ہیں اگر ان کا کوئی سیاسی مقصد ہوتا تو سیاسی مقصد انتخابات سے پہلے ہوا کرتا ہے انتخابات تو ہو چکے اب ہمارا کوئی سیاسی مسئلہ نہیں ہے ہم یہاں کس لیے آئے ہیں پاکستان کا مسئلہ اس وقت نہیں ہے ہم یہاں کس لیے حاضر ہوئے اس وقت پنجاب کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اس وقت سرحد کا کوئی مسئلہ نہیں ہے کراچی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اس وقت مسئلہ پورے عالم اسلام کا ہے اور عالم اسلام کا درد اسلام کی محبت اور عراق کی مسلم قوم سے یک جہتی کے اظہار کے لیے ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں اس

کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے یہ خالص دینی جذبہ ہے بیت المقدس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی امامت حضور پرنور سید العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی اور یہی ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی امامت فرما کر میں وہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اس بیت المقدس کی محبت اس کی آزادی کا جذبہ اور عراق کے مسلمانوں کی مجاہدانہ جدوجہد جو صدر صدام حسین کی قیادت میں وہ کر رہے ہیں مسلم قوم کا جذبہ ہمارے اندر بیدار ہوا اور ہم اپنے مسلمان بھائیوں کا ساتھ دینے کے لیے اور ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کے لیے ان کے دائیں اور بائیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی جذبہ نہیں ہے یہی جذبہ ہے یہ اسلام کا جذبہ ہے یہ مسلم قومیت کا جذبہ ہے یہ اسلامی اخوت کا جذبہ ہے اور یہ جذبہ جب تک مسلمانوں میں زندہ رہے گا مسلمان بھی ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہیں گے اور جس دن یہ جذبہ ختم ہو جائے گا مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اسلام کے دشمن یہودی، عیسائی اور ہندو پھر مسلمانوں کو اپنی سازشوں کا شکار بنا کر کھا جائیں گے ہم نے اس جذبے کو زندہ رکھنا ہے جمعیت علمائے پاکستان آپ کے اس جذبے پر آپ کو مبارکباد دیتی ہے کہ آج ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ یہاں آئے مسلمانوں کے مسئلوں پر سوچنے کے لیے یہاں آئے مسلمانوں اور عالم اسلام کے مسئلے پر اپنی رائے دینے کے لیے آپ یہاں آئے عالم اسلام کی خاطر خون کا نذرانہ پیش کرنا اور جان کی بازی لگانے کا اظہار کرنے کے لیے آپ یہاں تشریف لائے اب میں آپ سے پوچھتا ہوں اور آپ کو بھی غور وفکر کی دعوت دیتا ہوں اس وقت ہمارے وزیراعظم امن مشن پر گئے وزیراعظم جب امن مشن پر گئے ہیں جب ایک لاکھ ٹن بارود عراق کی سرزمین پر برسایا جا چکا ہے وزیراعظم امن مشن پر گئے ہیں ایران وزیراعظم امن مشن پر گئے ہیں، ترکی وزیراعظم امن مشن پر اور بھی کہیں جائیں گے، ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ پہلے سے امن کی کوششیں کیوں نہیں ہوئیں ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں پاکستان خود فریق

ہے پاکستان کی فوجیں سعودی عرب میں ہیں جو آدمی خود فریق ہے وہ کس منہ سے صلح اور امن کی کوششیں کرنے گیا ہے جو آدمی جنگ میں شامل ہے وہ کس منہ سے امن کی کوشش کرے گا، ہم یہ پوچھتے ہیں کہ عراق نے یہ جو امریکہ کی پٹائی کی ہے اور امریکی طیاروں کو مار بھگایا ہے امریکہ کے اتحادیوں اور طیارے اڑانے والوں کو قید کیا ہے کیا امریکہ نے پریشان ہو کر ہمارے وزیر اعظم کو بھیجا ہے کہ صلح کرادوں یہ ایک سوال ہے کس نے بھیجا اگر ہمارے محترم وزیر اعظم کو امن سے دلچسپی تھی مسلمانوں پر بمباری سے ان کے سینے میں درد اٹھا تھا کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف پر گولہ باری سے ان کو تکلیف پہنچی تھی تو یہ بات تو پہلے سے معلوم تھی اس سے پہلے انہوں نے کوشش کیوں نہیں کی اب جب امریکہ ہار رہا ہے تو اب امریکہ اپنے پرزوں کو بھیج رہا ہے کہ امن کی کوششیں کرو مسلمانو! خوشخبری ہو اسلام کے غیور فرزندو اسلام کے غیور مجاہدو لیاقت آباد کے غیور مسلمانو خوشخبری ہو کہ اسرائیل لرز رہا ہے تم کو خوشخبری ہو کہ اب اسرائیلی یہودی بیت المقدس میں پناہ لے رہے ہیں تم کو خوشخبری ہو کہ اب اسرائیلیوں کی نیندیں حرام ہو گئیں اب اسرائیل رات جاگ کر گزار رہے ہیں یہ امریکہ سمجھا کہ صدام حسین اکیلا ہے صدام حسین کے نانا جان بھی کربلا میں اکیلے تھے انہوں نے بھی کربلا کی جنگ اکیلے لڑی تھی اور یہ بھی اکیلے لڑی جا رہی ہے اللہ کے بھروسہ پر لڑی جا رہی ہے پاکستان کے غیور مسلمانو مسئلہ اس وقت کیا ہے مسئلہ صرف بیت المقدس کی آزادی کا ہے مسئلہ یہودیوں کو کچلنے کا ہے امریکہ کا غرور کا سر نیچا کرنا ہے، امریکہ فرعون ہے اس کے غرور کو صدام حسین کے خون سے کچلنا ہے مسئلہ یہودیوں کا ہے مسئلہ بیت المقدس کا ہے قرآن کہتا ہے جو لوگ یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست بنائیں گے وہ انہیں کے ساتھ ہونگیں اور جب مریں گے تو وہ قبر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ بہت سے لوگ، مرنے کے بعد اکٹھے ہونگیں اور بہت سے مرنے سے پہلے ہی اکٹھے ہو گئے اب سوچیے اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کا ساتھ جو دے رہا ہے اور مسلمانوں کا ساتھ دے رہا ہے آیا وہ مسلمان ہے یا نہیں ہے یہ آپ کو فیصلہ کرنا ہے

مسلمانوں کے ہوائی اڈے سے سعودی عرب کے ہوائی اڈے سے اسرائیلی جہاز یہود کے جہاز عیسائیوں کے جہاز بغداد شریف پر بمباری کر رہے ہیں کربلائے معلیٰ پر بمباری کر رہے ہیں یہ جہاز جو سعودی عرب سے اڑے ہیں یہ مسلمانوں کے جہاز ہو سکتے ہیں اور وہ بادشاہ سعودی عرب کا، وہ بادشاہ جو مکے اور مدینے کی حفاظت نہیں کر سکتا کیا اس کو مکے اور مدینے پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے ہمارا یہ بھی مطالبہ ہے کہ سعودی عرب کے فہد بن عبدالعزیز کو گرفتار کر کے اس پر مقدمہ چلایا جائے کہ اس نے مکہ شریف اور مدینہ شریف کو یہودی اور عیسائی لوگوں کے حوالے کیوں کیا ہم انشاء اللہ وہ دِن دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں کہ جس دن جارج بش کو اور شبیر کو شبیر اسرائیل کے وزیراعظم کا نام ہے، ہم یہ چاہتے کہ اسرائیل کے وزیراعظم شبیر کو اور امریکی صدر جارج بش کو مسلمانان بغداد اور مسلمانان عراق کے جرم میں اور اسرائیل کے وزیراعظم کو فلسطین کے مسلمانوں کے قتل کے جرم میں سزائے موت دی جائے ہماری یہ آرزو ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں اور ہماری یہ آرزو ہے کہ انشاء اللہ عراق کی عالم اسلام کی فوجیں جب بیت المقدس میں داخل ہو رہی ہوں تو ہم بھی ان میں شامل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک جو شب معراج میں وہاں گئے ان قدم ہائے مبارک پر ہماری جبیں بھی سربسجود ہو رہی ہو اور انشاء اللہ یہی جذبہ جہاد مسلم قوم اور مسلم امت کا درد آپ کے دل میں پیدا کر رہی ہے۔

الحمد للہ وہ جذبہ آپ کے اندر موجود ہے وہ جذبہ ابھر کر آ رہا ہے مجاہدین کے دستے تیار ہو رہے ہیں نواز شریف صاحب نے ابھی تک اجازت نہیں دی ہمارے لیے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ ادھر نواز شریف ہیں اور اُدھر کشمیر ہے ہم ان سے کہہ رہے ہیں کہ کشمیر سے لڑنے کے لیے بھیجو وہ کہہ رہے ہیں ابھی ٹھہرو یہ مسئلہ ابھی چل رہا ہے دوائیں بھی بھیجی ہیں یہ مسئلہ ابھی خط و کتابت سے چل رہا ہے مجاہدین بے چین ہیں تو آپ کی بے چینی بھی حق پر ہے ہماری کوشش اپنی جگہ پر جاری ہے آج میں بڑے فخر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز الحمد للہ بڑے فخر کے ساتھ

اس بات کا اعلان کرتا ہوں اب تک جب سے ہماری مہم شروع ہوئی ہے دو ہفتوں میں ایک لاکھ گیارہ ہزار کراچی سے لے کر پشاور تک مجاہدین نے اپنے ناموں کا اندراج کرایا ہے اور پورے پاکستان سے تقریباً اکیالیس ہزار نوجوانوں نے اپنے خون دینے کا اعلان کیا ہے یہ جذبہ ہے اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے خون دینے کا جذبہ وہ خون دینے والے نوجوان جو ہیں ان کے ہاتھ چومنے کے قابل ہیں وہ عزیز نوجوان جنہوں نے مجاہدین میں اپنے نام لکھوائے ہیں ان کے ہاتھ چومنے پر فخر ہے اور اب جو اپنے آپ کو مجاہدین کی صفوں میں شامل کرانا چاہتے ہیں اور بیت المقدس آواز دے رہا ہے 23 برس سے یہودی اس پر قابض ہیں اس کی آواز پر صدام حسین نے لبیک کہا ہے اب کراچی کے غیور مسلمان بھی اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور انشاء اللہ صدام حسین کے قدم اور بڑھیں گے تو انشاء اللہ پاکستان کے غیور مسلمان پیچھے نہیں رہیں گے حکومت اگر پیچھے رہتی ہے تو رہ جائے لیکن انشاء اللہ پاکستان کے غیور مسلمان پیچھے نہیں رہیں گے عزیزان محترم وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے اور عالم اسلام پر جو آن پڑی ہے بغداد پر جو تباہی آئی ہے اس میں یہ بھی ہے پانی بند ہے بجلی بند ہے جب پانی بند ہو بجلی بند ہو تو یہودی سعودی عیسائی ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر پانی اور بجلی پر بمباری بھی تو کوئی سمجھے کہ پانی نہیں ملے گا بجلی نہیں ہو گی تو لوگ ہتھیار ڈال دیں گے لیکن قربان جایئے کربلا والوں کا صدقہ وہ بغیر پانی کے بھی میدان جنگ میں لڑ رہے ہیں وہ بغیر بجلی کے بھی اپنے ایمان کی روشنی میں لڑ رہے ہیں میں آپ کی طرف سے عراق کے غیور مسلمانوں کو سلام عقیدت اور سلام محبت پیش کرتا ہوں ان کا یہ جذبہ انتہائی قابل قدر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر جہاد کو فرض کیا ہے اور نبی پاک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت تلوار کے سائے میں ہے۔ جانیں اللہ کے حضور میں بیچ چکے ہیں اب یہ جان جانی ہی ہے تو کاش کہ یہ جان یہودی وعیسائی اور امریکیوں کو مارتے ہوئے جائے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی

توفیق دے لیکن عیسائیوں کو مارنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پاکستان کے عیسائیوں کو مارا جائے ہرگز نہیں یہ گناہ ہوگا یہودی کے مارنے کا یہ مطلب نہیں کہ اگر پاکستان میں کوئی یہودی رہتا ہے تو اس کو مار دیا جائے۔

میرے آقا سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانو تمہارے ملک میں تمہاری حکومت میں اگر یہودی، عیسائی، ہندو اور مشرک اگر رہتے ہیں تو ان مشرکوں کی یہودیوں کی عیسائیوں کی جان کی اور مال کی اسی طرح تم حفاظت کرو جس طرح تم اپنی جان اور مال کی حفاظت کرتے ہو جو عیسائی پاکستان میں رہتے ہیں ان سے ہماری کوئی لڑائی نہیں اور ان سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے ہمارا پیغام محبت ہے ہم پرامن طریقے سے مسلمانوں کو جہاد کے لیے تیار کر رہے ہیں اور انشاء اللہ جب ایک مقرر تعداد میں مجاہدین کا لشکر تیار ہو جائے گا اور حکومت پاکستان نے اگر اجازت نہ دی تو پھر آپ سے اجازت لے کر انشاء اللہ ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا اقدام کرنا ہے لیکن آپ مطمئن رہیے وہ وقت آنے والا ہے کہ انشاء اللہ ہمارے قدم جو اٹھے ہیں وہ آگے بڑھیں گے اور انشاء اللہ وہ وقت آرہا ہے کہ جلد ہی آپ خوش خبری سنیں گے کہ عراق کی فوجیں فتح کرتی ہوئی امریکی اور یہودیوں کو کچلتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہیں وہ وقت آرہا ہے اللہ میرا اور آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ بھی اس جذبہ جہاد کو زندہ رکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العالمین

فتاویٰ رضویہ
عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٍ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ

كُلِّهِم قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ شَانِ حَبِيْبِهٖ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ.

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کا فضل وکرم اور اس کا احسان ہے کہ کافی عرصے کے بعد مدنی مسجد گلشن اقبال میں صلوۃ الجمعہ کے اجتماع میں اس بابرکت موقع پر حاضر ہوا۔ میں حضرت استاذ العلماء مولانا محمد حسن حقانی زید مجدہ کا قلبی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ فقیر کو جمعۃ المبارک کے اس بابرکت اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ میں کچھ معروضات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ گناہ گار و سیاہ کار کی اور آپ کی ہم سب کی اس حاضری کو قبول فرمائے آمین۔

قرآن مجید فرقان حمید اللہ رب العالمین کی وہ مقدس کتاب ہے جو حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اس مقدس کلام کا عملی نمونہ اور اس کی اصل تفسیر خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے پوری طرح عمل کرکے واضح فرمادی۔ صحابہ کرام کی ایک مقدس جماعت تھی۔ جنہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ لیا اور جو کچھ انہیں فیضان نبوت سے عطا ہوا۔ اس کو اپنے دلوں میں سمولیا اور اپنے قلوب وابدان کو پوری طرح اس میں ڈھال لیا اور اس کے بعد ظاہر ہے تابعین کی ایک مقدس جماعت پھر تبع تابعین کی مقدس جماعت تیار ہوتی چلی گئی یوں اللہ رب العالمین جل جلالہ نے اس دین کی

حفاظت کا بہترین انتظام فرمایا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ نے لیا لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس طرح سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین کو اخذ کیا اور عظیم جدو جہد (ایسی عظیم جدو جہد کہ جس کی مثال ماضی کی امتوں میں نہیں ملتی) کے ساتھ ان روشن تعلیمات کو اسلام کے اسلوب کو لیا (کہ خود سراپا نور بن گئے) لیکن ظاہر ہے کہ خود سراپا نور بن جانے سے کام نہیں چلتا اس لئے ان کی ذمہ داری تھی کہ اس ظلمت کدے میں اس نور محمدی کو پھیلانا بھی ہے) انہوں نے اس ظلمت کدے میں انوار محمدیہ تجلیات محمدیہ تعلیمات نبویہ (علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام) کو پھیلانے کے لئے جان کی مال کی وقت کی جو بھی قربانی دی جا سکتی تھی اس سے دریغ نہیں کیا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کردہ دین کی حفاظت اور اس کے غلبہ اور اس کی سر بلندی اور اسے چار سو پھیلانے کے لیے اللہ رب العالمین نے ہر دور میں ایک جماعت مقدسہ کو منتخب فرمایا یہ اس کا فضل ہے کہ ایک جماعت مستقل طور پر علم دین اور اس کا تفقہ حاصل کرتی رہے گی اسلام کی شمع سے اپنے قلوب کو روشن اور منور کرتی رہے گی اور پھر اس روشنی کو آگے تک پھیلائے گی۔

حدیث مبارک میں حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ من یجدد لھا

دینها او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (ابوداؤد)

یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عظیم ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے کچھ افراد اس امت میں آتے رہیں گے یہ اصل میں عملی تفسیر ہے اس آیت مبارکہ کی جس میں اللہ رب العالمین جل جلالہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت سے مخاطب ہیں کیونکہ اولین تو صحابہ کی جماعت ہے اور بعد میں امت محمدیہ اس بات کی مخاطب رہے گی۔

رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے!

﴿کنتم خیر امة اخر جت للناس﴾ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔﴿تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر ﴾ تم امر بالمعروف اور برائیوں سے روکنے کا کام کرتے ہو تم بہترین امت ہو یہ تمہاری ذمہ داری ہے اس امت پر ایک عظیم ذمہ داری لازم ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تم میں ہمیشہ ایک گروہ اور جماعت موجود رہے۔

یقول الحبیب صلی اللہ علیه وسلم لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق یعنی میری امت میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے جو حق کو ظاہر کرتے رہیں گے لیکن بنی اسرائیل میں یہ نہیں ہوا چنانچہ اللہ رب العالمین جل جلالہ ان کے بارے میں فرماتا ہے!

﴿کانوا لا یتنا هون عن منکر فعلوه لبس ما کانوا یفعلون ﴾

بنی اسرائیل میں یہ خرابی پیدا ہوگئی تھی کہ قوم میں جب برائیاں ہوتیں تو اس سے اغماض برت لیتے اور صرف نظر کر لیتے تھے اور برائیاں اپنی جگہ پھیلتی رہتیں۔ امراء شرفاء طبقات اشرافیہ کو روکنے اور ٹوکنے والا کوئی نہیں تھا اور نچلے

طبقوں کا بھی یہی حال تھا۔

لیکن حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے افراد رہیں گے لا تزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو برائیوں کو چیلنج کرتا اور نیکیوں کے پھیلانے کا کام کرتا رہے گا یہ اللہ رب العالمین جل جلالہ کا اس امت پر فضل و کرم ہے اور اس امت پر یوں بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اسنے ہمیں خیر امت سے بنایا خیر امت کا لقب بڑا خصوصی نام اور خصوصی لقب ہے کہ تم بہترین امت ہو اور تم بہترین امت اس لئے ہو کہ تم بہترین رسول کی امت ہو۔

امام بوصیری (ناظم قصیدہ بردہ شریف) رحمۃ اللہ علیہ نے خیر امت کی تشریح قصیدہ بردہ میں یوں کی ہے!

لما دعى الله داعينا لطاعته　　　باكرم الرسل كنااكرم الامم

عزت والے شرف والے معززترین رسول کے دامن سے وابستہ ہونے کے سبب ہم بھی بہترین امت میں شمار کر لئے گئے ۔یہ شرف ہمیں غلامی رسول کی وجہ سے حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ ہر سو سال بعد ایسے افراد مبعوث فرماتا رہے گا جو دین میں تجدید یعنی تجدیدی کارنامے سرانجام دیں گے دین کے غلبہ کو تیز تر کردیگا اور دین کے وہ امور جن پر سو سال کے عرصہ میں گردوغبار آگیا ہے اس غبار کو چھانٹ دیں گے من يجدد دينها یعنی تجدیدی کارناموں کے لئے اللہ تعالیٰ علماء حق کو پیدا فرماتا رہے گا جو تجدیدی کارنامے سرانجام دیں گے۔

میں اس کی ایک چھوٹی سی مثال آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں الحمد للہ مجھے دنیا کی بہت سی لائبریریاں دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا۔ ماسکو کی عظیم

الشان یونیورسٹی کی لائبریری بیجن کی لائبریری' آسٹریلیا کی لائبریری وغیرہ وغیرہ' جاپان گیا تو ہوں لیکن لائبریری دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔المختصر میں جہاں جہاں جاتا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ اس ملک کی لائبریری دیکھوں اور یہ بھی جاننے کی کوشش کرتا ہوں کہ ریسرچ کا انتظام اور طریقہ ریسرچ کیا ہے؟ کہاں کہاں تھنک ٹینک (یہ ایک نئی اصطلاح چلی ہے وہ حضرات جو لوگوں کے بارے میں سوچتے ہیں اور قوم کی بہتری کا سامان مہیا کرتے ہیں) موجود ہیں۔

چنانچہ دنیا کی عظیم ترین لائبریری (میری ناچیز رائے کے مطابق) واشنگٹن D.C کی ہے جس میں دنیا بھر کی وہ کتب جو چھپتی ہیں وہاں موجود ہیں یہاں اس مہینے میں جو کتاب چھپی وہ آپ کو وہاں امریکن نیشنل کانگریس واشنگٹن D.C میں مل جائیں گی۔یہ امریکہ کا دار السلطنت ہے جس میں یہ لائبریری ہے مجھے متعدد بار وہاں جانے کا اتفاق ہوا کہ سیرت طیبہ اور اسلام کے متعلق مختلف زبانوں میں کتب کی تلاش وجستجو کا شوق رہتا ہے تو اس لائبریری میں اسلامی کتب کا ایک الگ سیکشن موجود ہے اسلام پر مبنی جتنی کتب چھپ کر آتی ہیں چھوٹی ہوں یا بڑی سب وہاں موجود ہوتی ہیں بڑی عظیم لائبریری ہے۔

میں نے اس لائبریری کے انتظام و انصرام سنبھالنے والے حضرات کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے مجھ کو بتایا کہ پانچ سو (۵۰۰) سے زائد افراد وہ ہیں جو صرف اس لائبریری کا نظم ونسق چلا رہے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا اپنا ایک ریسرچ ورک' ریسرچ بورڈ ہے وہ بھی کام کرتا ہے امریکہ میں تقریباً تمام یونیورسٹیوں میں ان کا اپنا ریسرچ

ورک ہے اس میں وہاں کے اسکالر تحقیقی کام کرتے رہتے ہیں اسی طرح دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں یہ کام موجود ہے فرانس کے سار بونا یونیورسٹی جو قدیم ترین ہے اس کی لائبریری بھی عظیم الشان ہے اوراس میں تقریباً دنیا بھر کی کتب موجود ہیں ریسرچ و تحقیق کے لئے باقاعدہ سکالر اور پروفیسر حضرات تشریف رکھتے ہیں سو آدمی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں تحقیق ہو رہی ہے پیپر لکھے جا رہے ہیں تجزیئے اور تبصرے ہو رہے ہیں مقالے لکھے جا رہے ہیں اور ان اسکالر حضرات کو دنیا بھر کی تمام جدید سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں جو عصر حاضر میں ملنی چاہئیں۔

وہ تمام سہولتیں ان کے دروازے پر موجود ہیں اعلیٰ ترین تنخواہ اور وظائف اور وہاں کوئی گریڈ مقرر نہیں جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے۔A گریڈ B گریڈ '۲۱'۲۲ گریڈ وغیرہ ایسا کوئی تصور وہاں نہیں ہے وہاں پر اعلیٰ سے اعلیٰ وظائف مقرر ہیں کام ہو رہا ہے تحقیق اور تدقیق کا کام جاری و ساری ہے تصانیف اور تالیفات ہو رہی ہیں سائنس' فزکس' کیمسٹری' نفسیات' لوجک' فلاسفی' وغیرہ الغرض دنیا بھر میں مروجہ علوم وفنون پر ریسرچ ورک ہو رہا ہے سوسو دو دوسو افراد بیٹھے کام کر رہے ہوتے ہیں ایک ریسرچ سینٹر کو دیکھنے کا اتفاق ہوا اور وہ حضرات جو ریسرچ ورک کرتے ہیں ان سے اپارٹمنٹ کے بعد ملنے کا اتفاق ہوا اور ان سے ملاقات ہوئی اسی طرح ہالینڈ کی عظیم لائبریری کا وہاں بھی چند مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی بڑے بڑے ریسرچ اسکالر موجود تھے۔ان میں جو ڈچ تھے انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ ڈچ زبان میں ٹرانسلیشن کیا اسی طرح آکسفورڈ' کیمبرج اور دنیا بھر میں ریسرچ کام ہوتا ہے ہمارے یہاں بھی ریسرچ انتظام ہوتا تھا۔

چنانچہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ملک کے تمام اعلیٰ ترین فقہاء اور صلحاء کرام کو جمع کیا جن کی تعداد بعض کتب میں تقریباً ۵۰۰ بتائی جاتی ہے جو صالحین کی ایک مقدس جماعت تھی انہوں نے بیٹھ کر فقہ پر ریسرچ کا کام شروع کیا جو ہمارے سامنے فتاوی عالمگیری کے نام سے موجود ہے جس کو آپ فقہ حنفی کے قانونی ضوابط کہہ لیجئے یا جو چاہیں کہہ لیجئے ۔بہر حال یہ ایک ریسرچ ورک ہے اس کے لئے پانچ سو علماء کرام کی ایک جماعت مقرر تھی جن کو حکومت وقت کی جانب سے تمام سہولتیں اور مراعات دی گئیں تھیں اور وہ بیٹھ کر اپنا کام کر رہے تھے اور یہ ایسے ہوا کہ ان کے لئے طبقات اشرافیہ اور بڑے بڑے حضرات نے وظائف مقرر کئے تھے اور جاگیریں بھی مقرر کی تھیں کہ وہ بڑی بے فکری سے دین کا کام کریں اور آج یورپ میں یہی کچھ ہو رہا ہے ۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرنے کے لئے ۵۰۰ علماء کی ایک مقدس جماعت تھی (اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو نور و رحمت سے معمور فرمائے) جنہوں نے ایک بہت بڑا تحقیقی اور ریسرچ کا کام کیا جو فقہ حنفی کا بہت بڑا کام تھا ان کی خدمت کے لئے نوکر چاکر مقرر تھے جو دروازے پر ہمہ وقت حکم کے منتظر رہتے اور جب وہ علماء کام میں مصروف رہتے یہ نوکر بھی وہاں ان کی خدمت میں لگے رہتے اس طرح بڑے بے فکری سے یہ سارا کام ہوا جس سے فقہ حنفی کی ایک معرکۃ الآراء کتاب فتاویٰ عالمگیری معرض وجود میں آئی اسی طرح دیگر بڑے بڑے کام ہوئے ۔اللہ تعالیٰ جس سے تجدیدی کام لینا چاہتا ہے تو ایک فرد واحد سے وہ کام لے لیتا ہے جو پانچ سو (۵۰۰) علماء کرام بھی نہیں کر پاتے چنانچہ آپ دیکھیں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت محدث بریلوی مولانا شاہ

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کو کوئی شاہی سہولت میسر نہیں تھی آپ تن تنہا تھے ہم نے واشنگٹن D-C کی لائبریری میں پانچ سو کے قریب صرف کتب کی دیکھ بھال کرنے کا عملہ دیکھا اور باقی انتظامات اور ان کا عملہ الگ ہے۔

لیکن یہاں ایک لائبریری میں ایک شخص تن تنہا بیٹھا ہوا ہے بعض اوقات ایک یا دو معاونین طلباء کی شکل میں ہوتے تھے کہ فلاں اور فلاں کتاب لاؤ باقاعدہ کوئی خاص عملہ نہیں تھا اور کوئی انتظامی سر براہ بھی نہیں ہے کہ فلاں کتاب فلاں جگہ رکھی ہوئی نکال کر لے آؤ۔ پانچ سو علماء نے جومل کر ایک کتاب فتاوٰی عالمگیری مرتب کی۔ اس سے بڑھ کر بریلی کے ایک عالم مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ نے فتاوی رضویہ کی شکل میں کر دکھایا۔ یہ بڑا عظیم تجدیدی کارنامہ ہے۔ ریسرچ اور تحقیق کا وہ اعلیٰ ترین معیار ہے جس کی نظیر صدیوں میں نہیں ملے گی۔ فتاوٰی رضویہ ایسا عظیم الشان کام ہے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ کہ فرد واحد امام احمد رضا نے بلا معاونین اتنا عظیم تحریری کام انجام دیا۔ شاگرد تو بہرحال موجود ہوتے تھے لیکن شاگرد استفادہ کے لئے ہوتے ہیں تاکہ ان کی علمی استعداد میں مزید اضافہ ہو۔ لیکن عظیم الشان عملہ کوئی نہیں تھا۔ تحقیق اور ریسرچ کے لئے جو مواد فراہم کیا جانا چاہیئے تھا وہ بھی نہیں تھا اور لائبریری کا وہ انتظام بھی نہیں تھا کہ دنیا میں جو کتاب چھپی ہو وہ وہاں موجود ہو اس کے باوجود اتنا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ یہی نہیں بلکہ حدیث' منطق' فلسفہ' علم ریاضی' تمام علوم پر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ آپ میں سے بہت سے حضرات ریاضی کے بارے میں وہ واقعہ جانتے ہوں گے جو حضرت مولانا

سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم' وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی کے ساتھ پیش آیا۔

وہ مسائل جن کے متعلق اس دور کے سائنس دان' ریاضی دان حیران و پریشان ہوتے تھے' اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور چند ساعتوں کے بعد مسئلہ کا حل موجود ہوتا۔ یہ اعلیٰ حضرت کا کمال تھا فتاویٰ رضویہ کے علاوہ بھی حدیث و فقہ پر اور مختلف علوم تقریباً ۵۵ علوم ایسے تھے جن پر اعلیٰ حضرت کی اپنی تحقیق و تصنیف موجود ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا اور آپ کا تجدیدی کارنامہ تھا۔

فتاویٰ رضویہ آپ نے ۱۲ جلدوں میں لکھی لیکن وہ اس وقت کی ۱۲ جلدیں تھیں اب اس پر مزید تحقیق ہو رہی ہے حوالہ جات لکھے جا رہے ہیں ان کے ریفرنس دیئے جا رہے ہیں ابھی حال ہی میں ہندوستان کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی تو وہ فرما رہے تھے کہ ہمارے خیال کے مطابق فتاویٰ رضویہ جو پہلے ۱۲ جلدوں میں تھی اب جب ہم نے مزید تحقیق اور عبارات کے تراجم اور ان کے حوالہ جات لکھنے شروع کئے ہیں تو وہ ۱۸ جلدوں تک پہنچ چکی ہے اور اس رفتار سے جس طرح ہم چل رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۴۰ جلدوں میں جا کر مکمل ہوگی۔ اللہ اللہ کتنا بڑا علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے۔

نیز آپ کے علم میں ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر برصغیر پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد انگریز نے عملی طور پر مسلمانوں کا شکنجہ کسنا شروع کردیا تھا۔ اس لئے کہ انگریز نے اقتدار ہندوؤں سے نہیں لیا تھا نہ اسے ہندوؤں سے کوئی خطرہ تھا اس نے تو مسلمانوں سے اقتدار لیا تھا اور تاجدار مغلیہ

بہادر شاہ ظفر وغیرہ اور اس طرح کے بہت سے مسلمانوں ہی نے سب سے زیادہ مزاحمت کی تھی۔ دکن میں سلطان حیدر علی اور ان کے بیٹے ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزاحمت کی اور بنگال میں بھی مسلمانوں نے مزاحمت کی اس طرح دہلی میں مسلمانوں نے مزاحمت کی اور سب سے پہلے عظیم المرتبت مجاہد امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ اس دور کے انگریز کا سلوک اتنا گھٹیا تھا کہ مسلمانوں کی کھالیں اتار کر خنزیر کی کھال پہنائی جاتی تھی، جامع مسجد دہلی پر قبضہ کر کے انگریزوں نے گھوڑے باندھ دیئے۔ دوسری طرف سے عیسائیوں کی یلغار شروع ہو چکی تھی۔ ایسے میں مسلمانوں کا باقی رہنا بڑا مشکل تھا۔ لیکن سبحان اللہ علماء حق نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ امام فضل حق خیر آبادی نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عنایت اللہ کاکوروی اور تمام جلیل القدر علماء اہل سنت انگریز کے خلاف جہاد میں عملی طور پر پیش پیش تھے۔ انگریز نے اپنے غلبہ و اقتدار کے بعد مسلمانوں کو عملی طور پر نیچا بنا کر رکھ دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ ہندو مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں۔ اسلام میں قوم، وطن سے نہیں بنتی، اسلام میں قوم دین سے بنتی ہے، اسلام میں قوم غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بنتی ہے۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے ہم ایک قوم ہیں، ہم

ایک امت ہیں، ہم جذب نہیں ہو سکتے دوسروں کو جذب کر سکتے ہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلے کو بڑی شدومد سے اٹھایا اور یہ سلسلہ چلتا رہا آپ کے خلفاء الحمدللہ اس میں پیش پیش رہے اور تحریک پاکستان میں علماء اہل سنت، خلفاء اعلیٰ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری، مشائخ اہل سنت حضرت صدر الا فاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، فخر المحدثین محدث اعظم ہند مولانا سید محدث کچھوچھوی، میرے والد ماجد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (نور اللہ مرقدہم اجمعین) نے اپنے اس دو قومی نظریئے کی بنیاد پر تسلسل سے ہندوستان میں اس تحریک کو جاری و ساری رکھا۔ اور الحمد للہ یہ اس کا نتیجہ ہے کہ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔

الحمدللہ علماء اہل سنت کا کردار اور خاص طور پر فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا کردار بالکل واضح ہے ایک طرف ان کا علمی مقام ہے کہ جب ان کی طرف اور ان کی فقہی بصیرت کی طرف دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے ہندوستان میں دوسرا امام ابو حنیفہ پیدا ہو گیا ہے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور دوسری جانب روحانی مقام کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر سید نا غوث اعظم قطب ربانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نائب ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اشعار بھی بڑے مقبول ہیں اور ان کا نعتیہ کلام بھی بڑا مشہور ہے اور ان کا سلام بھی بڑا مشہور ہے اور اس کی مقبولیت میں کوئی شک نہیں۔

ایک مرتبہ جب میرا قیام مدینہ منورہ میں تھا تو میں اپنے بچوں کے

ساتھ سسرال سے رات کو دیر سے اپنے گھر قبا شریف جا رہا تھا تو میں گھر سے نکل کر ٹیکسی کی تلاش و انتظار میں قریب ہی روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑا ہوگیا۔قطب مدینہ اور میرے دادا سسر مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکان بالکل روضہ پاک کے سامنے تھا اور میں قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔جب مسجد نبوی کے تمام دروازے بند ہوگئے تو میں نے دیکھا کہ چند پاکستانی حضرات ماشاء اللہ وہاں بھی روضہ پاک کے ساتھ لگ کر بڑے عالم سرور اور وجد میں مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کا نذرانہ پیش کر رہے تھے کیا مقبولیت ہے سبحان اللہ کہ عالم وجد میں حضور کے یہ شیدائی اور مستانے صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ رات گئے تک پیش کر رہے تھے۔

میرے ابا جی والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار ہوگئے جب بیمار ہوئے تو بیماری کے عالم میں روضہ پاک دیکھتے جاتے اور پڑھتے جاتے۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

بڑا پیارا شعر ہے یعنی اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان آپ کے در سے ملا اور اس میں کوئی شک نہیں اور تو نے اسلام دیا اور تو نے جماعت میں لیا تو ظاہر ہے کہ جب کریم کوئی چیز دیتا ہے تو واپس نہیں لیتا دے دیا سو دے دیا۔اے کریم اب کہاں پھرتا ہے عطیہ تیرا یعنی ہم کو ایمان اور اسلام ملا اور ہم حضوری جماعت میں شامل ہیں اہل سنت و جماعت پر حضور کا کرم ہے کہ ہم جماعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہوگئے اب یہ آپ کا عطیہ پھر

کہاں پھرتا ہے زندگی بھر آپ کا رہا قبر میں آپ کا ہوں اور حشر میں بھی آپ کا رہوں گا۔

اعلیٰ حضرت بلا شک وشبہ اپنے مقام پر علم کا ایک کوہ گراں تھے۔ وقت کے عظیم مجدد تھے' آپ کا بہت بڑا تجدیدی کارنامہ ہے کہ جو گرد وغبار اس دور میں فتنہ عیسائیت' فتنہ قادیانیت ونجدیت کی وجہ سے چھا رہا تھا اور یہ تمام فتنے بیک وقت سر اٹھا رہے تھے' الحمد للہ ان تمام کا مدافعانہ رد نہیں کیا کیونکہ ایک ہوتا ہے مدافعانہ اور معذرت خواہانہ مقابلہ جب کہ آپ کا رد مدافعانہ نہیں بلکہ جارحانہ رد اور مقابلہ تھا وہ تمام ملحدین اور بے دین جو انگریز کی سر پرستی میں ہندوستان میں انتشار پیدا کر رہے تھے اور ہندوستان میں فرقے بنا رہے تھے آپ علیہ الرحمۃ نے تنہا ان کا مقابلہ فرمایا۔ یہ بہت بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔

اور بلا شک وشبہ وہ وقت کے عظیم فقیہہ' متبحر عالم اور جلیل القدر محدث تھے۔ ان تمام اوصاف کے باوجود ان میں بڑی کسر نفسی تھی۔

اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں وہ یقیناً صدقہ جاریہ ہے کیونکہ ایسا علم جو ماینفع بہ (نفع بخش) ہے آپ کے علم سے عوام وخواص سب ہی استفادہ کرتے ہیں اس کے باوجود نہایت منکسر المزاج اور متواضع الطبع عالم با عمل تھے۔

میں ایک شعر پڑھتا ہوں وہ شعر کیا ہے جذب ہے عشق ہے اور مستی ہے عشق ومحبت میں ڈوب کر انہوں نے لکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی زبان ہے۔

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو

منہ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے

کیا ہی عاجزی ہے حالانکہ اعلیٰ حضرت کا مقام اس سے بہت بلند تر تھا۔ یہ تو مجھ جیسے گناہ گار و سیاہ کار کہہ سکتے ہیں کہ میں مجرم ہوں سیاہ کار ہوں میرا منہ اس قابل نہیں کہ اس کو دکھایا جائے لیکن سبحان اللہ ایک ولی کامل عارف باللہ علم کا کوہ گراں' وارث علوم نبوت اور وقت کا عظیم المرتبت مجدد یہ کہہ رہا ہے! مجرم کو نہ شرماؤ............

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ مجھ گناہ گار و سیاہ کار کی اور ہم سب کی عاقبت بخیر فرمائے ایمان' اسلام اور عقیدہ اہل سنت پر خاتمہ بالخیر فرمائے آمین۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِيْبِکَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ.

مجھے آج فیصل آباد میں ورلڈ اسلامک مشن کی جانب سے اس عظیم الشان شہادت کانفرنس سے خطاب کی سعادت حاصل ہورہی ہے اس اجتماع میں دور دراز سے قریب و بعید سے ہمارے محترم علماء و مشائخ اور عوام اہلسنّت شرکت کے لیے انتہائی محبت و انس کے ساتھ تشریف لائے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ سے دعا ہے کہ ہم سب کی اس حاضری کو قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

میں ورلڈ اسلامک مشن فیصل آباد کے ساتھیوں کو عہدیداران کو اور اراکین کو اس مخلصانہ کوشش اور سعی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ کریم ہم سب کو دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

ملک بھر کے علمائے کرام پہلی نشست اور دوسری نشست سے اپنے ارشادات عالیہ سے آپ کو مستفیض فرماتے رہے ہیں آپ یقیناً کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے اس عظیم اجتماع کی یہ آخری نشست ہے اس کے بعد آپ اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔ ابھی ابھی جید علمائے کرام نے جو کہ آپ سے مخاطب تھے بڑے پر مغز، ایمان افروز اور مدلل طریقے سے آپ کے سامنے فلسفہ شہادت اور اس کا مقصد بیان فرمایا۔

مختصر سے وقت میں چند ابتدائی باتیں عرض کرنے کے لیے میں بھی آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ میری گزارش ہے کہ فلسفہ شہادت پر میں جو کچھ آپ کے سامنے عرض کروں آپ پوری توجہ سے سنیں۔

میرے بزرگو، دوستو اور عزیزو! شہادت کا عنوان بہت پیارا ہے جب

بھی شہادت کا تصور ذہن میں آتا ہے تو مردمومن کی یہ خواہش اور آرزو ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شہادت کی موت عطاء فرمائے۔ شہادت کا عنوان بڑا دلکش اور خوبصورت ہے بقول اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

یہ عنوان مومن کا مقصود ہے علمائے کرام جب اس عنوان پر گفتگو فرماتے ہیں تو وہ آپ کو بتاتے ہیں کہ

شہادت کا فلسفہ کیا ہے؟

شہادت کے فضائل کیا ہیں؟

شہادت کی برکات کیا ہیں؟

اور اس راہ میں جو شہید ہو جاتا ہے اس کا مقام کیا ہے؟

ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ یقیناً یہ بھی جانتے ہوں گے کہ مسلمان اللہ کی رضا کے لیے اس کی خوشنودی کے لیے سر ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم ایک شہید کے مرتبے اور مقام کو سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مومن جو راہ خدا میں ہوتا ہے دنیا سے کوئی محبت نہیں ہوتی بلکہ وہ تو موت سے محبت کرتا ہے اور ہر وقت راہ حق میں شہادت کی سعادت کی آرزو میں لگا رہتا ہے۔

مردمومن کے سامنے زندگی کا ایک بنیادی عقیدہ اور مقصد ہوتا ہے وہ مقصد جو ایک مسلمان کو اللہ کی جانب سے عطاء کیا گیا ہے اگر وہ سمجھتا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد پرچم حق کی سربلندی اور خدا کی خوشنودی نہیں ہے تو

پھر زندگی کا کوئی بھی مقصد نہیں ہے ایسی زندگی جو کسی مقصد کے بغیر ہو بے کار اور فضول زندگی ہے ایسی زندگی جو بامقصد نہ ہو وہ اللہ کے فرمانبردار اور قرآن کے تابع فرمان زندگی نہیں ہے ایسی زندگی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطاعت گزار امتی کی زندگی نہیں ہے۔

مسلمان تو بامقصد زندگی گزارتا ہے وہ تو چلتا' پھرتا، اٹھتا بیٹھتا ہر وقت رضائے الٰہی کی طلب میں لگا رہتا ہے رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

(الانعام آیت نمبر 162)

ترجمہ تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ رب العالمین جل جلالہ نے مومن کی پوری زندگی کا خلاصہ نچوڑ اور فلسفہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بیان فرما دیا ہے اب معلوم یہ ہوا کہ مومن کی زندگی کی شان یہ ہے کہ وہ زندگی بھر اللہ کے لیے جیتا ہے اسی کے لیے زندہ رہتا ہے اور یہ سمجھ کر مرتا ہے کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ تھا، کہ حق ادا نہ ہوا

مسلمان پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی میں لگا رہتا ہے اور جب پوری زندگی رضائے الٰہی میں گزر جاتی ہے تو

وہ دنیا سے اس ایمان کے ساتھ رخصت ہوتا ہے کہ اسے اپنے رب کے ساتھ حسن زن ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِی۔

(بخاری جلد دوم صفحہ 1101 صفحہ 393 الترغیب والترہیب)

ترجمہ: بندہ جیسا میرے متعلق گمان کرتا ہے میں ویسا ہی پیش آتا ہوں۔

جب مرد مومن یہ یقین رکھتے ہوئے زندگی گزارتا ہے تو وہ تصور کرتا ہے کہ یقیناً اب اللہ اسے فرمائے گا کہ

"اے میرے بندے تو میری رضا کے لیے زندگی گزارتا رہا اور اب میں تجھ سے کہتا ہوں کہ بتا تیری رضا کیا ہے۔"

اللہ نے قرآن مجید میں مرد مومن کی زندگی کا خلاصہ پیش کر دیا ہے مرد مومن کی زندگی کا فلسفہ بندگی اور فلسفہ زندگی کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ مومن کی زندگی کے تصور کو یوں سمیٹ لیا ہے کہ زندگی کا تصور بامقصد بن گیا ہے مسلمان جب قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کتاب زندگی بھی ہے اور کتاب بندگی بھی ہے اسی لیے وہ اس تصور کو سامنے رکھتا ہے کہ کائنات میرے لیے ہے اور میں خدا کے لیے ہوں موجودہ دور میں مسلمانوں کی بیماری یہ ہے کہ انھوں نے اس تصور کو بھلا دیا ہے کہ ہم خدا کے لیے ہیں اور پوری کائنات ہمارے لیے ہے مسلمان کی بدقسمتی ہے کہ اس نے یہ تصور چھوڑ دیا کہ ہم نے اللہ کی رضا کے لیے جینا اور مرنا ہے ہماری صفوں میں یہ بیماری ہمیشہ رہی ہے کہ ہمارے سامنے سے زندگی کا مقصد ہٹ گیا اور ذلت وپستی ہمارا مقدر بن

گئی چونکہ پوری مسلم قوم ایک مدت سے اس بیماری میں مبتلا چلی آ رہی ہے یہی وجہ ہے آج مسلمان سوچتا پھرتا ہے کہ فلاں ملک سپر پاور ہے فلاں قوم سپر پاور ہے ان سے ڈرتے رہنا اور بچتے رہنا چاہیے چھیڑ چھاڑ مت کرو ورنہ وہ مار دیں گے۔

پچھلے چند عشروں میں مسلمان یہی سوچتا رہا ہے کہ فلاں قوم اور ملک سپر طاقت ہے اگر وہ ہماری پشت پر آ جائے تو ہم کامیاب قوم ہیں۔ 1970ء میں لوگ سوچتے رہے کہ بس بھئی کام ہو گیا۔

پوچھا گیا کیا کام ہو گیا؟

انھوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں Seven Sweet آ گیا ہے مراد یہ ہے کہ امریکہ کا ساتواں بیڑا آ گیا ہے لہٰذا اب ہماری کامیابی یقینی ہے۔

دیکھو! مسلمان کا تعلق باللہ اتنا کمزور ہو گیا کہ وہ سمجھنے لگا سپر پاور امریکہ میری مدد کر سکتا ہے لیکن خدا میری مدد نہیں کر سکتا۔ مسلمان نے یہ سمجھ لیا کہ اگر سپر پاور کی پناہ مل جائے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

افسوس کہ آج کے نام نہاد مرد مومن اور اسلام کے ٹھیکیدار حکمران یہ کہتے ہیں کہ امریکہ سپر پاور ہے روس سپر طاقت ہے ان سے ڈرتے رہو بچتے رہو اور ان کے خوف سے دبکے رہو۔

قرآن مجید نے اس دکھ کا مداوا اور اس بیماری کا علاج بڑے خوبصورت پیرائے میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ سپر پاور کون ہے دراصل قرآن نے مسلمان کے بنیادی عقیدے کی درستگی کے ساتھ ساتھ اصلاح بھی فرمائی ہے عقیدہ درست کرنے کے ساتھ ذہن کی تربیت بھی کی ہے اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کر دیجئے لوگوں کو سنا

دیجئے کہ

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ o (آل عمران آیت نمبر 26)

ترجمہ: اے محبوب کہہ دیجئے کہ مالک الملک صرف اللہ ہے۔

(کنز الایمان از امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ)

ذرا سوچئے کہ سپر پاور کون ہے؟

لوگوں نے کہا طاقت وہ ہے جس کے پاس ہتھیار زیادہ ہوں جس کے پاس فوج زیادہ ہو جس کے پاس بہترین اور جدید اسلحہ ہو۔

لوگو! یہ باطل خیال ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں دراصل اسلام کے دشمنوں نے مسلمانوں کو کمزور اور گمراہ کرنے کے لیے مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ یعنی تعلق باللہ کو متزلزل کرنے کے لیے یہ بات کہی ہے سنو! آپ کا رب جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا رہا ہے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ o (ال عمران 26)

ترجمہ: یوں عرض کراے ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے مسلمان جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ جہانوں کا بادشاہ صرف اللہ ہے تو وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا ہے بلکہ وہ دنیا کی ہر سپر طاقت سے ٹکرا جاتا ہے دیکھو! کربلا کے میدان میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا تھا کوئی بڑی فوج ہمراہ نہیں تھی آپ سمجھتے تھے کہ فلسفہ زندگی کیا ہے آپ کو معلوم تھا کہ سپر پاور صرف خدا ہے اس لیے آپ کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ یزید کی فوجیں آپ کا راستہ

روکنے آئیں تو آپ یزیدی فوج کی طاقت کو اور ساز و سامان کو خاطر میں نہ لائے اور یزیدی فوج کا پوری ہمت سے مقابلہ کیا۔

تاریخ کے صفحات الٹ کر دیکھو! امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اس وقت دنیا میں دو سپر طاقتیں ایران اور روم کی شکل میں موجود تھیں قیصر و کسریٰ کی یہ حکومتیں بڑی پُر ہیبت تھیں تمام چھوٹے بادشاہ ان کا نام سن کر لرزتے تھے کانپتے تھے لیکن دنیا نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کی اسلامی سٹیٹ جس کے پاس ابتدائی طور پر صرف تین سو تیرہ 313 مجاہدین کی نفری تھی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حکومت نے بیک وقت اندرونی و بیرونی دشمنوں کو چیلنج کیا پھر دنیا نے دیکھا کہ بہت جلد اسلامی سپاہی اندرونی بغاوتوں سے فارغ ہو کر ایک ہی وقت میں دونوں سپر طاقتوں سے ٹکرا گئی۔ ٹکراتی رہی اور دونوں کو پاش پاش کر کے دم لیا۔

یہ سب کچھ اس لیے رونما ہوا کہ اس وقت اسلام کے حاکموں (خلفائے راشدین) کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ مالک الملک صرف اللہ ہے اگر اس کی رضا اور حمایت حاصل ہو جائے تو دنیا کی کوئی سپر طاقت ان کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

خدا ہر چیز پر قادر ہے اور یہ اس کے اختیار میں ہے کہ جس کو چاہے عزت عطا کر دے اور جس کو چاہے ذلت عطا کر دے۔

افسوس کہ آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ فلاں سپر پاور ہے اسے مت چھیڑو کتنا اچھا وقت تھا جب مسلمان یہ سمجھتا تھا کہ اللہ سپر پاور ہے اور محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپر مین ہیں۔

اتفاق کی بات ہے کہ پچھلے دنوں میں امریکہ تھا نیو یارک، کیلی فورنیا اور جرسی سٹی میں ورلڈ اسلامک مشن کام کر رہا ہے میں جرسی سٹی میں ورلڈ اسلامک مشن کے مدرسہ میں گیا وہاں جو بچے زیر تعلیم تھے ان سے گفتگو ہوئی ان بچوں میں ایک امریکن بچہ بھی تھا جو مسلمان ہے قرآن شریف پڑھتا ہے وہ بھی دوسرے بچوں کی طرح زیر تعلیم تھا وہ بڑے اچھے اور پیارے تلفظ سے تلاوت کرتا تھا جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے گفتگو کے دوران مجھ سے پوچھا کہ آپ نے سپر مین کا پروگرام دیکھا ہے؟

چونکہ وہ پروگرام میں نے نہیں دیکھا تھا لہٰذا کہنا پڑا کہ نہیں دیکھا ہے تو اس بچے نے کہا کہ حضرت! یہ امریکہ کا بڑا دلچسپ اور مشہور پروگرام ہے سپر مین ایک آدمی ہے جس کا بدن بالکل الیکٹرانک ہے وہ جب چاہتا ہے اور جہاں چاہتا ہے اڑ جاتا ہے اور چلا جاتا ہے اس میں بڑی طاقت ہے وہ جب چاہے کسی چیز کو پکڑ کر تباہ کر دیتا ہے۔

میں نے اس بچے کو جواب دیا کہ میں ٹیلی ویژن کے سپر مین کو نہیں مانتا کیونکہ یہ سپر مین ٹیلی ویژن کا محتاج ہے بجلی کا محتاج ہے میں تو اس سپر مین کو مانتا ہوں جس کی بجلی محتاج ہے۔

دیکھو! جب شب معراج حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے تو وہ براق پر سوار تھے براق برق یعنی بجلی پر سوار تھے اس سفر کے دوران بجلی قدم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر سوار تھے۔ وہ بچہ کہنے لگا It is Lovely یہ بڑی پیاری بات ہے۔

میں نے بعد میں دوستوں سے پوچھا کہ کیا واقعی ایسا کوئی پروگرام یہاں ہوتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں یہاں ایسا پروگرام ہوتا ہے بعد میں ایک پاکستانی سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ حضرت! یہ پروگرام تو پاکستان میں بھی دکھایا گیا ہے میں نے کہا کہ افسوس ہم امریکہ کے سپرمین کا پروگرام دیکھ رہے ہیں حالانکہ ہمیں اسلام کے سپرمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروگرام دیکھنا اور دکھانا چاہیے تھا۔

میں نے پہلے عرض کیا کہ سپر پاور اللہ رب العالمین کی ذات ہے اور سپرمین حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جس کو ان سے نسبت ہو جائے اس کو اور کسی کے سہارے اور حمایت کی ضرورت نہیں رہتی اس کا مقام اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے اگر آپ کو ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جائے تو (زہے قسمت) سمجھ لیجئے کہ مقام بلند مل گیا ہے۔ چنانچہ دیکھئے عرب کے اس چرواہے کی طرف جو اونٹ چراتا تھا جس کا سوسائٹی میں کوئی بلند مقام نہیں تھا لیکن جب دامن رسول سے وابستہ ہوا تو رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ نے ارشاد فرمایا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴿ (آل عمران آیت نمبر 110)

ترجمہ: تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئی بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (کنزالایمان از امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ)

قرآن نے یہ انعام فرمایا کہ چرواہے تم بہترین امت ہو بکریوں کا

دودھ دھونے والے تم بہترین امت ہو گائے کا چارہ کاٹنے والے تم بہترین امت ہو اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے والے تمھارے ہاتھ میں اب دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تم بہترین امت ہو تم بہترین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے تو یہی شرف نسبت تمھارے لیے کافی ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کا مقام یہ ہے کہ دنیا کی وہ گم نام عورت جسے کوئی جانتا نہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آئی تو قرآن مجید فرقان حمید نے اس تعلق کی گواہی دی ہے رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۝ (الاحزاب آیت نمبر 32)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (کنزالایمان از اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ)

تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے بے مثل ہو گئی ہو تو ذرا سوچو وہ بے مثل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کی نسبت سے امہات المؤمنین کو یہ مقام ملا خود اس کا مقام کتنا بلند ہو گا آج کل رواج ہو گیا۔ جہالت کی وجہ سے یا کم علمی کی بدولت کہ جب لوگوں سے پوچھا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے یعنی اہلبیت کون تھے تو لوگ بڑے فخر سے بیان کر دیتے ہیں۔ آپ کے گھر والے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں حضور کے گھر والے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اللہ اکبر! ذرا غور فرمایئے اور بتایئے کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ پوچھنے والا پوچھے کہ تمھارے گھر والے کون ہیں اور جواب دینے والا کہہ دے کہ

"او جی میری بیٹی اور اس کے بچے تو میرے گھر والے ہیں اور خود میری بیوی اور بچے گھر والے نہیں ہیں بلکہ وہ جو ہیں باہر والے ہیں۔"

چلیے! ایک لمحے کے لیے اگر تصور کر بھی لیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر والے ہیں۔

تو بتائیے! حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المؤمنین گھر والی کیوں نہیں ہوں گی۔

دنیا کے کسی دستور میں کبھی آپ نے ایسا قانون پڑھا ہے کہ بیٹی تو گھر والی ہو اور بیٹی کی ماں گھر والی نہ ہو۔

آج کل یہ وبا پھیلی ہوئی ہے اور اسلام کا دشمن شیعہ بھی کہتا ہے کہ بیٹی گھر والی ہے اور ماں گھر والی نہیں ہے۔ یہ عقیدہ اور سوچ کتنی باطل اور بے بنیاد ہے ہم اہلسنّت اس عقیدہ اور سوچ کو تسلیم نہیں کرتے ہم نے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں قرآن کیا کہتا ہے رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

(الاحزاب آیت نمبر 33)

ترجمہ: اے نبی کے گھر والو (مراد ازواج مطہرات ہیں) تا کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

یہاں اگر چہ ضمیر مذکر لائی گئی ہے لیکن خطاب ازواج سے ہے کیونکہ وہی یہاں مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کی

اہلبیت ہیں جتنی آپ کے قریب امہات المؤمنین ہیں اتنی قربت اور کسی کو نہیں ہے یہی قربت کی نسبت ہے جس نے امہات المؤمنین کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔

سبحان اللہ نسبت کیا بات ہے جب شہادت کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ بھی بلند ہو جاتا ہے۔

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید تھے آپ کو ہجرت کی رات سانپ نے ڈس لیا تھا اور اس زہر کا اثر آخری عمر میں ظاہر ہوا جس کی وجہ سے آپ کو مقام شہادت ملا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید تھے۔ یہ صحابہ بڑے جلیل القدر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی تھے۔ اسلام کو پھیلانے اور قرآن کو مرتب کرنے میں ان صحابہ کا بڑا حصہ ہے قرآن کے مرتب کرنے کا کارنامہ بڑا اہم تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں اس کام کی ابتداء ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یہ کام مکمل ہونے کے بعد تمام علاقوں میں اور شہروں میں قرآن کی جلدیں بنا بنا کر بھیج دی گئیں۔ ان تینوں عظیم المرتبت خلفاء کا حصہ قرآن کی اشاعت میں ہے۔ جو ان تین کا دشمن ہے اس کے منہ پر خدا کی پھٹکار ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے سینوں کو قرآن سے خالی کر دیتا ہے یہ حقیقت اتنی ظاہر اور واضح ہے کہ اس سے انکار ممکن ہی نہیں جو چاہے اسے دیکھ لے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک گونہ نسبت ہے اسی نسبت کی بدولت آپ کو مقام بلند نصیب ہوا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام کیا تھا؟ وہ لوگوں کو بتانا چاہتے تھے

کہ دین کے تحفظ اور بقاء کا مسئلہ درپیش ہو تو اپنی جان کی قربانی دے کر اس فرض کو پورا کرنا ہوگا۔

سب سے پہلے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود دین کے پودے کو اپنے خون سے سینچا انھوں نے قربانی پیش کر دی تاکہ آنے والے وقت میں اگر امت کبھی ایسے حالات سے دوچار ہو تو وہ گلشن اسلام کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے بے دریغ قربانی پیش کرے جب نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کا نقش موجود ہوگا تو لوگ اس سے راہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ بے مثال شخصیت ہیں وہ صاحب تقویٰ اور تہجد گزار ہیں انھوں نے بے شمار حج کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا رنگ ان پر اتنا گہرا تھا کہ جب لوگوں کی خواہش ہوتی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کی یاد تازہ کرلیں تو وہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چلتا پھرتا دیکھ کر اپنی پیاس بجھا لیتے تھے۔ دونوں بھائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادائیں مختلف صورتوں میں دونوں کے اندر موجود تھیں۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کربلا کے میدان میں یزیدی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے تو اس دوران کسی بھی لمحے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ نے تعلق باللہ کو متزلزل نہیں ہونے دیا دشمن سے لڑتے لڑتے جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے چور ہو کر کربلا کی زمین پر گر پڑے تو آپ نے فرمایا۔

''اب میرا وقت آخری ہے مجھے معلوم ہے کہ میں نے اس فانی دنیا

سے رخصت ہونا ہے اس دوران آپ نے اپنے قاتلوں سے کہا کہ میں اپنے رب کے حضور پیش ہونے سے پہلے سجدہ کرنا چاہتا ہوں۔

کتنا عجیب منظر ہے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم زخموں سے چور ہے خون بہہ رہا ہے آپ کو اپنے گھر والوں کی بچوں کی اور خود اپنی کوئی فکر نہیں ہے تو صرف رضائے الٰہی کی فکر ہے یہی فلسفہ شہادت ہے یہی فلسفہ بندگی ہے اور یہی فلسفہ زندگی ہے علمائے اہلسنّت نے اس چیز کو اپنی کتابوں میں تواتر سے نقل فرمایا ہے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاتے جاتے بڑی پیاری بات کہہ گئے جو رہتی دنیا تک انسانیت کو مقصد زندگی یاد دلاتی رہے گی۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح وقت آخری میں اللہ کی تکبیر بلند کی اس سے آج بھی ایمان والوں کو تازگی مل رہی ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخموں کا اور تکلیف کا تصور کر کے آج بھی جسم لرز جاتا ہے۔

ایک اور بات جو میں کھل کر آپ لوگوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

یہ بات اہلسنّت اور اہل تشیع کی کتابوں میں بھی موجود ہے کہ

"جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک شہادت کے بعد کوفہ کے بازاروں میں لے جایا گیا تو سیدانیاں (آپ کی بہنیں، بہو، بیٹیاں) ساتھ تھیں انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ سینہ پیٹتے ہوئے آ رہے ہیں پوچھا کیوں پیٹتے ہو تو پیٹنے والوں نے جواب دیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کا ماتم کر رہے ہیں تو سیدانیاں فرمانے لگیں تم نے ہی تو بلایا تھا اور گھر بلا کر خود ہی قتل کر دیا اور اب خود ہی پیٹ رہے ہو۔ انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ انھوں نے ہم سے بے وفائی کی ہے دھوکا دیا ہے۔ یہ قیامت تک اسی

طرح پیٹتے رہیں تاکہ آنے والی نسلوں کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا پتہ چلتا رہے۔"

یہ بات پوری تفصیل کے ساتھ بالکل ایسے ہی الفاظ میں شیعہ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے ہم اہلسنّت کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ شیعہ اسلام کے دشمن ہیں یہ اسلام دشمن یہودی عبداللہ ابن سبا کی اولاد ہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں انھوں نے اسلام سے بے وفائی کی ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا کی قربانی دے کر یہ سبق دیا ہے کہ سر کٹ سکتا ہے لیکن کسی آمر اور ظالم حاکم کے سامنے جھک نہیں سکتا باطل سے سودے بازی نہیں ہوسکتی۔

یزید نے زبردستی حکومت پر قبضہ جمایا تھا وہ پوری مسلم قوم کے حقوق غصب کر رہا تھا یزید کی خواہش تھی کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے درباری بن کر رہیں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے لہٰذا آپ نے اس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری مسلمان قوم کے حقوق کا تحفظ فرما رہے تھے۔ وہ بگاڑ کا دروازہ بند کر رہے تھے یزید نے بالکل ایسے ہی اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا جیسے عصر حاضر کے یزید ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے۔

لوگوں نے ضیاء الحق سے کہا کہ تو غاصب ہے وہ کہنے لگا آپ اگر یہ سمجھتے ہیں تو میں نوے 90 دن کے بعد قبضہ چھوڑ دوں گا لوگوں نے نوے دن کے بعد کہا چھوڑ دو اس نے کہا اکتوبر میں نومبر میں چھوڑ دوں گا اکتوبر اور نومبر بھی گزر گیا لیکن ضیاء الحق صاحب چھوڑتے ہی نہیں۔

یاد رکھیے! جس طرح نومبر اور اکتوبر گزر گئے اسی طرح ایک نہ ایک دن ضیاء الحق بھی گزر جائے گا اور پاکستان باقی رہے گا۔ انشاء اللہ

بات صرف اتنی تھی کہ یزید تخت خلافت پر قابض ہو گیا عوام اس کے ساتھ نہیں تھے۔ کرائے کے لوگ اس کے ساتھ تھے اسی طرح ہمارے ملک کا یزید ہمارے تخت پر قابض ہو گیا ہے۔ عوام ساتھ نہیں کرائے کے لوگ ہیں لہٰذا وہ کبھی کرائے کے مولویوں کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ کبھی بے ضمیر مشائخ کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ علماء کی صحبت کا اثر ابھی زائل بھی نہیں ہوتا تو پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے بیچ میں بیٹھے خواتین کنونشن دیکھ رہے تھے۔

اب اس کا جواب تو علماء و مشائخ ہی دیں گے کہ کیا وجہ تھی کہ جنرل ضیاء الحق علماء و مشائخ سے فارغ ہو کر خواتین میں پہنچ گئے۔ مفتی فتویٰ دیں اور فیصلہ کریں کہ یہ رخ کردار کیا ہے کہ

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

میں تو اس ساری صورت حال کو دیکھ کر یہی کہوں گا کہ

جناب شیخ کا قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی ہے

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار یہی تھا کہ آپ نے یزیدیت کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا یزیدیت کو چیلنج کر دیا۔

ہر وہ برائی جو یزیدیت سے جنم لیتی ہے اس کا مٹانا مسلمان کا فرض ہے۔

بیان شہادت یہ نہیں ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار نامہ پر پردہ ڈال دیا جائے اور بے سروپا روائتیں سنا کر لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

میں نے سنا ٹی وی پر ایک شخص بیان کر رہا تھا کہ

''جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو ایک عورت جس کے کپڑے میلے تھے کربلا کے میدان میں پھر رہی تھی گرد و غبار صاف کر رہی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے لاشوں کو دیکھ رہی تھی اور ماری ماری پھر رہی تھی کسی نے پوچھا کہ میدان کربلا میں تن تنہا یہ عورت کون پھر رہی ہے تو انھوں نے جواب دیا میں بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں'' معاذ اللہ

یہ ریڈیو اور ٹی وی جس طرح سے ملک کو اور اسلام کو رسوا کر رہے ہیں آپ سب لوگ جانتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں ریڈیو ٹی وی تو اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں ٹی وی پر جنرل ضیاء الحق جو فلمی ایوارڈ تقسیم کر رہا تھا یہ کون سے اسلام کی خدمت ہے۔ ضیاء الحق جو اسلام اس ملک میں لانا چاہتا ہے کیا یہ وہ اسلام تو نہیں ہے۔

کیا اسلام یہ ہے کہ ایک معجون مرکب تیار کر لو فلم دیکھ لی تو وہ بھی اسلام ہے تقریر سن لی تو وہ بھی اسلام ہے۔

ادھر سے ادھر سے غلط ملط جو بھی سن لیا وہ سب درست ہے یہ کہاں کا اسلام ہے؟

اگر ضیاء الحق یہ چاہتے ہیں کہ یہ معجون مرکب سب کو قابل قبول ہو تو ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ایسا اسلام ملک میں نہیں چلے گا۔

یزید بھی کہتا تھا کہ اسلام میں بناسپتی بھی چلے گا مٹھائی بھی چلے گی اور سب کچھ ہی چلے گا۔

ہمیں اسلام کے چہرے پر یزیدیت کے ہیضے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمیں اسلام کے چہرے پرخون شہادت کی ضرورت ہے۔

اسلام کی عظمت وسربلندی کے لیے اسوۂ حسینی کی ضرورت ہے۔

وطن عزیز میں اہلسنّت و جماعت کے حقوق غصب ہورہے ہیں۔ ریڈیو ٹی وی اہلسنّت کے خلاف تسلسل سے زہر اگل رہے ہیں اور شیعیت کو فروغ دینے کے لیے گمراہی پھیلائی جارہی ہے۔

سنو! ہم نے آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چل کر اس ملک کو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام کا گہوارہ بنانا ہے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب غلط کار بدکردار حاکم کی غلط کاریوں کو دیکھا تو مصلحت سے کام لینے کی بجائے ڈٹ گئے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دور کے یزیدی سے ٹکرلی۔

ہم اس دور کے یزید کے خلاف حق کی آواز بلند کررہے ہیں ہم اسلام کی چھتری کے نیچے پناہ لے کر مسلمانوں کو دھوکا دینے والے دھوکا باز جنرل کو بے نقاب کررہے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمانوں کے نام پیغام یہ ہے کہ

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اللہ سے دعا ہے کہ اے اللہ ہمیں دین کی بالادستی کے لیے اپنی جدوجہد میں سرخرو فرمائے۔ (آمین)

وآخر ودعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پندرہ شعبان...... اللہ کا انعام

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اَرْسَلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَرِ.

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان ہے کہ ہم اور آپ اللہ کے حضور سربسجود ہونے کے لیے اللہ کے گھر میں حاضر ہوئے ہیں ۔ رب العالمین مجھ گناہ گار وسیاہ کار اور آپ سب کی حاضری کو قبول فرمائے اور جو کچھ بیان کیا جائے اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے اور آپ سب کے لئے کفارۂ سیئات بنائے۔

شعبان کی پندرھویں شب اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا خصوصی انعام ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو عطا کی گئی۔روئے زمین کے مسلمان دنیا بھر میں اس مبارک اور مقدس رات میں اللہ کے حضور سربسجود رہتے ہیں اور نوافل تلاوت قرآن' درود شریف' استغفار کے ذریعے سے اللہ رب العالمین جل جلالہ کی یاد میں شب بسری کرتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں جہاں وہ ایک طرف سربسجود ہوتے ہیں وہیں اللہ رب العالمین کا خصوصی انعام' خصوصی رحمت اور اللہ کا خصوصی فضل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت پر اس مبارک رات میں نازل ہوتا ہے۔

قرآن میں اس رات کا تذکرہ اس اعتبار سے موجود ہے کہ خصوصیت کے ساتھ اللہ نے اس مبارک اور مقدس رات میں فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے جو بندگان خدا' اللہ جل جلالہ کے بندوں کے رزق کی سالانہ تقسیم' بلیات ومصائب سے حفاظت نیز مشکلات اور تمام معاملات کے حل کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے لکھتے ہیں ان کی عمر کے سلسلے میں فیصلے بھی اس مبارک رات یعنی

شب برأت کو کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید کی آیت طیبہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ ۲۵ ویں پارے سورۃ دخان میں پوری تفصیل سے ارشاد فرماتا ہے کہ قرآن مجید و فرقان حمید کو ہم نے برکت والی رات میں نازل فرمایا۔

اور اس برکت والی رات میں ہر وہ عمل ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا جاتا ہے وہ اس مبارک و مقدس رات میں اس کو انجام دیتے ہیں جس میں لوگوں کی روزی' رزق میں برکت' عمر میں برکت' عمر میں تناسب' سال بھر میں کن کو موت آنی ہے' کن کی عمر میں مزید برکت عطا فرمائی گئی ہے..... اس مبارک و مقدس رات میں اس کا فیصلہ ہوتا ہے کتنا رزق اور روزگار کے مواقع سال بھر میں دیئے جائیں گے اس کا تذکرہ بھی اللہ رب العالمین اس رات میں بیان فرما دیتا ہے۔

اس مبارک رات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اب اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لیے اور اس مبارک رات میں عمر میں خیر و برکت کے لیے' بلاؤں کو دور کرنے کے لیے' سال بھر بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے خصوصی دعائیں اور نوافل ہوتے ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل اور قرآن کریم کی آیات طیبہ کی روشنی میں یہ مضمون اپنی جگہ موجود ہے اور اس کی تفصیل انشاء اللہ عرض کرتا ہوں۔

چنانچہ قرآن کے ۲۵ ویں پارے میں ارشاد ہوتا ہے!

﴿انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ٥فیها یفرق کل امر حکیم ٥امرا من عندنا انا کنا مرسلین ٥رحمة من ربک انه هو

السمیع العلیم o﴾ (سورۃ الدخان رقم الایۃ: ۳،۴،۵،۶)

یہ وہ برکت والی رات ہے جس میں قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا (یہ وہ برکت والی رات ہے جس میں قرآن کے نزول کی ترتیب اللہ نے مقرر فرمائی) ہر وہ کام جس کو اللہ کرنا چاہتا ہے اس کا حکم فرما دیتا ہے ﴿فیھا یفرق کل امر حکیم o﴾ سال بھر کے لیے یہ ہمارا حکم ہے اور جس طرح سے چاہے' بندوں کے لیے تقدیر اور ان کی زندگی' ان کے لمحات' ان کے سانس' ان کے رزق ان کا روزگار' یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح سے سال بھر کے بجٹ حکومتیں بناتی ہیں بلاتشبیہ و تمثیل خدانخواستہ مفہوم یہ نہیں ہے کہ اللہ کو بجٹ بنانے کی ضرورت ہے وہ بجٹ بنانے کا محتاج نہیں ہے۔ دنیا کی حکومتیں بجٹ بناتی ہیں اور جو بجٹ بناتی ہیں ظاہر ہے اس میں انکی بڑی بڑی فاش غلطیاں ہوتی ہیں بجٹ کچھ ہوتا ہے اور عمل کسی اور چیز پر ہوتا ہے اور بجٹ کا انحصار زیادہ تر دوسروں کے وسائل پر کرتے ہیں کہ ورلڈ بینک سے کتنی امداد ملی (IMF) نے کتنی امداد دی' یورپین یونین نے کتنی امداد دی' ایشین بینک نے کتنی امداد دی اس کی روشنی میں وہ لوگ بجٹ بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بجٹ اور پروگرام کا محتاج نہیں ہے۔

رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ کا ارشاد ﴿امرا من عندنا﴾ یہ ہمارا امر ہے یہ ہمارا حکم ہے ہمارے حکم کے مطابق فرشتے اس پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں اور ظاہر ہے دنیا والوں کے بجٹ فیل ہو جاتے ہیں نا کام ہو جاتے ہیں دنیا کی ہر حکومت کے اور خاص طور پر حکومت پاکستان کے جتنے بھی بجٹ ہوتے ہیں وہ عوام کی خواہشات اور عوام کی مرضی' عوام کی راحت اور آسائش

سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ سارے کا سارا بجٹ بیوروکریسی اور بعض بدکردار اور بدعنوان لوگ مل جل کر کھا جاتے ہیں لیکن یہاں اس کا کوئی اندیشہ اور شائبہ نہیں ہے کہ آپ کی روزی کے لیے رب العالمین نے جو رزق سال بھر کے لیے مقرر فرمایا ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کسی کے کہنے سے ہو جائے۔ اللہ نے جو مقرر فرمادیا وہ ملے گا' جو اموات اللہ نے مقرر فرمادیں کہ اس سال کے اندر کن لوگوں کو مرنا ہے اللہ کے حکم کے مطابق اس پر عمل ہوتا ہے فرشتے کسی قسم کی سفارش قبول نہیں کرتے کہ فلاں کی زندگی میں اضافہ ہو جائے یا ملک الموت جب روح قبض کرنے کے لیے آئیں تو گھر والے رونے لگیں اور اس کی وجہ سے ملک الموت اس روح کو چھوڑ کر چلے جائیں ایسا نہیں ہوتا' ﴿فیھا یفرق کل امر حکیم o امرا من عندنا انا کنا مرسلین o رحمة من ربک انه هو السمیع العلیم o﴾

شب برات اور شب قدر یہ وہ مقدس راتیں ہیں' یہ وہ مقدس ساعتیں ہیں جن میں اللہ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے عمر میں اضافہ ہو' برکت ہو اور عمر بڑھ جائے' بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ عمر تو اللہ کے یہاں مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے اس میں اضافہ فرمادے کیا ایسا ہوتا ہے؟ یقیناً ہوتا ہے عمر بڑھ جاتی ہے ___ کیا ایسا ہوتا ہے کہ رزق جو مقرر ہے اس میں اضافہ ہوجائے؟ یقیناً ہوتا ہے ___ کیا ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عمر مقرر کردی اس مقرر عمر میں اضافہ ہو جائے' ۲۵ برس کی عمر لکھ دی گئی اضافہ فرمادیا ایک سال یا دو سال ___ ایسا یقیناً ہوتا ہے اس لئے کہ قضا و قدر احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے بڑھادے چاہے گھٹادے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے اپنے والدین کے سامنے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا! حسن سلوک کرو، یعنی اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ پوچھا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟___ تو فرمایا! تمہاری عمر میں برکت ہوگی۔ پھر ایک صحابی تشریف لائے عرض کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ دار بہت ہیں بہن بھائی بہت ہیں مجھے کیا کرنا چاہیے اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا، صلہ میں کیا ملے گا؟___ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! قرابت دار کا حق ادا کرو یعنی بہن اور بھائی ان میں سے ہر ایک کا بڑا مقدس رشتہ ہے اس کو مت توڑو کہ جو اس رشتے کو جوڑے رکھتا ہے اللہ اس رشتے کو جوڑے رکھنے کی برکت سے عمر میں اور رزق میں برکت عطا فرماتا ہے اگر تمہارے بہن بھائی تمہارے اچھے سلوک کے مستحق ہیں تو یقین رکھو کہ رزق میں بھی برکت ہوگی روزی میں بھی برکت ہوگی یعنی رشتے داروں پر پیسہ خرچ کرنے میں، بہن بھائیوں پر پیسہ خرچ کرنے میں، ان کی تالیف قلب کے سلسلے میں اگر وہ مستحق ہیں، اگر تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو تو اس کے نتیجے میں خیر و برکت ہوگی، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ زمین تیار ہو رہی ہے جیسا کہ آپ نے غور کیا ہوگا، (Geologist) ارضیات کے یعنی زمین کے ماہرین کہتے ہیں کہ درخت زیادہ اگاؤ بھئی درخت کیوں لگاؤ ہر سال درخت لگانے کی مہم چل رہی ہے اس پر انہوں نے کہا کہ Envirorment (محکمہ ماحولیات) جنہوں نے کہا درخت اگاؤ، بھئی درخت اگانے سے کیا فائدہ ہوگا درخت اگانے سے بارش ہوگی جہاں درخت زیادہ ہوں گے وہاں بارش زیادہ ہوگی جہاں درخت بالکل نہیں ہوں گے

بنجر زمین ہوگی وہاں بارش بھی نہیں ہوگی اگر ہوگی تو معمولی سی آپ نے غور فرمایا ہوگا صحرائی علاقے (Desert) اگر ان میں بارش ہوتی ہے تو بہت معمولی سی ہوتی ہے ذرا سی بوندا باندی ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے نہ کچھ اگتا ہے نہ سبزہ ہے بس ویرانہ ہے جہاں درخت تھوڑے بہت موجود ہوں بارش ہوگی سبزہ اگے گا اس لئے کہ درختوں کی وجہ سے وہ زمین اس طرح تیار ہوگئی کہ بارش جب برستی ہے بادلوں کو جب حکم ہوتا ہے بارش برسانے کا تو بادلوں کی توجہ اس طرف اور پانی اس طرف زیادہ جاتا ہے جہاں درخت کثرت سے موجود ہوتے ہیں اسی طرح سے زمین اگر تیار ہے یعنی قلب اگر تیار ہے قلب میں خشوع وخضوع ہے اور اعمال میں والدین کی اطاعت ہے۔صلہ رحمی کے حقوق رحم کے حقوق یعنی رحم کا مطلب ہے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والی اولاد یہ رحم کا رشتہ کہلاتا ہے صلہ رحمی رحم کے رشتوں کے ساتھ حسن سلوک جب نیکیاں کی جا رہی ہیں خیرات اور زکوٰۃ دی جا رہی ہے حسن سلوک ہو رہا ہے اچھے اعمال ہو رہے ہیں ان اچھے اعمال کے نتیجے میں جو سبزہ پیدا ہوا سبزی وشادابی آئی جسم میں اس کے نتیجے میں اللہ کی رحمت زیادہ سے زیادہ نازل ہوتی ہے اس طرف متوجہ ہوتی ہے کہ یہ زمین تیار ہے مستحق ہے جو زمین زیادہ مستحق ہے جو جسم زیادہ مستحق ہو اسی کی طرف اللہ کی رحمت زیادہ متوجہ ہوتی ہے اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ کے محبوب پیارے نبی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا دیکھو____ قرآن میں ارشاد فرمایا!﴿وات ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ﴾(سورہ بنی اسرائیل الآیۃ/۲۶)

یعنی قرابت داروں کا حق ادا کرو، مسکینوں کا حق ادا کرو اور مسافروں

کا حق ادا کرو۔قرابت داروں کا بھی حق ادا کرو' بھائیوں کے حقوق بھی ادا کرو بیٹیوں اور بہنوں کے بھی حقوق ادا کرو اولاد کے بھی حقوق ادا کرو اللہ نے فرمایا جب یہ سب حقوق ادا کرو گے تو اللہ کی رحمت متوجہ ہوگی۔اللہ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی ____ کن کی طرف نہیں ہوتی؟

حدیث مبارک لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار (مشکوٰۃ ص/۴۲۸) ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے پس جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑا پھر وہ مرگیا تو آگ میں داخل ہوگا۔

یعنی کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سلام وکلام اور بول چال بند رکھے اور دوسرے پر جو حقوق ہیں اس کو معاف نہیں کرائے اور مر گیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہو گیا تو شب برأت بھی گزر جائے گی اور شب رمضان بھی گزر جائے گی' مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے سلام وکلام منقطع نہ کرے سلام وکلام کو جاری رکھنا چاہیے سلام میں برکت ہے السلام علیکم کہا تو ۱۰ نیکیاں و رحمۃ اللہ کہا تو ۱۰ نیکیاں اور وبرکاتہ کہا تو ۱۰ نیکیاں مزید لکھی گئیں تو مفت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے سے ۳۰ رحمتیں اللہ نے عطا فرمادیں۔بعض لوگ کہتے ہیں ہم نے سلام کیا اس نے جواب نہیں دیا تو کوئی حرج نہیں سلام کرتے رہیے آپ کا ثواب ضائع نہیں ہوا البتہ وہ بد بخت ہے جو سلام کا جواب نہ دے' جیسا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔لہٰذا اگر کوئی شخص تمہارے سلام کا جواب جان بوجھ کر نہ دے' اسی طرح بعض لوگ غصے میں کہہ دیتے ہیں میں نہیں

جواب دیتا تو اگر کوئی تمہارے سلام کا جواب نہ دے تو تم نے جو سلام کیا ہے وہ ضائع نہیں گیا بلکہ فرشتوں نے جواب دے دیا تو جس کے سلام کے جواب میں فرشتے کہیں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ تو اس سے بڑا خوش نصیب کون ہے کہ فرشتے اس کے سلام کا جواب دے رہے ہیں فرشتے ہر وقت موجود رہتے ہیں اگر آپ نے سلام کیا اس نے جواب نہیں دیا تو ۲ فرشتوں نے کہا! وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته' اب یہ بدنصیب ہے کہ جس نے جواب نہیں دیا۔

﴿واذا احييتم بتحية فحيوا بحسن منها اوردوها o﴾

(سورہ النساء رقم الآیۃ/۸۶)

یعنی جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس کو بہتر طریقے سے جواب دو اگر کسی نے تم کو سلام کیا السلام علیکم تو تم کہو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اگر کسی نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو تم کہو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اب بہت سے حضرات ہیں جو ایک دوسرے سے ناراض ہیں منہ پھیر کر چلتے ہیں مسلمان بھائی ہیں سلام بھی نہیں کرتے جواب بھی نہیں دیتے بہت سے حضرات ہیں جنہوں نے اپنے رشتوں کو ختم کر دیا یہ بڑی اہم بات ہے قرآن مجید میں آیا ہے چاہے ایک آدمی نمازیں پڑھتا رہے تہجد پڑھتا رہے لیکن بھائی اور بہن کے رشتے کو ختم کر دیا ماں اور باپ سے حسن سلوک کو ختم کر دیا اپنے مسلمان بھائی سے تعلقات کو خواہ مخواہ خراب کر دیا اور اپنے پڑوسیوں کو تنگ کیا' آج بہت سے لوگ ہیں جن سے ان کے پڑوسی تنگ ہیں۔وہ لوگ پڑوسیوں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے حالانکہ جبرائیل تشریف لائے اور عرض کیا! اے اللہ کے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پڑوسیوں کا حق ادا کرتے رہیے ___ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو جو ارشاد فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے نہیں تھے کہ پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرتے ہوں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ لیکن اصل میں امت کی تعلیم کے لئے یہ فرمایا گیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑوسی کا بہت بڑا حق ہے دائیں جانب اور بائیں جانب ۴۰ گھر یہ سب پڑوسی ہیں پڑوس میں کوئی بھی ہو اس کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرو۔ پوچھا' سب سے اچھا برتاؤ کیا ہے؟ کہا کہ تمہاری ذات سے پڑوسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے' کہا! کس قسم کی تکلیف پہنچ سکتی ہے؟ ___ کہا! تانکنا اور جھانکنا' تجسس کرنا پڑوسی کی بے عزتی کرنا اور اسے بے آبرو کرنا اور اپنے پڑوسی کو چھوٹے چھوٹے معاملات پر تکلیف دیتے رہنا' یہ سب اذیت ہے تو اللہ کے محبوب حضور نے ارشاد فرمایا یہ سارے کام ختم کرو پڑوسیوں سے حسن سلوک کرو' والدین سے حسن سلوک کرو' دوست واحباب قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو' جن سے بول چال بند ہے ان سے بول چال جاری کرو پھر اس کے بعد شب برأت میں اللہ کے حضور کھڑے ہو اور اس پر یقین رکھو کہ اللہ کے فرشتے رحمت لیکر تم پر اتر رہے ہیں لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو ارشاد فرمایا کہ رحمتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ رات کا وقت تھا اور میں نے یہی خیال کیا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارکہ میں آرام فرما رہے ہیں رات کو میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر مبارک پر تشریف فرما نہیں ہیں مجھے خیال آیا اب ام المومنین اپنے واقعہ کو بیان فرما رہی ہیں دنیاوی نقطۂ نظر سے مجھے خیال آیا کہ حضور کسی دوسری بیوی صاحبہ کے ہاں تشریف لے گئے ہوں گے' ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اور تمام جتنی بھی ازواج مطہرات تھیں ان کے حجرے مسجد نبوی کے ساتھ ساتھ تھے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے جب مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی تو بہت سے صحابہ کے مکانات کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے حضور نے ارشاد فرمایا! لا تبقین فی المسجد خوخة الا خوخة ابی بکر۔ (مشکوٰۃ ص/۵۵۴)

صاحب الوفا نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ سب دروازے بند کردو ابو بکر کا دروازہ کھلا رہے گا سب دروازے بند کردو یعنی مسجد نبوی میں بطور شاہراہ آمد و رفت کسی کی نہیں ہونی چاہیے' جب دروازہ کھلا ہوگا تو آمد و رفت تو ہوگی اس لئے فقہاء نے بھی فرمایا مسجد کو شاہراہ کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی زمین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدی تھی حضور کے محبوب صحابی تھے خلیفہ المسلمین تھے حضور کو بر ملا محبت جو حضرت ابو بکر صدیق سے تھی اور جو خدمات اسلام کے لئے حضرت ابو بکر صدیق کی تھیں انہیں کی بناء پر حضور نے یہ ارشاد فرمایا تھا' بہر حال ام المومنین کے مکانوں پر تشریف لے گئے ہوں گے تو میں نے جلدی سے چادر ڈالی اور باہر آئی' میں حضور کی خوشبو سونگھ رہی تھی سانس لے کر سونگھ رہی تھی کیونکہ جدھر خوشبو ہوتی ہے پتہ چل جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف تشریف فرما ہوں گے اللہ کے محبوب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سونگھتے سونگھتے میں مسجد نبوی سے باہر آ گئی مجھے خوشبو آ رہی تھی' میں خوشبو پر چل رہی تھی' میں خوشبو سونگھتی جاتی تھی اور چلتی جاتی تھی چلتے چلتے جنت البقیع پہنچ گئی۔ جنت البقیع مدینہ منورہ کا قبرستان ہے۔ سبحان اللہ! اللہ کے نبی' حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جنت البقیع وہ قبرستان ہے کہ جس پر روزانہ صبح و شام ستر ہزار فرشتے مدینہ منورہ میں اترتے

ہیں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام درودوں کی سوغات اور سلاموں کی ڈالیاں لے کر دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں صبح کو جو حاضر ہوگئے شام کو واپس چلے جاتے ہیں پھر دوسری جماعت ملائکہ حاضر ہوتی ہے یعنی عصر کے بعد دوسرے آجاتے ہیں فجر کے بعد دوسرے آجاتے ہیں تو یہ ۷۰ ہزار فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں مدینہ منورہ میں دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے حضور فرماتے ہیں کہ وہ جنت البقیع کے اوپر سے ہوتے ہوئے آتے ہیں اور اپنے پروں کو رحمت والے پروں کو جھاڑتے ہوئے آتے ہیں اور پھر دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں اسی لئے ارشاد فرمایا! من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها (مشکوۃ ص/۲۴۰)

یعنی تم میں جس کو اللہ رب العالمین استطاعت عطا فرمائے مدینہ منورہ میں مرنے کی اس کو چاہیے کہ وہ وہیں انتقال کر جائے کیونکہ میں اس کی شفاعت کروں گا جو اس میں مرے گا بہت سے لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی مدینہ منورہ میں مرجاتے ہیں بعض لوگوں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں ہوتے ہیں پھر اگر بیمار پڑ گئے تو ان کو خیال آتا ہے کراچی' بچے' بیوی' جائیداد کا' ہائے میں بیمار ہوں مر رہا ہوں کوئی بھی نہیں ہے نہ بیوی ہے نہ بچے ہیں میں اکیلا ہوں' میں تنہا ہوں یہ خیال کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں مرنے سے ان کو کراہت محسوس ہوتی ہے تو شیخ محقق امام شاہ عبدالحق محدث دہلوی ایک واقعہ اپنی مشہور کتاب (جذب القلوب الی دیار المحبوب) میں نقل فرماتے ہیں جو فضائل مدینہ منورہ پر ایک نایاب

کتاب ہے شیخ محقق علیہ الرحمہ کی اور دوسری مشہور کتب بھی ہیں ان کی مدارج النبوت بھی بڑی مشہور کتاب ہے جو سیرت طیبہ پر ایک مستند کتاب ہے۔

شیخ محقق لکھتے ہیں ایک بزرگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حاضری کے بعد جنت البقیع کی طرف رات میں تشریف لے جا رہے تھے لوگوں نے کہا! آپ جنت البقیع کے باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ لیں دروازہ تو رات کو بند ہو جاتا ہے۔ شیخ محقق عبدالحق بھی پہلے کے بزرگوں میں سے ہیں دہلی کے بڑے عظیم المرتبت محدث تھے بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں بے شمار احادیث کی تشریح کی ہے علم کی بڑی خدمت کی ہے ان کا ایک روحانی اور علمی مقام ہے حضرت امام مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی کے معاصرین میں سے ہیں تو شیخ محقق فرماتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں جا کر فاتحہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے آنکھ بند کر کے کھڑے ہوئے تھے تو منظر دیکھا کہ جیسے جنت البقیع کا دروازہ کھل گیا ہے اور جنت البقیع میں اندر سے مردے آ رہے ہیں جنازے آ رہے ہیں جنازے جا رہے ہیں رات کا وقت ہے حالانکہ رات کے وقت جنازے وغیرہ بہت کم دفن کئے جاتے ہیں کوئی خاص بات ہو تو دوسری بات ہے ورنہ عام طور پر صبح سے لیکر شام تک مغرب تک دفن ہوتے رہتے ہیں تو انہوں نے کہا بڑی عجیب بات ہے جنازے اندر جا رہے ہیں یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے ٹھیک ہے قبرستان ہے جنازے جا رہے ہیں لیکن جنازے اندر سے نکل کر آ رہے ہیں یہ کیا بات ہے وہ بزرگ کھڑے رہے آنکھ بند کئے ہوئے کیف و مستی کے عالم میں کافی دیر تک کھڑے رہے اس کے بعد وہ تسلسل ختم ہو گیا تو وہ وہاں سے چلے آئے۔ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے' نماز پڑھی پھر صبح کو ایک بزرگ جو کہ مدینہ منورہ میں مقیم

تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور مدینہ منورہ کی حاضری میں ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ دیکھا کہا حضور آپ تو یہاں تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کچھ اس پر روشنی ڈالئے میں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے اس قبرستان میں جنت البقیع شریف میں مردے (جنازے) باہر لائے جا رہے ہیں اور جنازے اندر جا رہے ہیں جنازے قبرستان میں جاتے ہی ہیں لیکن باہر لائے جا رہے ہیں یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ جن کے جنازے باہر لائے جا رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو مدینہ منورہ میں مر گئے لیکن ان کے دل اپنے گھروں میں لگے ہوئے تھے اپنے شہروں میں لگے ہوئے تھے اپنے ملکوں میں لگے ہوئے تھے ان کو مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا نہیں تھی اور جن کو مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا تھی خواہ وہ کہیں بھی مرے ہوں ان کے جنازے لائے جا رہے ہیں جن کو تمنا نہیں تھی ان کے جنازے باہر نکالے جا رہے ہیں جہاں سے آئے ہوئے تھے وہیں بھیجے جا رہے ہیں۔

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سونگھتے سونگھتے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت البقیع کے قبرستان میں پہنچ گئیں۔ بڑا عظیم قبرستان ہے عظیم المرتبت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم' امہات المومنین تابعین سیدنا عثمان خلیفۃ المسلمین یہ تمام بابرکت ہستیاں اسی قبرستان میں مدفون ہیں' ہزاروں صحابہ مدفون ہیں' ہزاروں تابعین مدفون ہیں' ہزاروں اہل بیت کرام مدفون ہیں' ہزاروں اولیاء کرام مدفون ہیں' کتنا بابرکت قبرستان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں جب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ وہاں پہنچیں تو قبرستان میں سے خوشبو آ رہی تھی آپ قبرستان میں داخل ہو گئیں تو دیکھا اللہ

کے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں اور اس طرح رو رہے ہیں جس طرح بچہ بلک کر روتا ہے تو حضرت ام المومنین عائشہ نے اپنے آپ سے کہا' مجھے افسوس ہوا کہ میں سوچتی تھی کہ حضور ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس گئے ہونگے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہاں جنت البقیع کے قبرستان میں اللہ جل جلالہ کے حضور سر بسجود ہیں کیا دعا مانگ رہے ہیں جا کے دیکھوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں اور بارگاہ الٰہی میں اشک بار ہیں اور آواز آ رہی تھی' اے اللہ ! اس بابرکت رات میں میری امت کی مغفرت فرما' حضور اپنی امت کے لئے اس مبارک اور مقدس رات میں رو رہے تھے۔ حضرت عائشہ ارشاد فرماتی ہیں میں کھڑی رہی کافی دیر کے بعد اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے سے اٹھے اور اٹھنے کے بعد فارغ ہوئے میں وہاں تھی پھر میں وہاں سے لوٹی کہ حضور عبادت میں مصروف ہیں واپس چلو۔ میں آئی اور حجرے میں آ کر لیٹ گئی کافی دیر کے بعد اللہ کے محبوب کا استقبال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر مین نے دیکھا کہ جیسے پانی بہہ رہا ہے پانی برس رہا ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک جو انہوں نے پہن رکھی تھی اسے اتارا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر مبارک استعمال کرتے تھے) میں نے کہا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بارش میں آپ بھیگ گئے' بارش ہو رہی ہے تو فرمایا: اے عائشہ! بارش نہیں ہو رہی' میں بھیگا نہیں ہوں تم نے جو بارش دیکھی وہ رحمتوں کی برسات تھی جو اتر رہی تھی آج کی رات تم میری تلاش میں نکلیں حالانکہ حضور نے تو ملاحظہ نہیں فرمایا تھا' سمجھیے! ____ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں !ان عینی تناماں ولا ینام قلبی (مسلم ج

ا؍ص/۲۵۴) نیز فرماتے ہیں ! لا راکم من خلفی کما اراکم من بین یدی (مشکوٰۃ ص/۹۸) یعنی تم بظاہر یہ دیکھتے ہو کہ میں سو رہا ہوں لیکن میرا دل نہیں سوتا میں تم کو دیکھتا ہوں اپنے پیچھے سے جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

حضور نے ارشاد فرمایا' اے عائشہ! یہ رحمتوں کی برسات تھی جبرائیل آئے اور آ کر عرض کیا یارسول اللہ ! آج کی مقدس رات یہ وہ رات ہے جس کو 'لیلۃ البرات'' کہتے ہیں اسی کو اردو میں شب برات کہتے ہیں اصل میں یہ شب برأت کے معنی ہیں چھٹکارا' آزادی پانے کی رات یعنی جہنم سے آزادی پانے کی رات' اے عائشہ! جبرائیل نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے اور بنی کلب (بنی کلب عرب کا قبیلہ ہے) یہ قبیلہ عرب میں بڑا مشہور تھا اس قبیلے کے پاس بالوں والی بہت اعلیٰ قسم کی بے شمار بھیڑیں ہوا کرتی تھیں تو اے عائشہ! جبرائیل نے فرمایا کہ بنی کلب کی بھیڑوں (جو بڑی کثرت سے تھیں پورا جنگل ان کی بھیڑوں سے بھر جاتا تھا) کے جو بال ہیں ان کی تعداد کے مطابق آج کی رات اللہ تعالی جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے ۔میں اٹھا اور میرا دل چاہا کہ میں اللہ کے حضور اپنی امت مرحومہ کے لئے دعا کروں تو اے عائشہ! میں دعا کے لئے گیا تھا اور اب بھی دعا کرتا ہوں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مبارک اور مقدس رات میں اللہ کے حضور سربسجود ہونے کی مغفرت کی دعاؤں کی تلقین فرمائی ہے اور اس رات کی جو فضیلت و برکت ہے وہ قرآن کریم کی آیت سے واضح ہو چکی ہے رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے!

﴿انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ٥فیها یفرق کل

امر حکیم ○

یعنی آج کی رات میں فیصلے ہوتے ہیں عمر کے‘رزق کے‘بلاؤں کے‘ آفتوں کے‘بلائیں آسمانوں سے اترتی رہتی ہیں اور ہم میں سے بہت سے حضرات ان پر توجہ نہیں دیتے اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں سے بلاؤں کو کیوں نازل فرماتا ہے اس لئے کہ جب زمین سے گناہ اوپر جاتے ہیں تو غضب الٰہی جوش میں آتا ہے اور اس غضب الٰہی کی وجہ سے بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں قحط سالی ہوتی ہے طوفانی بارشیں ہوتی ہیں طوفان آتے ہیں بے شمار لوگ مرجاتے ہیں خلق خدا تباہ ہو جاتی ہے زلزلے آتے ہیں یہ سب غضب الٰہی ہے جب گناہ زمین سے اوپر جاتے ہیں بے حیائی پھیلتی ہے جیسے پاکستان میں اس وقت بے حیائی‘ بے پردگی‘اور بے شرمی پھیلتی جا رہی ہے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس سلسلے میں یہودیوں اور ہندوؤں کا جو کردار ادا کر رہا ہے یعنی آوارگی‘ بے حیائی کہ یہودی اور عیسائی اور ہندو یہ بے حیا قومیں ہیں ان کے ہاں کسی قسم کی کوئی شرم و حیا نہیں ہے کہ شرم و حیا وہاں ہوتی ہے جہاں ایمان ہوتا ہے‘جہاں ایمان نہ ہو وہاں شرم و حیا نہیں ہوتی آپ کسی بھی مسلمان لڑکی کو ناچتا ہوا دیکھیں تو یہ ناچنے کا جو کردار ہے یہ ہندوؤں کا ہے عیسائیوں کا ہے یہودیوں اور سکھوں کا ہے طوائفوں اور کنجریوں کا ہے بے حیا اور حرام کار عورتوں کا کردار ہے ناچنا گانا اور تھرکنا اور گناہ کی دعوت دینا‘ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں ناچنا اور گانا اسلامی تہذیب میں نہیں ہے لیکن بے حیا اور بے غیرت لوگ جن کا اسلامی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہے ریڈیو اور ٹی وی پر بیٹھے ہوئے مسلمان قوم کو بے حیا اور بے شرم اور کنجریوں کا جو شیوہ ہوتا ہے اس کی تعلیم دے رہے ہیں اور ظاہر ہے وہ اللہ کے

غضب سے بچ نہیں سکتے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا ہے جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلاتا ہے وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا کہیں نہ کہیں اللہ کا عذاب آتا ہے اللہ کی طرف سے بلائیں اترتی ہیں بے حیائی جب پھیلتی ہے زنا جب پھیلتا ہے' زنا کاری اور حرام کاری پھیلتی ہے اور اللہ کی کھلم کھلا نافرمانی جب ہوتی ہے ۔شراب حرام ہے اور شراب کو پلانا یا شراب کو پلانے کے لئے انتظامات کرنا آج کل کے دور میں جو ہو رہا ہے پانی ملے نہ ملے شراب مل جاتی ہے بڑی ڈھٹائی سے حکومت شراب کے پرمٹ اور لائسنس دے رہی ہے اور کہتی یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کے لئے اور عیسائیوں کے لئے شراب کے لائسنس دے رہے ہیں اللہ کے بندو! خدا سے ڈرو قبر میں جانا ہے مرنا ہے تم کو جواب دینا ہوگا کون سی کتاب مقدس میں لکھا ہے خود عیسائیوں کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ شراب حرام ہے اب یہ اور بات ہے کہ انہوں نے اپنے عیش کے لیے سینٹ پال نے اپنے عیش کے لئے اس کو بدل دیا ورنہ جتنی بھی مقدس کتابیں ہیں جو پہلے نازل ہوئیں ان میں شراب حرام ہے آج مسلمانوں کو پانی پینے کے لئے ملے نہ ملے لیکن شراب کی دکانیں جگہ جگہ کھلی ہوئی ہیں یہ شراب ام الخبائث تمام خباثوں کی جڑ ہے اس خبائث کو حکومت بڑے دھڑلے سے پھیلا رہی ہے اسی طرح سے آپ اسلام آباد جائیں لوگ بتاتے ہیں وہاں شراب عام طور پر مل جاتی ہے حالانکہ یہ بے حیائی اور خبائث کی جڑ ہے اور اس کو حدیث مبارک میں ام الخبائث تمام خباثوں کی گندگیوں کی اور نجاستوں کی جڑ کہا ہے وہ شراب ہے اس کے پینے کے بعد پھر آدمی بے حیا ہو جاتا ہے اس کے پینے کے بعد بیوی اور بہن میں تمیز نہیں کرتا ماں اور بیٹی میں تمیز نہیں کرتا اور یہی بے حیائی شراب

سے پھیل رہی ہے تو میں جو بات عرض کر رہا تھا وہ یہ تھی کہ جب زمین سے گناہ اوپر جاتے ہیں تو اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے ظاہر ہے چکی جب چلتی ہے تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے تو غضب الٰہی جب نازل ہوتا ہے تو بہت سے لوگ جو ہیں وہ گناہ تو دیکھتے رہتے ہیں لیکن گناہ کو گناہ نہیں کہتے شراب خانوں کو دیکھتے رہتے ہیں لیکن اس پر احتجاج نہیں کرتے مذمت نہیں کرتے وہ بھی پھر اس میں پس جاتے ہیں اس اللہ کے غضب کو روکنے کے لئے اس سے بچنے کا طریقہ بھی بیان فرمایا کہ صدقہ دیتے رہا کرو۔ صدقه السر تطفی غضب الرب (المقاصد الحسنۃ ص/ ۲۶۸) یعنی صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور اللہ کی رحمتوں کو اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کو صدقہ دیتے رہا کرو کپڑے پہناتے رہا کرو جو شخص کسی ایسے شخص کو جو کپڑے کا محتاج ہے کپڑے اس کو میسر نہیں ہیں اور اس نے اس کو کپڑے کا جوڑا پہنا دیا اس کی ستر پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔

حضور نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اس کو کپڑے پہنا دیئے جوڑا پہنا دیا تو جب تک وہ جوڑا پھٹ کر ختم نہیں ہو جاتا اس کا ایک ایک تار پہنانے والے کے لئے دعا میں مصروف رہتا ہے یہ فضائل ہیں غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی امداد کرنے کے یہ دین اسلام کی تعلیم ہے اور جتنی زیادہ نیکیاں اور خیرات ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا یہ بڑی عظیم اور بڑی برکت والی رات ہے اس رات کے آنے سے پہلے کسی مسلمان بھائی کی کسی مسلمان بھائی نے دل آزاری کی ہو تو معافی مانگ لینی چاہیے، کسی مسلمان بھائی کی کسی مسلمان بھائی سے بول چال بند ہو تو بول چال شروع کر دینی

چاہیے' اگر سلام و کلام بند ہو تو سلام و کلام شروع کر دیجئے ورنہ قبولیت دعا مشکوک ہو جاتی ہے۔ کسی کے والدین اس سے ناراض ہوں تو والدین کی ناراضگی کو ختم کر دینا چاہیے۔ صلہ رحمی کا تقاضا یہ ہے کہ بھائی بہن کا رشتہ اگر ٹوٹ گیا ہے تو اس رات کے آنے سے پہلے اس رشتے کو جوڑ لیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو اور دعا مقبول ہو۔

سبحان اللہ! علامہ ابن حجر عسقلانی بڑے عظیم المرتبت محدث اور شارح بخاری گزرے ہیں وہ ارشاد فرماتے ہیں حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جنگل سے گزر رہے تھے اور اللہ تبارک تعالیٰ کو ایک مقام پر کھڑے ہو کر یاد کر رہے تھے کہ اے اللہ آپ نے نبی آخر الزمان کی امت کو بڑی فضیلت عطا فرمائی (ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی بڑی قسمت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہیں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں' میرے مولا! یہ امت کی بڑی فضیلت ہے تو اس امت کی یہ فضیلت اور بزرگی ہے کہ تمام پچھلی جتنی بھی امتیں ہیں ان امتوں میں یہ امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت والی امت ہے یہ امت مرحومہ ہے جس پر رحمت خداوندی کا نزول ہو رہا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا! امتی امۃ مرحومۃ یعنی میری امت' امت مرحومہ ہے اللہ کی رحمتیں اس پر نازل ہوتی رہیں گی اللہ تبارک وتعالیٰ مختلف مواقع مہیا فرما دیتا ہے پچھلی امتوں کو شب برات نہیں عطا ہوئی حضور پر نور کی امت کو عطا ہوگئی پچھلی امتوں کو شب قدر نہیں عطا ہوئی حضور کی امت کو عطا ہوگئی یہ حضور کی امت کی فضیلت ہے شب قدر حضور کی امت کی فضیلت ہے یہ حضرت عیسیٰ فرما رہے ہیں عرض کر رہے ہیں سبحان اللہ! تو ارشاد فرمایا کہ وہ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں وہ

سب نبیوں کے سرتاج ہیں سارے نبی جو ہیں وہ باراتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دولہا ہیں جس طرح دولہا کے بغیر بارات نہیں اس طرح ان کے بغیر عالم نہیں کائنات نہیں زمین نہیں آسمان نہیں کچھ نہیں۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے سامنے پتھر تھا وہ پھٹ گیا تو اللہ کی قدرت تھی پتھر پھٹ گیا اور اس میں دیکھا کہ ایک صاحب رونق افروز ہیں انگلی میں انگور کا خوشہ تھامے ہوئے ہیں اور نوش فرما رہے ہیں کہا کہ سبحان اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی عجیب وغریب قدرت ہے آپ پتھر کے اندر' سبحان اللہ! کیا اللہ کی قدرت ہے۔انہوں نے کہا! میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا امتی ہوں تقریباً دو سو سال سے اس پتھر میں ہوں اللہ سے میں دعا کرتا رہتا تھا اپنی والدہ اور والد کی خدمت کرتا تھا اور میری والدہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ تیری دعاؤں کو قبول فرمائے ماں کی دعا مستجاب ہے والد دعا دیتے چلے گئے باپ کی دعا اولاد کے حق میں مستجاب ہے ماں کے قدموں تلے اسی لئے جنت ہے اور باپ کا ایک حق اور مرتبہ ہے تو قرآن میں ارشاد فرمایا میرے شکر گزار بندے بنو قرآن میں ارشاد ہے! ﴿ان اشکرلی ولو الدیک الی المصیر o﴾ (سورہ لقمان رقم الایۃ/۱۴) یعنی دیکھو میرے شکر گزار بندے بنو اور والدین کے بھی شکر گزار بنو پلٹ کر تم کو میری طرف ہی آنا ہے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی نہ برتنا۔

ماں کی دعا باپ کی دعا کہ وہ فرماتے تھے اللہ تیری دعاؤں کو قبول فرمائے تو میری دعا قبول ہوگئی میں یہ دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! دل یہ چاہتا ہے کہ دنیا سے بے نیاز ہوکر رزق کی محتاجی ختم ہو جائے اور میں تیری عبادت میں مصروف رہوں سبحان اللہ اللہ نے دعا قبول فرمائی میں غار میں داخل ہوا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا اور اب

میں اس میں عبادت میں مصروف ہوں اور یہ انگوروں کا خوشہ ہے ۲۰۰ سال سے میں اسی جگہ پر عبادت کر رہا ہوں دنیا سے لاتعلق ہو کر ہر چیز سے بے نیاز ہو کر رزق کی محتاجی سے بے نیاز ہو کر جب بھی بھوک لگتی ہے یہ انگوروں کا خوشہ کھالیتا ہوں تو پیٹ بھر جاتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے یہ جنتی میوہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے ۲۰۰ برس سے عبادت کر رہے ہو' سبحان اللہ! تمہارا تو بڑا مرتبہ اور فضیلت ہے فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کی ۲۰۰ سال کی عبادت کے بدلے اللہ نے حضور کی امت کو ایک شب عطا فرمائی ہے جو ۱۴ تاریخ پندرھویں شب شعبان کی ہے شب برأت کے نام سے دی جائیگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جب اس رات میں عبادت کرے گی تو اسے ۲۰۰ برس کی فضیلت مل جائیگی ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا جائے گا۔ یہ وہ با برکت رات ہے اس بابرکت رات میں اللہ کے حضور اپنے لئے اور حضور کی امت کے لئے دعا فرمایئے اگلے دن روزہ رکھیے اور رمضان المبارک کے استقبال کی تیاری کیجئے اپنے آپ کو اس طرح سے تیار کیجئے جس طرح کسان زمین کو تیار کرتا ہے ہل چلاتا ہے اور زمین کو برابر کرتا ہے اور برابر کرنے کے بعد بیج ڈالنے کے بعد چھوڑ دیتا ہے بارش کی انتظار میں اسی طرح نیکیوں' صدقات و خیرات اور اچھے عمل سے اپنے جسم کو اپنی روح کو پاکیزہ کردیجئے تاکہ اس رات کی جو برکتیں ہیں اور رمضان المبارک میں جو سعادتیں آ رہی ہیں ان میں آپ پر بھرپور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو اللہ تعالیٰ مجھ گناہ گار و سیاہ کار کو اور آپ کو بھی توفیق دے عبادت کرنے کی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

قیامت کو جواب دینا ہوگا

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَر.

میرے معزز و محترم علمائے کرام اور محترم خادمین جمعیت علمائے پاکستان انجمن نوجوانانِ اسلام اور انجمن طلباء اسلام کے عزیز نوجوانو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پروگرام آج کا الحمد للہ اگرچہ تھوڑی تاخیر سے منعقد ہو رہا ہے لیکن کچھ مصروفیات ہم لوگوں کی تھیں ساتھیوں کی تھیں اور کچھ جگہ کی دشواری زیادہ تھی پہلے مختلف مقامات پر جلسہ خادمین کا اجلاس بلانے کے لیے جگہ کی کوششیں ہوئی اور اس سے تاخیر ہوتی چلی گئی لیکن بہر حال پہلے ان کا یہ خیال تھا کہ خادمین جمعیت علمائے پاکستان کا اجلاس بلانا ہے ساتھیوں اور کارکنوں کو جمع کرنا ہے تو الحمد للہ آج آپ جس محبت کے ساتھ تشریف لائے آپ کی تشریف آوری کا میں دِل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب نے اور ہمارے واجب الاحترام پیر طریقت پیر مختار احمد خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور دوسرے ہمارے محترم ساتھیوں نے بڑے تفصیل سے الیکشن کا تجزیہ پیش کیا اب یہاں بہت سے حضرات اور ساتھی الیکشن میں جو کچھ ہوا اس کے متعلق عام طور پر یہ سوچتے ہوں گے کہ ہم کو الیکشن میں انتخابات میں ناکامی ہوئی میرا اپنا ذاتی نقطہ نظر جو ہے اور جمعیت علمائے پاکستان کی قیادت کا ذاتی نقطہ نظر جو ہے اور جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھیوں کا جو نقطہ نظر ہے، بعض ساتھیوں سے ذرا مختلف ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان انتخابات میں اور 90 کے انتخابات اور 88 کے انتخابات میں ان انتخابات میں الحمد للہ بڑی عظیم الشان

کامیابی حاصل ہوئی ہے یہ میرا اور ساتھیوں کا نقطہ نظر ہے آپ سوچتے ہوں گے کہ بڑی عظیم الشان کامیابی اگر اسی کو کہتے ہیں تو یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے پھر الیکشن میں جو کامیابیاں ہوتی ہیں گزٹ میں نام آتے ہیں اخبارات میں نام آتے ہیں اس کو کیا کہیں گے یہ عظیم الشان کامیابی اس اعتبار سے ہے کہ ہم نے انتخابات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا کے لیے حصہ لیا ہم نے انتخابات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا کے لیے جدوجہد کی اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم تھا حکم کیا ہے حضرات علمائے کرام بھی تشریف فرما ہیں اور آپ بھی بہت سے حضرات دین سے تعلق رکھنے والے یہاں موجود ہیں قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ (القرآن)

تم میں اے مسلمانو ضرور ایک گروہ ایسا رہنا چاہیے جو بلاتا رہے لوگوں کو خیر کی طرف نیکی کی طرف بھلائی کی طرف خیر کی طرف بلانے والی ایک جماعت رہنی چاہیے ایک جماعت کے متعلق یہ کہا کہ وہ لٹیرے ہیں دوسری جماعت نے کہا کہ تم لٹیرے ہو پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ کے متعلق پیپلز پارٹی نے یہ کہا کہ یہ چور ہے لٹیرے اور ڈاکو ہیں ان لوگوں نے بینکوں کو لوٹا یہ بدمعاش چور خبیث ہیں اس کے جواب میں مسلم لیگ نے کہا پیپلز پارٹی تم غنڈے ہو' بدمعاش ہو' یہودیوں کے ایجنٹ ہو' یہودیوں کے دلال ہو' ملک کے ٹکڑے کرنے والے ہو' غرضیکہ ایک دوسرے پر الزام لگتے رہے ایک دوسرے کو چور لٹیرا اور ڈاکو کہتے رہے ایک دوسرے کے متعلق گندی سے گندی غلیظ سے غلیظ

بدکار سے بدکار غداروں سے لے کر چور بازاری تک اور ملک توڑنے سے لے کر ملک کو یہودیوں بھارتیوں اور انگریزوں کے ہاں بیچنے کے الزامات ایک دوسرے پر لگاتے رہے تو دونوں کا کردار عوام کے سامنے آ گیا آپ فرض کیجئے اور آپ ٹھنڈے دِل سے سوچیے جب یہ دونوں ایک دوسرے کو چور لٹیرا اور ڈاکو کہہ رہے ہیں تو اب قوم کے پاس سیدھا سادہ جواب ہے کہ جناب جب یہ دونوں ایک دوسرے کو لٹیرا غنڈہ چور اور ڈاکو کہہ رہے ہیں تو ان کے علاوہ اور کوئی لٹیرا، چور اور ڈاکو نہیں ہو سکتا قوم کے سامنے اللہ کے حکم کے مطابق یہ ہم نے کہا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے متعلق کہہ رہے ہیں اس نے کہا کہ یہ اقتدار میں رہے تو یہ چور ہے اس نے کہا کہ وہ اقتدار میں رہے تو وہ چور تھے ڈاکو تھے اب ہم تم کو خیر کی طرف لاتے ہیں اور بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں یہ دونوں غلط ہیں یہ دونوں کھوٹے سکے جو ایک دوسرے کو کھوٹا کہہ رہے ہیں یہ کھوٹے سکے ثابت ہو گئے تو کھرا سکہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے سامنے موجود ہے ہم نے آپ کے سامنے قوم کے سامنے کارکنوں نے ساتھیوں نے خادمین نے نوجوانانِ اسلام نے انجمن طلباء اسلام نے قوم کو خیر کی طرف دعوت دینے کا جو پروگرام تھا جو فریضہ تھا قوم کے سامنے اس کو رکھ دیا اب اگر قوم اس میں نہیں آئی آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی قیامت کے دِن اس کا اس قوم کو جواب دینا ہو گا اگر آپ درمیان میں نہ ہوتے تو پھر آپ کو بھی جواب دینا ہوتا کہ جب بدی برائی کی قوتیں میدان میں موجود تھیں تو نیکی کی قوتیں بھی موجود ہیں انہوں نے آ کر اپنی آواز کو بلند کیوں نہیں کیا مؤذن اذان دیتا ہے "حیّ علی الفلاح" "آؤ کامیابی کی طرف آؤ کامرانی کی طرف" مؤذن نے اذان

دی لوگ نہیں آئے نماز کی طرف بلایا لوگ نہیں آئے اب فیصلہ کریں مؤذن کو یہ دیکھ کر کہ بھئی لوگ تو آئے نہیں لہٰذا اسے مسجد بند کر دینی چاہیے اذان بند کر دینی چاہیے کیا کرنا چاہیے آپ خود فیصلہ کیجئے یہ ستم گری ہے خادمین کا کارکنان جمعیت علماء پاکستان نوجوانانِ اسلام ان کا فریضہ یہ ہے کہ یہ لوگوں کو بلاتے رہے اذان دیتے رہے خیر کی قوتیں خیر کی جماعتیں وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلاتے رہے کوئی آتا ہے آئے سبحان اللہ اور نہیں آتا تو اس کو خود اللہ کے حضور جواب دینا ہوگا آپ نے بھی اپنی ذمہ داری پوری کر دی تو سب سے بڑی کامیابی آپ پر یہ ہے کہ شر کو قوتوں کے درمیان میں آپ کی مسلم لیگ مجرم لیگ ہے جس نے سودی معیشت کو یہودی طرز زندگی کو اور یہودی اقدار کو اس ملک میں اپنایا اور فروغ دیا اور اس کو مزید پھیلانے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے یہ قرآن مجید فرقان حمید اس پر گواہ ہے یہودی کہا کرتے تھے اور یہودی لوگوں کی عادت کیا تھی جس وجہ سے اللہ کا قہر اور غضب ان لوگوں پر نازل ہوا (وقتلو اھم انبیاء لغیر حق)۔القران

بغیر حق کے انبیاء کو قتل کرنا یہ ان کے جرائم تھے اور وہ یہودی سودی لین دین کرتے تھے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا تو معلوم یہ ہوا کہ سودی معیشت کو فروغ دینا، سودی معیشت کا دفاع کرنا، سودی معیشت کو جاری رکھنا یہ یہودیوں کی عادت ہے تو اس وقت ملک میں سودی معیشت بھی ہے ملک میں زنا بھی ہے، ملک میں شراب بھی ہے، ملک میں ہیروئن ہے، ملک میں جوا بھی ہے، ملک میں رشوت بھی ہے ملک میں بددیانتی بھی ہے، ملک میں فحاشی اور عریانی بھی ہے اور مرکز میں بڑے بڑے چور اور مہذب ڈاکو قومی اسمبلی میں بیٹھ کر اپنے ناجائز

ہیں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام درودوں کی سوغات اور سلاموں کی ڈالیاں لے کر دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں صبح کو جو حاضر ہوگئے شام کو واپس چلے جاتے ہیں پھر دوسری جماعت ملائکہ حاضر ہوتی ہے یعنی عصر کے بعد دوسرے آجاتے ہیں فجر کے بعد دوسرے آجاتے ہیں تو یہ ۷۰ ہزار فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں مدینہ منورہ میں دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے حضور فرماتے ہیں کہ وہ جنت البقیع کے اوپر سے ہوتے ہوئے آتے ہیں اور اپنے پروں کو رحمت والے پروں کو جھاڑتے ہوئے آتے ہیں اور پھر دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں اسی لئے ارشاد فرمایا!من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا (مشکوٰۃ ص/۲۴۰)

یعنی تم میں جس کو اللہ رب العالمین استطاعت عطا فرمائے مدینہ منورہ میں مرنے کی اس کو چاہئے کہ وہ وہیں انتقال کر جائے کیونکہ میں اس کی شفاعت کروں گا جو اس میں مرے گا بہت سے لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی مدینہ منورہ میں مر جاتے ہیں بعض لوگوں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں ہوتے ہیں پھر اگر بیمار پڑ گئے تو ان کو خیال آتا ہے کراچی' بچے' بیوی' جائیداد کا' ہائے میں بیمار ہوں مر رہا ہوں کوئی بھی نہیں ہے نہ بیوی ہے نہ بچے ہیں میں اکیلا ہوں' میں تنہا ہوں یہ خیال کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں مرنے سے ان کو کراہت محسوس ہوتی ہے تو شیخ محقق امام شاہ عبدالحق محدث دہلوی ایک واقعہ اپنی مشہور کتاب (جذب القلوب الی دیار المحبوب) میں نقل فرماتے ہیں جو فضائل مدینہ منورہ پر ایک نایاب

کتاب ہے شیخ محقق علیہ الرحمہ کی اور دوسری مشہور کتب بھی ہیں ان کی مدارج النبوت بھی بڑی مشہور کتاب ہے جو سیرت طیبہ پر ایک مستند کتاب ہے۔

شیخ محقق لکھتے ہیں ایک بزرگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حاضری کے بعد جنت البقیع کی طرف رات میں تشریف لے جا رہے تھے لوگوں نے کہا! آپ جنت البقیع کے باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ لیں دروازہ تو رات کو بند ہو جاتا ہے۔ شیخ محقق عبدالحق بھی پہلے کے بزرگوں میں سے ہیں دہلی کے بڑے عظیم المرتبت محدث تھے بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں بے شمار احادیث کی تشریح کی ہے علم کی بڑی خدمت کی ہے ان کا ایک روحانی اور علمی مقام ہے حضرت امام مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی کے معاصرین میں سے ہیں تو شیخ محقق فرماتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں جا کر فاتحہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے آنکھ بند کر کے کھڑے ہوئے تھے تو منظر دیکھا کہ جیسے جنت البقیع کا دروازہ کھل گیا ہے اور جنت البقیع میں اندر سے مردے آ رہے ہیں جنازے آ رہے ہیں جنازے جا رہے ہیں رات کا وقت ہے حالانکہ رات کے وقت جنازے وغیرہ بہت کم دفن کئے جاتے ہیں کوئی خاص بات ہو تو دوسری بات ہے ورنہ عام طور پر صبح سے لیکر شام تک مغرب تک دفن ہوتے رہتے ہیں تو انہوں نے کہا بڑی عجیب بات ہے جنازے اندر جا رہے ہیں یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے ٹھیک ہے قبرستان ہے جنازے جا رہے ہیں لیکن جنازے اندر سے نکل کر آ رہے ہیں یہ کیا بات ہے وہ بزرگ کھڑے رہے آنکھ بند کئے ہوئے کیف و مستی کے عالم میں کافی دیر تک کھڑے رہے اس کے بعد وہ تسلسل ختم ہو گیا تو وہ وہاں سے چلے آئے۔ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے' نماز پڑھی پھر صبح کو ایک بزرگ جو کہ مدینہ منورہ میں مقیم

تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور مدینہ منورہ کی حاضری میں ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ دیکھا کہا حضور آپ تو یہاں تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کچھ اس پر روشنی ڈالئے میں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے اس قبرستان میں جنت البقیع شریف میں مردے (جنازے) باہر لائے جا رہے ہیں اور جنازے اندر جا رہے ہیں جنازے قبرستان میں جاتے ہی ہیں لیکن باہر لائے جا رہے ہیں یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ جن کے جنازے باہر لائے جا رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو مدینہ منورہ میں مر گئے لیکن ان کے دل اپنے گھروں میں لگے ہوئے تھے اپنے شہروں میں لگے ہوئے تھے اپنے ملکوں میں لگے ہوئے تھے ان کو مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا نہیں تھی اور جن کو مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا تھی خواہ وہ کہیں بھی مرے ہوں ان کے جنازے لائے جا رہے ہیں جن کو تمنا نہیں تھی ان کے جنازے باہر نکالے جا رہے ہیں جہاں سے آئے ہوئے تھے وہیں بھیجے جا رہے ہیں۔

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سونگھتے سونگھتے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت البقیع کے قبرستان میں پہنچ گئیں۔ بڑا عظیم قبرستان ہے عظیم المرتبت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم' امہات المومنین تابعین سیدنا عثمان خلیفۃ المسلمین یہ تمام بابرکت ہستیاں اسی قبرستان میں مدفون ہیں' ہزاروں صحابہ مدفون ہیں' ہزاروں تابعین مدفون ہیں' ہزاروں اہل بیت کرام مدفون ہیں' ہزاروں اولیاء کرام مدفون ہیں' کتنا بابرکت قبرستان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں جب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ وہاں پہنچیں تو قبرستان میں سے خوشبو آ رہی تھی آپ قبرستان میں داخل ہو گئیں تو دیکھا اللہ

کے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں اور اس طرح رو رہے ہیں جس طرح بچہ بلک کر روتا ہے تو حضرت ام المومنین عائشہ نے اپنے آپ سے کہا' مجھے افسوس ہوا کہ میں سوچتی تھی کہ حضور ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس گئے ہونگے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہاں جنت البقیع کے قبرستان میں اللہ جل جلالہ کے حضور سربسجود ہیں کیا دعا مانگ رہے ہیں جا کے دیکھوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں اور بارگاہ الٰہی میں اشک بار ہیں اور آواز آ رہی تھی' اے اللہ! اس بابرکت رات میں میری امت کی مغفرت فرما' حضور اپنی امت کے لئے اس مبارک اور مقدس رات میں رو رہے تھے۔ حضرت عائشہ ارشاد فرماتی ہیں میں کھڑی رہی کافی دیر کے بعد اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے سے اٹھے اور اٹھنے کے بعد فارغ ہوئے میں وہاں تھی پھر میں وہاں سے لوٹی کہ حضور عبادت میں مصروف ہیں واپس چلو۔ میں آئی اور حجرے میں آ کر لیٹ گئی کافی دیر کے بعد اللہ کے محبوب کا استقبال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر مین نے دیکھا کہ جیسے پانی بہہ رہا ہے پانی برس رہا ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک جو انہوں نے پہن رکھی تھی اسے اتارا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر مبارک استعمال کرتے تھے) میں نے کہا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بارش میں آپ بھیگ گئے' بارش ہو رہی ہے تو فرمایا: اے عائشہ! بارش نہیں ہو رہی' میں بھیگا نہیں ہوں تم نے جو بارش دیکھی وہ رحمتوں کی برسات تھی جو اتر رہی تھی آج کی رات تم میری تلاش میں نکلیں حالانکہ حضور نے تو ملاحظہ نہیں فرمایا تھا' تجھیے! ____ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں! ان عینی تناماں ولا ینام قلبی (مسلم ج

اُص/۲۵۴) نیز فرماتے ہیں ! لا راکم من خلفی کما اراکم من بین یدی
(مشکوۃ ص/۹۸) یعنی تم بظاہر یہ دیکھتے ہو کہ میں سو رہا ہوں لیکن میرا دل نہیں
سوتا میں تم کو دیکھتا ہوں اپنے پیچھے سے جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

حضور نے ارشاد فرمایا' اے عائشہ! یہ رحمتوں کی برسات تھی جبرائیل
آئے اور آ کر عرض کیا یارسول اللہ ! آج کی مقدس رات یہ وہ رات ہے جس کو
''لیلۃ البرات'' کہتے ہیں اسی کو اردو میں شب برات کہتے ہیں اصل میں یہ شب
برأت کے معنی ہیں چھٹکارا' آزادی پانے کی رات یعنی جہنم سے آزادی پانے کی
رات' اے عائشہ! جبرائیل نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ کی خصوصی
رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے اور بنی کلب (بنی کلب عرب کا قبیلہ ہے) یہ قبیلہ عرب
میں بڑا مشہور تھا اس قبیلے کے پاس بالوں والی بہت اعلیٰ قسم کی بے شمار بھیڑیں
ہوا کرتی تھیں تو اے عائشہ! جبرائیل نے فرمایا کہ بنی کلب کی بھیڑوں (جو بڑی
کثرت سے تھیں پورا جنگل ان کی بھیڑوں سے بھر جاتا تھا) کے جو بال ہیں ان
کی تعداد کے مطابق آج کی رات اللہ تعالی جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے
۔میں اٹھا اور میرا دل چاہا کہ میں اللہ کے حضور اپنی امت مرحومہ کے لئے دعا
کروں تو اے عائشہ! میں دعا کے لئے گیا تھا اور اب بھی دعا کرتا ہوں اللہ کے
محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مبارک اور مقدس رات میں اللہ کے حضور
سربسجود ہونے کی مغفرت کی دعاؤں کی تلقین فرمائی ہے اور اس رات کی جو
فضیلت و برکت ہے وہ قرآن کریم کی آیت سے واضح ہو چکی ہے رب العالمین
جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے!

﴿انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ٥ فیها یفرق کل

امر حکیم ○

یعنی آج کی رات میں فیصلے ہوتے ہیں عمر کے' رزق کے' بلاؤں کے' آفتوں کے' بلائیں آسمانوں سے اترتی رہتی ہیں اور ہم میں سے بہت سے حضرات ان پر توجہ نہیں دیتے اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں سے بلاؤں کو کیوں نازل فرماتا ہے اس لئے کہ جب زمین سے گناہ اوپر جاتے ہیں تو غضب الٰہی جوش میں آتا ہے اور اس غضب الٰہی کی وجہ سے بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں قحط سالی ہوتی ہے طوفانی بارشیں ہوتی ہیں طوفان آتے ہیں بے شمار لوگ مرجاتے ہیں خلق خدا تباہ ہو جاتی ہے زلزلے آتے ہیں یہ سب غضب الٰہی ہے جب گناہ زمین سے اوپر جاتے ہیں بے حیائی پھیلتی ہے جیسے پاکستان میں اس وقت بے حیائی' بے پردگی' اور بے شرمی پھیلتی جا رہی ہے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس سلسلے میں یہودیوں اور ہندوؤں کا جو کردار ادا کر رہا ہے یعنی آوارگی' بے حیائی کہ یہودی اور عیسائی اور ہندو یہ بے حیا قومیں ہیں ان کے ہاں کسی قسم کی کوئی شرم و حیا نہیں ہے کہ شرم و حیا وہاں ہوتی ہے جہاں ایمان ہوتا ہے' جہاں ایمان نہ ہو وہاں شرم و حیا نہیں ہوتی آپ کسی بھی مسلمان لڑکی کو ناچتا ہوا دیکھیں تو یہ ناچنے کا جو کردار ہے یہ ہندوؤں کا ہے عیسائیوں کا ہے یہودیوں اور سکھوں کا ہے طوائفوں اور کنجریوں کا ہے بے حیا اور حرام کار عورتوں کا کردار ہے ناچنا گانا اور تھرکنا اور گناہ کی دعوت دینا' یہ سب گناہ کبیرہ ہیں ناچنا اور گانا اسلامی تہذیب میں نہیں ہے لیکن بے حیا اور بے غیرت لوگ جن کا اسلامی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہے ریڈیو اور ٹی وی پر بیٹھے ہوئے مسلمان قوم کو بے حیا اور بے شرم اور کنجریوں کا جو شیوہ ہوتا ہے اس کی تعلیم دے رہے ہیں اور ظاہر ہے وہ اللہ کے

غضب سے بچ نہیں سکتے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا ہے جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلاتا ہے وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا کہیں نہ کہیں اللہ کا عذاب آتا ہے اللہ کی طرف سے بلائیں اترتی ہیں بے حیائی جب پھیلتی ہے زنا جب پھیلتا ہے' زنا کاری اور حرام کاری پھیلتی ہے اور اللہ کی کھلم کھلا نافرمانی جب ہوتی ہے ۔شراب حرام ہے اور شراب کو پلانا یا شراب کو پلانے کے لئے انتظامات کرنا آج کل کے دور میں جو ہو رہا ہے پانی ملے نہ ملے شراب مل جاتی ہے بڑی ڈھٹائی سے حکومت شراب کے پرمٹ اور لائسنس دے رہی ہے اور کہتی یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کے لئے اور عیسائیوں کے لئے شراب کے لائسنس دے رہے ہیں اللہ کے بندو! خدا سے ڈرو قبر میں جانا ہے مرنا ہے تم کو جواب دینا ہوگا کون سی کتاب مقدس میں لکھا ہے خود عیسائیوں کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ شراب حرام ہے اب یہ اور بات ہے کہ انہوں نے اپنے عیش کے لیے سینٹ پال نے اپنے عیش کے لئے اس کو بدل دیا ورنہ جتنی بھی مقدس کتابیں ہیں جو پہلے نازل ہوئیں ان میں شراب حرام ہے آج مسلمانوں کو پانی پینے کے لئے ملے نہ ملے لیکن شراب کی دکانیں جگہ جگہ کھلی ہوئی ہیں یہ شراب ام الخبائث تمام خباثوں کی جڑ ہے اس خبائث کو حکومت بڑے دھڑلے سے پھیلا رہی ہے اسی طرح سے آپ اسلام آباد جائیں لوگ بتاتے ہیں وہاں شراب عام طور پر مل جاتی ہے حالانکہ یہ بے حیائی اور خبائث کی جڑ ہے اور اس کو حدیث مبارک میں ام الخبائث تمام خباثوں کی گندگیوں کی اور نجاستوں کی جڑ کہا ہے وہ شراب ہے اس کے پینے کے بعد پھر آدمی بے حیا ہو جاتا ہے اس کے پینے کے بعد بیوی اور بہن میں تمیز نہیں کرتا ماں اور بیٹی میں تمیز نہیں کرتا اور یہی بے حیائی شراب

سے پھیل رہی ہے تو میں جو بات عرض کر رہا تھا وہ یہ تھی کہ جب زمین سے گناہ اوپر جاتے ہیں تو اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے ظاہر ہے چکی جب چلتی ہے تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے تو غضب الٰہی جب نازل ہوتا ہے تو بہت سے لوگ جو ہیں وہ گناہ تو دیکھتے رہتے ہیں لیکن گناہ کو گناہ نہیں کہتے شراب خانوں کو دیکھتے رہتے ہیں لیکن اس پر احتجاج نہیں کرتے مذمت نہیں کرتے وہ بھی پھر اس میں پس جاتے ہیں اس اللہ کے غضب کو روکنے کے لئے اس سے بچنے کا طریقہ بھی بیان فرمایا کہ صدقہ دیتے رہا کرو۔ صدقه السر تطفی غضب الرب (المقاصد الحسنۃ ص/۲۶۸) یعنی صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور اللہ کی رحمتوں کو اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کو صدقہ دیتے رہا کرو کپڑے پہناتے رہا کرو جو شخص کسی ایسے شخص کو جو کپڑے کا محتاج ہے کپڑے اس کو میسر نہیں ہیں اور اس نے اس کو کپڑے کا جوڑا پہنا دیا اس کی ستر پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔

حضورنے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اس کو کپڑے پہنا دیئے جوڑا پہنا دیا تو جب تک وہ جوڑا پھٹ کر ختم نہیں ہو جاتا اس کا ایک ایک تار پہنانے والے کے لئے دعا میں مصروف رہتا ہے یہ فضائل ہیں غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی امداد کرنے کے یہ دین اسلام کی تعلیم ہے اور جتنی زیادہ نیکیاں اور خیرات ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا یہ بڑی عظیم اور بڑی برکت والی رات ہے اس رات کے آنے سے پہلے کسی مسلمان بھائی کی کسی مسلمان بھائی نے دل آزاری کی ہو تو معافی مانگ لینی چاہیے، کسی مسلمان بھائی کی کسی مسلمان بھائی سے بول چال بند ہو تو بول چال شروع کر دینی

چاہیے' اگر سلام و کلام بند ہو تو سلام و کلام شروع کر دیجئے ورنہ قبولیت دعا مشکوک ہو جاتی ہے۔ کسی کے والدین اس سے ناراض ہوں تو والدین کی ناراضگی کو ختم کر دینا چاہیے۔ صلہ رحمی کا تقاضا یہ ہے کہ بھائی بہن کا رشتہ اگر ٹوٹ گیا ہے تو اس رات کے آنے سے پہلے اس رشتے کو جوڑ لیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو اور دعا مقبول ہو۔

سبحان اللہ! علامہ ابن حجر عسقلانی بڑے عظیم المرتبت محدث اور شارح بخاری گزرے ہیں وہ ارشاد فرماتے ہیں حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جنگل سے گزر رہے تھے اور اللہ تبارک تعالیٰ کو ایک مقام پر کھڑے ہو کر یاد کر رہے تھے کہ اے اللہ آپ نے نبی آخر الزمان کی امت کو بڑی فضیلت عطا فرمائی (ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی بڑی قسمت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہیں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں' میرے مولا! یہ امت کی بڑی فضیلت ہے تو اس امت کی یہ فضیلت اور بزرگی ہے کہ تمام پچھلی جتنی بھی امتیں ہیں ان امتوں میں یہ امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت والی امت ہے یہ امت مرحومہ ہے جس پر رحمت خداوندی کا نزول ہو رہا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا! امتی امة مرحومة یعنی میری امت' امت مرحومہ ہے اللہ کی رحمتیں اس پر نازل ہوتی رہیں گی اللہ تبارک وتعالیٰ مختلف مواقع مہیا فرما دیتا ہے پچھلی امتوں کو شب برات نہیں عطا ہوئی حضور پر نور کی امت کو عطا ہوگئی پچھلی امتوں کو شب قدر نہیں عطا ہوئی حضور کی امت کو عطا ہوگئی یہ حضور کی امت کی فضیلت ہے شب قدر حضور کی امت کی فضیلت ہے یہ حضرت عیسیٰ فرما رہے ہیں عرض کر رہے ہیں سبحان اللہ! تو ارشاد فرمایا کہ وہ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں وہ

سب نبیوں کے سرتاج ہیں سارے نبی جو ہیں وہ باراتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولہا ہیں جس طرح دولہا کے بغیر بارات نہیں اس طرح ان کے بغیر عالم نہیں کائنات نہیں زمین نہیں آسمان نہیں کچھ نہیں۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے سامنے پتھر تھا وہ پھٹ گیا تو اللہ کی قدرت تھی پتھر پھٹ گیا اور اس میں دیکھا کہ ایک صاحب رونق افروز ہیں انگلی میں انگور کا خوشہ تھامے ہوئے ہیں اور نوش فرما رہے ہیں کہا کہ سبحان اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی عجیب وغریب قدرت ہے آپ پتھر کے اندر' سبحان اللہ! کیا اللہ کی قدرت ہے۔انہوں نے کہا! میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا امتی ہوں تقریباً دو سو سال سے اس پتھر میں ہوں اللہ سے میں دعا کرتا رہتا تھا اپنی والدہ اور والد کی خدمت کرتا تھا اور میری والدہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ تیری دعاؤں کو قبول فرمائے ماں کی دعا مستجاب ہے والد دعا دیتے چلے گئے باپ کی دعا اولاد کے حق میں مستجاب ہے ماں کے قدموں تلے اسی لئے جنت ہے اور باپ کا ایک حق اور مرتبہ ہے تو قرآن میں ارشاد فرمایا میرے شکر گزار بندے بنو قرآن میں ارشاد ہے! ﴿ان اشکرلی ولو الدیک الی المصیر ٥﴾ (سورہ لقمان رقم الآیۃ/۱۴) یعنی دیکھو میرے شکر گزار بندے بنو اور والدین کے بھی شکر گزار بنو پلٹ کر تم کو میری طرف ہی آنا ہے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی نہ برتنا۔

ماں کی دعا باپ کی دعا کہ وہ فرماتے تھے اللہ تیری دعاؤں کو قبول فرمائے تو میری دعا قبول ہوگئی میں یہ دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! دل یہ چاہتا ہے کہ دنیا سے بے نیاز ہوکر رزق کی محتاجی ختم ہو جائے اور میں تیری عبادت میں مصروف رہوں سبحان اللہ اللہ نے دعا قبول فرمائی میں غار میں داخل ہوا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا اور اب

میں اس میں عبادت میں مصروف ہوں اور یہ انگوروں کا خوشہ ہے ۲۰۰ سال سے میں اسی جگہ پر عبادت کر رہا ہوں دنیا سے لاتعلق ہو کر ہر چیز سے بے نیاز ہو کر رزق کی محتاجی سے بے نیاز ہو کر جب بھی بھوک لگتی ہے یہ انگوروں کا خوشہ کھالیتا ہوں تو پیٹ بھر جاتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے یہ جنتی میوہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے ۲۰۰ برس سے عبادت کر رہے ہو' سبحان اللہ ! تمہارا تو بڑا مرتبہ اور فضیلت ہے فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کی ۲۰۰ سال کی عبادت کے بدلے اللہ نے حضور کی امت کو ایک شب عطا فرمائی ہے جو ۱۴ تاریخ پندرھویں شب شعبان کی ہے شب برأت کے نام سے دی جائیگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جب اس رات میں عبادت کرے گی تو اسے ۲۰۰ برس کی فضیلت مل جائیگی ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا جائے گا۔ یہ وہ با برکت رات ہے اس بابرکت رات میں اللہ کے حضور اپنے لئے اور حضور کی امت کے لئے دعا فرمایئے اگلے دن روزہ رکھیے اور رمضان المبارک کے استقبال کی تیاری کیجئے اپنے آپ کو اس طرح سے تیار کیجئے جس طرح کسان زمین کو تیار کرتا ہے ہل چلاتا ہے اور زمین کو برابر کرتا ہے اور برابر کرنے کے بعد بیج ڈالنے کے بعد چھوڑ دیتا ہے بارش کی انتظار میں اسی طرح نیکیوں' صدقات و خیرات اور اچھے عمل سے اپنے جسم کو اپنی روح کو پاکیزہ کر دیجئے تا کہ اس رات کی جو برکتیں ہیں اور رمضان المبارک میں جو سعادتیں آ رہی ہیں ان میں آپ پر بھرپور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو اللہ تعالیٰ مجھ گناہ گار و سیاہ کار کو اور آپ کو بھی توفیق دے عبادت کرنے کی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

قیامت کو جواب دینا ہوگا

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجیٰ شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلہ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنوَرِ.

میرے معزز و محترم علمائے کرام اور محترم خادمین جمعیت علمائے پاکستان انجمن نوجوانانِ اسلام اور انجمن طلباء اسلام کے عزیز نوجوانو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پروگرام آج کا الحمد للہ اگرچہ تھوڑی تاخیر سے منعقد ہو رہا ہے لیکن کچھ مصروفیات ہم لوگوں کی تھیں ساتھیوں کی تھیں اور کچھ جگہ کی دشواری زیادہ تھی پہلے مختلف مقامات پر جلسہ خادمین کا اجلاس بلانے کے لیے جگہ کی کوششیں ہوئی اور اس سے تاخیر ہوتی چلی گئی لیکن بہر حال پہلے ان کا یہ خیال تھا کہ خادمین جمعیت علمائے پاکستان کا اجلاس بلانا ہے ساتھیوں اور کارکنوں کو جمع کرنا ہے تو الحمد للہ آج آپ جس محبت کے ساتھ تشریف لائے آپ کی تشریف آوری کا میں دِل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب نے اور ہمارے واجب الاحترام پیر طریقت پیر مختار احمد خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور دوسرے ہمارے محترم ساتھیوں نے بڑے تفصیل سے الیکشن کا تجزیہ پیش کیا اب یہاں بہت سے حضرات اور ساتھی الیکشن میں جو کچھ ہوا اس کے متعلق عام طور پر یہ سوچتے ہوں گے کہ ہم کو الیکشن میں انتخابات میں ناکامی ہوئی میرا اپنا ذاتی نقطہ نظر جو ہے اور جمعیت علمائے پاکستان کی قیادت کا ذاتی نقطہ نظر جو ہے اور جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھیوں کا جو نقطہ نظر ہے، بعض ساتھیوں سے ذرا مختلف ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان انتخابات میں اور 90 کے انتخابات اور 88 کے انتخابات میں ان انتخابات میں الحمد للہ بڑی عظیم الشان

کامیابی حاصل ہوئی ہے یہ میرا اور ساتھیوں کا نقطہ نظر ہے آپ سوچتے ہوں گے کہ بڑی عظیم الشان کامیابی اگر اسی کو کہتے ہیں تو یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے پھر الیکشن میں جو کامیابیاں ہوتی ہیں گزٹ میں نام آتے ہیں اخبارات میں نام آتے ہیں اس کو کیا کہیں گے یہ عظیم الشان کامیابی اس اعتبار سے ہے کہ ہم نے انتخابات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے حصہ لیا ہم نے انتخابات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے جدوجہد کی اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم تھا حکم کیا ہے حضرات علمائے کرام بھی تشریف فرما ہیں اور آپ بھی بہت سے حضرات دین سے تعلق رکھنے والے یہاں موجود ہیں قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ (القرآن)

تم میں اے مسلمانو ضرور ایک گروہ ایسا رہنا چاہیے جو بلاتا رہے لوگوں کو خیر کی طرف نیکی کی طرف بھلائی کی طرف خیر کی طرف بلانے والی ایک جماعت رہنی چاہیے ایک جماعت کے متعلق یہ کہا کہ وہ لٹیرے ہیں دوسری جماعت نے کہا کہ تم لٹیرے ہو پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ کے متعلق پیپلز پارٹی نے یہ کہا کہ یہ چور ہے لٹیرے اور ڈاکو ہیں ان لوگوں نے بینکوں کو لوٹا یہ بدمعاش چور خبیث ہیں اس کے جواب میں مسلم لیگ نے کہا پیپلز پارٹی تم غنڈے ہو بدمعاش ہو یہودیوں کے ایجنٹ ہو یہودیوں کے دلال ہو ملک کے ٹکڑے کرنے والے ہو غرضیکہ ایک دوسرے پر الزام لگتے رہے ایک دوسرے کو چور لٹیرا اور ڈاکو کہتے رہے ایک دوسرے کے متعلق گندی سے گندی غلیظ سے غلیظ

بدکار سے بدکار غداروں سے لے کر چور بازاری تک اور ملک توڑنے سے لے
کر ملک کو یہودیوں بھارتیوں اور انگریزوں کے ہاں بیچنے کے الزامات ایک
دوسرے پر لگاتے رہے تو دونوں کا کردار عوام کے سامنے آ گیا آپ فرض کیجئے
اور آپ ٹھنڈے دِل سے سوچیے جب یہ دونوں ایک دوسرے کو چور لٹیرا اور ڈاکو
کہہ رہے ہیں تو اب قوم کے پاس سیدھا سادہ جواب ہے کہ جناب جب یہ
دونوں ایک دوسرے کو لٹیرا غنڈہ چور اور ڈاکو کہہ رہے ہیں تو ان کے علاوہ اور کوئی
لٹیرا، چور اور ڈاکو نہیں ہوسکتا قوم کے سامنے اللہ کے حکم کے مطابق یہ ہم نے کہا
کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے متعلق کہہ رہے ہیں اس نے کہا کہ یہ اقتدار میں
رہے تو یہ چور ہے اس نے کہا کہ وہ اقتدار میں رہے تو وہ چور تھے ڈاکو تھے اب
ہم تم کو خیر کی طرف لاتے ہیں اور بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں یہ دونوں
غلط ہیں یہ دونوں کھوٹے سکے جو ایک دوسرے کو کھوٹا کہہ رہے ہیں یہ کھوٹے سکے
ثابت ہو گئے تو کھرا سکہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے سامنے
موجود ہے ہم نے آپ کے سامنے قوم کے سامنے کارکنوں نے ساتھیوں نے
خادمین نے نوجوانانِ اسلام نے انجمن طلباء اسلام نے قوم کو خیر کی طرف دعوت
دینے کا جو پروگرام تھا جو فریضہ تھا قوم کے سامنے اس کو رکھ دیا اب اگر قوم اس
میں نہیں آئی آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی قیامت کے دِن اس کا اس قوم کو
جواب دینا ہوگا اگر آپ درمیان میں نہ ہوتے تو پھر آپ کو بھی جواب دینا ہوتا
کہ جب بدی برائی کی قوتیں میدان میں موجود تھیں تو نیکی کی قوتیں بھی موجود
ہیں انہوں نے آ کر اپنی آواز کو بلند کیوں نہیں کیا مؤذن اذان دیتا ہے "حیّ
علی الفلاح" "آؤ کامیابی کی طرف آؤ کامرانی کی طرف" مؤذن نے اذان

دی لوگ نہیں آئے نماز کی طرف بلایا لوگ نہیں آئے اب فیصلہ کریں مؤذن کو یہ دیکھ کر کہ بھئی لوگ تو آئے نہیں لہٰذا اسے مسجد بند کر دینی چاہیے اذان بند کر دینی چاہیے کیا کرنا چاہیے آپ خود فیصلہ کیجئے یہ ستم گری ہے خادمین کا کارکنان جمعیت علماء پاکستان نوجوانانِ اسلام ان کا فریضہ یہ ہے کہ یہ لوگوں کو بلاتے رہے اذان دیتے رہے خیر کی قوتیں خیر کی جماعتیں وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلاتے رہے کوئی آتا ہے آئے سبحان اللہ اورنہیں آتا تو اس کو خود اللہ کے حضور جواب دینا ہوگا آپ نے بھی اپنی ذمہ داری پوری کر دی تو سب سے بڑی کامیابی آپ پر یہ ہے کہ شرکوقوتوں کے درمیان میں آپ کی مسلم لیگ مجرم لیگ ہے جس نے سودی معیشت کو یہودی طرز زندگی کو اور یہودی اقدار کو اس ملک میں اپنایا اور فروغ دیا اور اس کو مزید پھیلانے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے یہ قرآن مجید فرقان حمید اس پر گواہ ہے یہودی کہا کرتے تھے اور یہودی لوگوں کی عادت کیا تھی جس وجہ سے اللہ کا قہر اور غضب ان لوگوں پر نازل ہوا (وقتلو اھم انبیاء لغیر حق)۔القران

بغیر حق کے انبیاء کوقتل کرنا یہ ان کے جرائم تھے اور وہ یہودی سودی لین دین کرتے تھے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا تو معلوم یہ ہوا کہ سودی معیشت کو فروغ دینا، سودی معیشت کا دفاع کرنا، سودی معیشت کو جاری رکھنا یہ یہودیوں کی عادت ہے تو اس وقت ملک میں سودی معیشت بھی ہے ملک میں زنا بھی ہے، ملک میں شراب بھی ہے، ملک میں ہیرون ہے، ملک میں جوا بھی ہے، ملک میں رشوت بھی ہے ملک میں بددیانتی بھی ہے، ملک میں فحاشی اور عریانی بھی ہے اور مرکز میں بڑے بڑے چور اور مہذب ڈاکو قومی اسمبلی میں بیٹھ کر اپنے ناجائز

اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے قوم کے روپے لوٹ کر قوم کے وقار کو تباہ کر رہے ہیں اور قوم کی عصمتوں سے کھیل رہے ہیں تو ایسے میں آپ نے حق کی آواز کو بلند کیا پیپلز پارٹی نے جو جرائم کیے اس کے خلاف بھی آپ نے اپنی آواز کو استعمال کیا مسلم لیگ نے جو جرائم کیے اس کے خلاف بھی آپ نے حق کی آواز کو بلند کیا اور آپ کی زبان سے جو نکلا اور یقین رکھیے آپ نے اپنا فریضہ ادا کیا آپ دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں بھی سرخرور ہیں، آپ نے قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیا اب اگر کوئی ووٹ دیتا ہے تو دے نہیں دیتا تو مت دے اگر دے دیا ہے تو سبحان اللہ آخر میں جواب دینے سے بچ گیا اور اگر نظام مصطفیٰ کی خاطر ووٹ نہیں دیا تو اب اس کی گردن قیامت کے دن پکڑی جائے گی اور ملک میں آئندہ چل کر جتنی بھی برائیاں ہوں گی تو جنہو ں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیا ہے وہ ان برائیوں میں شامل اور جنھوں نے نواز شریف کو ووٹ دیا وہ بھی ان برائیوں میں شامل ہے ووٹ دینے والا برابر کا حصہ دار ہے ووٹ سفارش بھی ہے ووٹ شہادت بھی ہے، اور ووٹ وکالت بھی ہے قرآن کا فیصلہ ہے کہ جس نے کسی نیک آدمی کی سفارش کی نیکی کی سفارش کی نیکی کے لیے سفارش کی اس میں اس کا حصہ ضرور ہوتا ہے یعنی اگر آپ نے ووٹ دے کر یہ کہہ دیا کہ یہ نیک آدمی ہے میں اس کی سفارش کرتا ہوں اور میں نے اس کو ووٹ دے دیا اب اس آدمی کے ذریعے جتنے بھی نیک کام ہوں گے اس کا ثواب آپ کو ووٹ دینے والوں کو ملتا رہے گا۔

اگر کسی نے برائی کا ساتھ دیا برائی کی پشت پناہی کی برائی کا ساتھ دیا اور برے کو ووٹ دیا تو اس برائی میں وہ بھی حصہ دار بنے گا اور اس برائی کا گناہ

اس کے ذمہ لکھا جاتا رہے گا قرآن مجید فرقان حمید میں تمام مسائل بالکل واضح ہیں میں کارکنوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں آپ نے پوری جدوجہد کے ساتھ کلمۂ خیر کو بلند کیا دنیا کے تمام مفادوں اور لالچ سے بے خبر ہو کر ایک طرف پانی کی طرح پیسہ بہہ رہا تھا ہوائی جہازوں میں دورے ہو رہے تھے کروڑوں روپیہ قوم کے ذہن کو بگاڑنے کے لیے خرچ کیا جا رہا تھا کروڑوں روپے کے اشتہارات قومی اخبارات میں دیئے جا رہے تھے لیکن ہم نے غربت کے عالم میں خیر کی طرف دعوت دی اور آپ نے باطل قوتوں کے درمیان قائم حق کو بلند کیا آپ کو اس کا اجر یہاں بھی اور قیامت میں بھی انشاء اللہ ملے گا۔

مرکز ایمان ...... مدینہ منورہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَرِ.

فاتحہ چہلم کے موقع پر نماز جمعۃ المبارک کے حوالے سے ہم حاضر ہیں۔ ہماری آپ سے اور آپ کو ہم سے اس لیے محبت ہے کہ ہمارا ایمان کا رشتہ ہے۔ اسلام اور ایمان کی نسبت کو قرآن نے قائم فرمایا۔نسبت ایمان ہے۔ نسبت اسلام ہے۔ اس نسبت کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ انما المومنون اخوۃ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ رشتہ بہت مضبوط رشتہ ہے۔ ایمان کا رشتہ ہے۔نسلی وطنی اور دیگر سارے رشتے اس پر قربان ہیں کہ یہ ایمان کا رشتہ ہے یہ امت واحدہ ہے۔ ان ھذہٖ امتکم امۃ واحدۃ.

امت واحدہ ایمان کے رشتے کے سبب ہے۔ غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو رشتہ ہے اس کا بڑا مرتبہ ہے روئے زمین پر بے شمار انسان ہیں اربوں کی تعداد میں ہیں لیکن تم سب سے بہتر ہو۔ (ایمان والے) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو۔ ایمان کی دولت رکھنے والے بہترین امت ہیں۔ تم سے بہتر کوئی نہیں تم سب سے بہتر اور سب سے بالا و اعلیٰ ہو (امتوں میں) تم خیر ہی خیر ہو۔

(اپنے دماغ کی کمزوری اور گناہوں کے سبب زیادہ بھولنے لگا ہوں)

یہ ایمان کہاں سے ملا۔ یہ اسلام کہاں سے ملا۔ یہ ایمان ''مرکز ایمان'' سے ملا ہے۔ مرکز ایمان کہاں ہے۔ میں قرآن سے پوچھتا ہوں۔ مرکز ایمان اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ (سورۃ الحشر) دارالایمان کہاں ہے۔ دارالایمان مدینہ منورہ ہے۔

ایمان جو مرید کے میں ہے پاکستان میں ہے ہمارے پاس اس کا رشتہ مدینہ منورہ سے جڑا ہوا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث سے ان الایمان لایکرزو...... الی المدینۃ.......... کما تکرزو...... الھی۔

ایمان کا مرکز مدینہ منورہ ہے پریشانی کے عالم میں سانپ اپنے بل سے باہر آتا ہے دیکھتا ہے حالات کو دیکھتا ہے۔ خطرات کو دیکھ کر واپس جلدی سے سوراخ میں لوٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی ایمان والے ہمیشہ لوٹ پلٹ کر ایمان کی سلامتی کے لیے ایمان کی بیٹری چارج کرانے کے لیے مدینہ منورہ لوٹ جاتے ہیں۔ ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک. اے محبوب! صدر، وزیراعظم، گورنر سے ملنے کے لیے جائیں آج نہیں کل ملیں گے۔

وقت ختم ہو جائے تو دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کچہری کے بنک کے اوقات مقرر ہیں۔ دروازے بند، غنڈوں نے لینڈ مافیا ہونے، آوارہ، بدقماش لوگ قابض ہو گئے کسی کو فرصت نہیں رسہ گیر آتے ہیں جانور کھول کے لے گئے۔ تھانے جاؤ۔ بے وقت مدد نہیں کرتے۔

اللہ کریم فرماتا ہے جب سب دروازے بند ہیں تو میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میرا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے اور میرے محبوب کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔

ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک.

جو اپنی جانوں پر ظلم کر لیں معافی کے خواستگار ہوں۔ آپ کے پاس آ جائیں۔ آپ سفارش فرما دیں تو اے محبوب آپ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

ایمان کا مرکز مدینہ منورہ ہے۔

نسبت مدینہ 78 برس ہو گئے۔

مدینہ منورہ شہر محبوب ہے اس شہر کو تو نسبت عظیم ہے میرا مذہب میرا طریقہ ہے کہ میں جس جگہ سے محبت کرتا ہوں جس شہر سے محبت کرتا ہوں اس شہر والوں سے محبت کرتا ہوں۔ اس شہر کو حضور صلوٰۃ والسلام سے نسبت ہے، یہ شہر محبوب ہے۔

بخاری شریف میں ہے سید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ شہر جو ہے یہ شہر ظلمت کدہ تھا۔ یہ بیماریوں کا شہر تھا۔ یہ وباؤں اور بلاؤں کا شہر تھا۔ لیکن جب ایک دوپہر کو مدینہ منورہ کے لوگ انتظار میں تھے کہ قافلہ مکہ سے آ رہا ہے اور لوگ آتے تھے اور انتظار کرتے تھے بوڑھے، جوان، بچیاں سب لوگ آتے تھے دیکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ رہے ہیں۔ کئی دن، پانچ دن ایک ہفتہ محقق نے بھی لکھا ہے۔ مدینہ منورہ اور قبا گاؤں میں اڑھائی تین میل کا فاصلہ ہے راستے میں جمعتہ المبارک کا دن تھا۔ پڑھ لیا۔ ہجوم عاشقوں کا تھا۔ جب شہر میں قافلہ مبارک داخل ہونے لگا تو آوازیں آنے لگیں پہاڑیوں کے بیچ میں جس طرح چاند نکلتا ہے۔ رحمتہ اللعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے تھے۔

جیسے پہاڑیوں سے چاند نکلتا ہے ایسے ہی یارسول اللہ آپ تشریف لائے۔ حضور کا قافلہ مبارک داخل ہوا تو شہر بدل گیا وہ ظلمت کدہ نور کدہ بن گیا۔ ایسی روشنی پھیلی کہ آج تک وہ روشنی موجود ہے۔ مدینہ منورہ کی مٹی پرنور ہوگئی۔ مدینہ کی مٹی میں شفا ہے حدیث ہے۔ مٹی مدینہ میں شفا ہے کچی سڑکیں گرد وغبار، صحرا کا علاقہ۔

اس شہر کو عظمت حاصل ہے کہ صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے درود گجرے اور سلام کے تحفے پیش کرتے ہیں اور شام کو پھر آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غبارالمدینۃ شفا مدینہ کی مٹی میں کوڑھ برص اور جذام کی بیماریوں کی شفا ہے۔ رات سے صبح تک پھر آتے ہیں۔ اور کتنے ہیں جو منتظر ہیں۔ ایک دفعہ حاضری ملے کہ قیامت کا اعلان ہو جائے گا۔ یہ امت کس قدر خوش قسمت ہے کہ جب چاہے اس شہر مبارک میں جائیں حاضری دیں۔

کوئی بے وقوف اپنی جہالت اور بے وقوفی کے سبب کسی کو مدینہ کہے تو غلط ہے۔

آج بھی شہر مدینہ ان کے انوار سے روشن ہے حضرت بلال، حضرت ابوبکر اور دیگر صحابہ رو رہے تھے۔ صحابی جب طبیعت پوچھنے آتے تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ مکہ شریف یاد آتا ہے۔ ابوبکر رو رہے تھے عائشہ نے پوچھا کعبہ۔ طواف کعبہ یاد آ رہا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر مکہ شریف یاد آ رہا ہے تو اے صحابہ سن لو فی بیتی۔ الخ۔ اے صحابہ اطمینان رکھو، طواف اور عمرہ کا ثواب کمانا چاہتے ہو حالت احرام میں شکار کی طرف اشارہ بھی مت کرو۔ تین چار گھنٹے میں کام ہوتا ہے تب جا کر کام ہوتا ہے۔ مکہ یاد آتا ہے۔ عمرہ کا ثواب لینا ہے۔ دو رکعت نماز گھر میں پڑھو۔ مدینہ منورہ سے تین چار کلومیٹر دور مسجد قبا عہد اسلام کی پہلی مسجد جس کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی۔ اس مسجد میں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس مسجد میں آؤ۔ اپنے گھر سے وضو کر کے اس مسجد میں آؤ دو رکعت پڑھ لو۔ پورے عمرے کا ثواب مل جائے گا۔

کعبہ شریف میں نماز پڑھنے کو دل چاہتا ہے آؤ میری مسجد میں آؤ

یہاں ایک جگہ مابین بیتی ومنبری...... مابین قبری ومنبری...... جس اونٹنی پر محبوب خدا حبیب کبریا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین سوار ہیں اس کو علم ہے جب سواری کو علم ہے تو سوار کو کتنا علم ہوگا۔ جب صحابہ کا جھرمٹ اونٹنی کو گھیرے میں لے کر کہہ رہے تھے کہ محبوب میرے گھر آئیں فرمایا چھوڑ دو سب چاہتے ہو یہ اونٹنی چھوڑ دو اس کو خبر ہے کہاں جا کر ٹھہرنا ہے۔

یہ جگہ جنت میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ میری مسجد میں یہ جگہ جنت میں نماز پڑھنے کے مترادف ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ یہ ٹکڑا اسی طرح ...... جنت میں چلا جائے گا۔ جنت تو وہاں ہے مدینہ منورہ میں۔ جنت بھی یہیں سے ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت تقسیم کرنے والے ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

انما انا قاسمٌ واللّٰہ معطی...... او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قطب حدیث حضرت مولانا ضیاء الدین احمد سیالکوٹ سے اٹھ کر 80 سال تسلسل کے ساتھ مسلسل مدینہ شریف تمام عمر 111 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ان کے صاحبزادے جانشین مولانا فضل الرحمٰن .... وہیں پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ دو سال قبل بیمار تھے۔ عیادت کے لیے فون کیا۔ سال ڈیڑھ سال قبل میں نے کہا تشریف لاتے بیماری میں تشریف لائے۔

شہر مبارک، شہر محبوب کا قبرستان جنت البقیع ہے جس میں ہزارہا صحابہ تابعین اولیائے کاملین ہیں۔ اساطیرِ امت جہاں ہیں اسی قبرستان میں آرام فرما

ہیں۔ میرے والد گرامی بھی انتقال سے قبل ساری دنیا میں پھرتے رہے ایک سال قبل وہیں ٹھہر گئے۔ بہت سے بزرگوں سے سنا۔ حضرت والد ماجد سے بھی سنا حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی سے بھی سنا۔

مولانا ضیاء الدین مدنی یوں کہتے تھے۔

مدینے جاؤں پھر آؤں پھر جاؤں پھر آؤں پھر جاؤں تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے۔

مدینے جاؤں نہ آؤں مدینے رہ جاؤں

در حبیب یہ قصہ تمام ہو جائے

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی صحابہ کرام اولیاء کرام جو آرام فرما رہے ہیں جنت البقیع میں اللہ تعالیٰ ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے۔

جس کو استطاعت ہو مدینے میں موت کی وہ وہیں مرنے کی تمنا رکھے۔

جو یہاں مر گیا شہادت کا رتبہ پائے گا۔ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

(مریدکے میں پیر اعجاز احمد ہاشمی کی اقامت گاہ پر حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ختم چہلم سے خطاب)

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی نور اللہ مرقدہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیۡبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَر۔

اکابر علما اور فضلا جو ہم اہلسنت کے لیے مقتداء ہیں ان کی تقاریر کے بعد اب کسی تقریر کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی لیکن یہ محفل عرس ہے جس کی نسبت سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا امجد علی صاحب نور اللہ مرقدہ فقیہہ اعظم سے ان کی ذات مقدسہ سے اس محفل کو نسبت ہے۔ تبرکاً تیمناً میں بھی چند باتیں عرض کر کے داخل حسنات ہوتا ہوں۔ اللہ رب العزت اس مبارک محفل میں میری اور آپ کی حاضری کو قبول فرمائے۔ حضرت صدر الشریعہ اساطین امت میں سے تھے۔ علما اہلسنت کے ہی نہیں پورے عالم اسلام کو حضرت کی ذات بابرکت پر ان کے علمی کارناموں پر آج بھی فخر ہے اور انشاء اللہ العزیز ہماری آنے والی نسلیں ان کے عظیم کارناموں پر فخر کرتی رہیں گی۔ دارالعلوم امجدیہ ہی نہیں جس کے متعلق ابھی ابھی حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے دارالعلوم امجدیہ کا ذکر فرمایا فقط یہی حضرت کی یادگار نہیں بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر بیشمار مدارس ہیں جو حضرت صدر الشریعہ کی یادگار ہیں۔ آج بھی ان کے تلامذہ ان مدارس میں خصوصیت کے ساتھ مبارک پور جس کے متعلق غالباً آپ کے علم میں نہ ہو۔ وہاں آج بھی مبارک پور میں پورے پورے ہندوستان کی عظیم ترین سنی یونیورسٹی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں موجود ہے جہاں تقریباً ایک ہزار طلبہ ہیں اور جو ۴۵ ایکڑ رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے اور جہاں پچھلے سال صرف تعمیر پر بیس لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ صرف ایک سال میں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس یونیورسٹی میں حضرت کے ارشد

تلامذہ میں سے خطیب العصر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ جن کا اسی سال وصال ہوا وہ وہاں شیخ الحدیث رہے تقریباً دس ہزار سے زیادہ علما وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکل چکے ہیں۔ جو نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ برما، سیلون اور افریقہ میں علم دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ وہ بھی حضرت صدر الشریعہ کی یادگار ہیں۔اور اسی طرح سے ہندوستان اور پاکستان کے بے شمار مدارس میں دارالعلوم امجدیہ کے بعد لائل پور کا مدرسہ جہاں مولانا سردار احمد صاحب کا فیضان جاری تھا وہ سب حضرات صدر الشریعہ کا فیضان تھا اس طرح ہندوستان اور پاکستان میں جہاں جہاں سنی مدارس موجود ہیں اور حضرت کے تلامذہ موجود ہیں وہاں حضرت ہی کا فیض جاری ہے اور یہ فیضان رضا ہے اللہ اس فیض کو جاری ساری رکھے یہ بات ہمارے لیے باعث فخر ہے کہ ہم سنی ہیں۔ اور اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارا روحانی سلسلہ اور اس کی نسبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام اہلسنّت شاہ احمد رضا خاں بریلوی سے ہے اور انشاء اللہ مجھے اپنے والد ماجد کے وہ الفاظ یاد ہیں۔ ان کی ایک چھوٹی سی مختصر سی وصیت ہے جواب بھی میرے پاس محفوظ ہے جو آخری وقت مدینہ منورہ میں تحریر فرمائی۔ تحریر فرمایا۔ الحمد للہ میں مسلک اہلسنّت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گذری اور الحمد للہ آخر وقت اسی مسلک پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ مسلک ہمارے لیے باعث فخر ہے اور اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے اس مسلک پر ہمیں استقامت بخشی۔ ابھی

حال ہی کا ذکر ہے کہ میں اور مولانا عبدالستار خان نیازی مولانا غلام علی اوکاڑوی اور مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب یہ ابھی چار روز پہلے 13 اکتوبر 77ء جمعرات کا ذکر ہے کہ ہم سب جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات کے لیے گئے۔ تاکہ دارالعلوم اور ایک مسجد کا سنگ بنیاد ان سے رکھایا جائے۔ تو جب ان سے باتیں ہو رہی تھیں انھوں نے یہ فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے وسیع القاب میں ہیں آپ میں بڑی رواداری ہے۔ آپ میں بڑی فراخدلی ہے اور پھر فرمانے لگے کہ اسی فراخدلی کا نتیجہ ہے کہ جب آپ سہالہ تھے۔ قید کے ان لمحات میں آپ نے رواداری وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''فلاں'' صاحب کے پیچھے نماز پڑھی۔ مجھے یہ رپورٹ ملی ہے۔ میں سنتا رہا۔ جب ان کی بات ختم ہوگئی تو میں نے جواباً عرض کیا کہ جنرل صاحب بڑا افسوس ہے آپ کو غلط اطلاعات دی گئیں۔ ہم میں الحمدللہ بڑی وسعت قلبی ہے لیکن گستاخ رسول کے لیے کوئی وسعت نہیں۔ ہم میں رواداری ہے لیکن حضور پرنور کی شان اقدس میں تنقیص کرنے والے کے لیے کوئی رواداری نہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا لکھا ہوا مجموعہ فتاویٰ حسام الحرمین کے نام سے مشہور ہے جس میں علما حرمین شریفین کے فتوے موجود ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تصدیق ہے ہم الحمدللہ اس فتوے پر عمل کرتے ہوئے کوئی بھی شخص ہو خواہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کا ہو ملتان کا ہو اچھرہ کا ہو کسی شاتم رسول کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اور میں نے کہا جناب والا یہ تو چار چار ٹکے کے لوگ ہیں ہم تو حرمین شریفین کے نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کو یہ اطلاع غلط ملی ہے۔ آپ مطمئن رہیں ہمارے

مسلک میں ایسی رواداری، فراخدلی اور وسعت قلبی نہیں ہے۔ ہمارے قلب میں ہر شاتم رسول کے لیے کوئی وسعت نہ آج ہے نہ آئندہ ہوگی اور اس کے لیے لوگ بہت سی باتیں کہتے ہوں گے۔ قومی اسمبلی میں بھی اذان ہوتی تھی علامہ ازہری صاحب موجود ہیں ان لوگوں کا رخ ایک طرف ہوتا تھا اور ہمارا رخ ان سے دوسری طرف۔ اس کے دیکھنے والے ایک نہیں دو نہیں بے شمار لوگ موجود ہیں۔ الحمدللہ اللہ رب العزت نے ان بزرگوں کے صدقے میں ان سب حضرات کے صدقے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کے اجل خلفاء میں جو لوگ شامل تھے۔ خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری اور اب ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی برہان میاں صاحب حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا صاحب بریلوی میرے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی صاحب، میرے تایا ابا شاہ احمد مختار صاحب بھی ان کے خلیفہ تھے۔

ان تمام اکابر کے توسط سے ہمیں سب سے بڑی دولت جو ملی وہ ایمان اور عشق رسول کی دولت ملی اور ایمان ہم اس کو سمجھتے ہیں کہ ہمارے دل حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت سے اور ہمارے قلب حضور پرنور کے مقام سے لبریز ہوں۔ حضور کا جو مقام ہے اور جو عظمت ہمارے دل میں جاگزیں ہے۔ الحمدللہ اس پیمانے پر جب ہم ناپتے ہیں دوسروں کو تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ایمان کا پارہ کتنا اونچا ہے اور ان کے ایمان کا پارہ کتنا اسفل السافلین میں ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ تھرمامیٹر، ہمیں ان بزرگوں سے ملا۔ اس

پیمانے پر ہم ناپ لیتے ہیں اور الحمدللہ اس دور میں بھی اپنے ایمان کی سلامتی اور ایمان کے تحفظ کا انتظام کر لیتے ہیں۔ اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ ان بزرگوں کے فیضان کو جاری رکھے۔ ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی مستفید فرماتا رہے اسی کے ساتھ ساتھ میں آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کروں۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور کے مقام کی عظمت پر ہم یقین رکھتے ہیں اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کہتے ہیں کہ کتابیں نہیں ہیں کہ جن سے پتہ چلے کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کا طریقہ کیا ہے تو مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کیونکہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ پر سب سے پہلی کتاب خود قرآن مجید ہے پھر احادیث مبارکہ کتاب الشفاء موجود ہے۔ بے شمار کتابیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی کتابیں ہیں جن سے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ چلتا ہے۔ ظاہر ہے جو مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقف ہے جس کے دل میں مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو صبح و شام مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ میں سرگرداں ہے وہی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لا سکتا ہے اور جو مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے خبر ہے وہ کیا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے گا اور کیا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کی توفیق عطا فرمائے۔ اس مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے۔ اس کے تحفظ کی برکت سے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ بزرگ جن کا ذکر ہو رہا ہے تمام علماء اہلسنّت ہمیشہ ان کے زیر بار احسان رہیں گے۔

میں حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی مرقدہ کا براہ راست شاگرد نہیں ہوں لیکن حضرت کے ایک بہت محبوب شاگرد حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب جو میرٹھ شہر میں شیخ الحدیث ہیں ان سے چھ سات سال تک میں نے پڑھا اور ان کے بھی بے شمار شاگرد ہیں۔ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ خطیب نیوٹین مسجد بولٹن مارکیٹ وہ بھی ہمارے استاد بھائی ہیں انھوں نے بھی کئی سال تک مولانا غلام جیلانی صاحب سے پڑھا ہے۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرے استاذ ہیں اور ابھی بھی حیات ہیں میرٹھ شہر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین اور وہ شاگرد تھے حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا امجد علی صاحب کے اور وہ شاگرد تھے اعلیٰ حضرت کے اسی طرح میرے والد ماجد حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب اعلیٰ حضرت کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ یعنی اعلیٰ حضرت سے روحانی نسبت بھی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس روحانی نسبت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین

وہ لوگ قابل مبارکباد ہیں جو اس دور میں اپنے عقیدے کی حفاظت کریں اور اپنے مسلک پر جمے رہیں۔ یہی عقیدہ باعث نجات ہے اور اللہ رب العالمین کی رحمت کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے قدموں پر چلنے کی توفیق بخشے۔

وآخر دعوانا عن الحمدللّٰہ رب العلمین

اسلام کا اہم رکن...... جہاد فی سبیل اللہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِيْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَرِ.

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا فضل و کرم اور احسان ہے کہ ہم اور آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سربسجود ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ گناہگار و سیاہ کار کی، آپ کی ہم سب کی اس حاضری کو قبول فرمائے اور جو کچھ بیان کیا جائے اس کو شرف قبولیت عطا فرما کر مجھ گناہگار و سیاہ کار کے لیے کفارۂ سیأت بنائے۔ آمین

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر قرآن مجید کو تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل فرما کر رہتی دنیا تک کے لیے ایک نظام زندگی و نظام بندگی عطا کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرشیوں کے داتا، صاحب معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید فرقان حمید عطا فرمایا جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے راہنما اور ان کی دنیا کو سدھارنے اور آخرت و عاقبت کے سنوارنے کے لیے ایک نسخہ کیمیا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو قرآن مجید فرقان حمید کو اپنا ضابطہ زندگی بناتے ہیں اور ساتھ ساتھ اس کو ضابطہ بندگی بھی سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عبادت کا جو نظام دیا ہے اس پر ساڑھے چودہ سو سال (۱۴۵۰) گذر چکے ہیں کہ حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ان کے دیوانے ان کے مستانے اس نظام بندگی پر عمل کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جن کی زندگی کے اوقات نماز کے زیور سے

آراستہ ہیں اور وہ لوگ جو رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا فریضہ بجا لاتے ہیں اور وہ لوگ جن کو حج کی استطاعت ہوتی ہے تو اللہ کے حضور میں سراپا شوق بن کر لبیک پڑھتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق مستحق اور غریب مسلمانوں کو اس کے دیئے ہوئے مال سے زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ وہ نظام ہے جس کو ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور امت اسلامیہ مساجد میں آ کر اللہ کے حضور میں سربسجود ہو کر اپنے ایمان کی تصدیق اور اس کی حفاظت اور اس کو تازہ کرتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا حکم دیا وہاں اس کے ساتھ ساتھ جہاد کا بھی حکم فرمایا ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دین عطا ہوا جس کے ہم پابند ہیں اس میں فرائض کے بعد جہاد کا حکم بھی ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں جہاد کی فضیلت کو بیان فرمایا۔

جہاد جدوجہد سے ہے جس کا معنی ہے مسلسل کوشش کرنا۔ مبالغہ اور وسعت کے ساتھ طاقت کا مظاہرہ کرنا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین لائے ہیں اس دنیا میں غالب کرنا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اس کا نام بلند ہو اور اللہ کی دی ہوئی جان کو اس کے نام پر قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ یہ جہاد کا مقصد ہے جس کو قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ”کلمۃ اللہ ھی العلیا“ (التوبہ، رقم الایۃ/۴۰) تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا کلمہ بلند ہو۔ جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام، اس کا کلمہ اور اس کا دین جو اس نے ہمارے لیے چن کر اور اختیار کر کے عطا فرمایا، اس کی بلندی کے

لیے جو جدوجہد کی جائے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی مزید تشریح آیات قرآنیہ میں موجود ہے اور جہاد کی فضیلت، مجاہد کا مرتبہ، اور راہ خدا میں لڑتے رہنا ہے اور اس کی راہ میں مارا جاتا ہے اس کے شہید ہونے کا بیان قرآن مجید فرقان حمید میں واضح طور پر موجود ہے۔

جہاد کی فضیلت قرآن حمید کی متعدد آیات طیبہ میں بیان کی گئی ہے اور فلسفہ جہاد کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مختصر الفاظ میں اور نہایت جامع انداز میں بیان فرمایا۔ اس لیے کہ جہاد میں آدمی کو اپنی جان اور اپنی زندگی اللہ کی راہ میں قربان کرنی پڑتی ہے، اپنی گردن کو اللہ کی راہ میں کٹانا پڑتا ہے خون کو اللہ کی راہ میں بہانا پڑتا ہے اور اس کی ابتدا عید الاضحیٰ سے یوں ہوتی ہے کہ جب جانور کا خون بہایا جائے اور اس کی قربانی کی جائے تو ذہن میں یہ مفہوم ہر وقت موجود رہے کہ آج اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے جانور خرید کر راہ خدا میں قربان کیا ہے اگر کل موقع لگا تو اللہ کی راہ میں جان بھی قربان کریں گے۔ مال کو قربان کرنے کے لیے زکوٰۃ کا اور جگہ جگہ صدقات کا حکم دیا "وانفقوا فی سبیل اللہ" (البقرۃ/ ۱۹۵) کو اللہ کی راہ میں اس کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرتے رہو۔ صدقات بھی دیتے رہو کیونکہ صدقات ان بلاؤں کو لوٹا دیتا ہے جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان سے نازل فرماتا ہے اور سال کے سال جو پیسہ جمع ہو گیا ہو تو صاحب نصاب ہونے کی صورت میں ہر ۱۰۰ (سو) پر ڈھائی فیصد اللہ کے نام پر خرچ کرتے رہو اور جہاد فی سبیل اللہ میں جو مال، روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہو خواہ اسلحہ کی مد میں کہ یہ جہاد کا سامان ہے یہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ ہے تو جس طرح جہاد کا ثواب ہے اسی طرح اس میں خرچ کرنے کا بھی ثواب

ہے۔ جو خرچ کرے گا اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فلسفہ جہاد کو اس طرح بیان فرمایا۔ رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ

(سورۃ التوبہ رقم الآیۃ ر ۱۱۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو خرید لیا اس بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے ان اللہ اشتری اللہ نے خرید لیا ہے یعنی باقاعدہ سودا ہو رہا ہے کہ ہم نے خرید لیا کیا خرید لیا۔ اللہ تعالیٰ کو خریدنے کی کیا ضرورت ہے سب کچھ تو اسی کا ہے تو خریدنے کی کیا ضرورت تھی لیکن سبحان اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ ہمارا کرم ہے کہ ہم تم سے خرید رہے ہیں حالانکہ سب چیزیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ جان خرید رہا ہے وہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے، مال خرید رہا ہے وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے سب کچھ اسی کا ہے پھر بھی خرید رہا ہے۔ سبحان اللہ! جان تو اسی کی ہے اب قیمت لگا رہا ہے۔ کیا کرم ہے۔ ایمان والوں سے جان کو خرید کر بتانا یہ چاہتا ہے کہ تم نے ایمان قبول کر لیا، تم اس قابل ہو گئے کہ ہم تمھاری جانوں کو خرید سکتے ہیں۔ یہ ایک قیمتی جان ہے کیونکہ یہ ایمان والے کی جان ہے۔ اب ایمان والی جان کا خریدار روئے زمین پر کوئی نہیں ہو سکتا ہے اور اگر کوئی خرید سکتا ہے اور بدلہ دے سکتا ہے تو ہم ہی ہیں ہم سے بہتر کوئی اور اس کا بدلہ نہیں دے سکتا۔

اللہ رب العالمین نے ایمان والوں سے ان کی جان اور ان کے مال کو خرید لیا ہے۔ ایمان والوں کا سودا ہو رہا ہے اور سودا بھی کہاں ہو رہا ہے بازار

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو رہا ہے اس لیے کہ ایمان والوں کو ایمان کی دولت دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملی تو اب سودا بھی وہیں ہو رہا ہے۔ تم ایمان لے آؤ اب تمھارا اور ہمارا سودا ہوگا۔ تمھاری جان و مال کو قیمت ہم سے اچھی اور بہتر کوئی اور نہیں دے سکتا ہم اس کے خریدار ہیں آؤ سنو۔ اس کا بدلہ کیا ہوگا ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ گویا وہ جان جو ہم نے خریدی ہے اور وہ مال جو ہم نے خریدا ہے بازار مصطفیٰ میں ہم اس کے بدلے جنت عطا فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جان بک چکی ہے اس کا سودا ہو چکا ہے اب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے جب چاہے لے لے۔ جب دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایمان لایا اور اس نے کہا لا الہ الا اللہ. اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب وہ مومن ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ایمان کا اپنے آپ کو خریدار بتا کر سودا کر لیا۔ کہ تمھارا خریدار ہوں اور اس کا بدلہ جنت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو جان و مال کے بدلے اتنی قیمتی چیز یعنی جنت جس کو اس نے پیدا کیا عطا فرمائے گا۔

ایمان والا جب اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے تو یہ سمجھ کر نکلے کہ میری جان کا تو سودا ہو چکا ہے اب یہ جان اسی کی ہے تو جب اسی کی ہے تو اس کی راہ میں قربان ہو جائے اور اگر یہ اللہ کی راہ میں قربان نہیں ہوتی تو حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا اور اگر اس کی راہ میں قربان ہو جاتی ہے تو پھر اس کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

نماز و روزے کی فضیلت اپنی جگہ، زکوۃ کی فضیلت اپنی جگہ، حج کی اپنی

جگہ اور ان کی فضیلت میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ بھی نہیں کہ نماز و روزہ اور حج و زکوۃ اور شب قدر میں قیام کا بہت بڑا ثواب ہے لیکن ایک ثواب کی بات اور سنیئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الذین امنوا وھاجر واو جاھد وا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ و اولئک ھم الفائزون

(التوبتہ رقم الایۃ/۲۰)

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ مراد کو پہنچے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ تاکہ اللہ کا کلمہ اور اس کا نام بلند ہو جائے۔ اسلام کا جھنڈا بلند ہو جائے۔ مسلمانوں اور اسلام کا غلبہ ہو جائے ان لوگوں کا مقام و مرتبہ بہت بڑا ہے تو جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر رہے ہیں، جہاد فی سبیل اللہ کر رہے ہیں، مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں، جہاد میں اسلحہ کے انبار لگا رہے ہیں تاکہ کافروں پر رعب اور دبدبہ رہے اور وہ لوگ جو جہاد فنڈ دیتے ہیں اور اللہ کی راہ میں مجاہد بن کر خرچ کرتے ہیں یا پھر کسی مجاہد کو سامان جہاد خرید کر دیتے ہیں۔ بندوق، توپ، راکٹ لانچر وغیرہ خرید کر دیتے ہیں اور جانوں کی قربانی بھی دیتے ہیں اور وہ لوگ جو صبح و شام اللہ کی دین کی سر بلندی کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کی سر بلندی کے لیے، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے، غلبہ اسلام کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ بندوقوں، توپوں کے سائے میں اللہ کے نام کو اس کے دین کو بلند کر رہے ہیں

ان کا مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرماتا ہے "اعظم درجة عند الله" اللہ کے ہاں سب سے بڑا مرتبہ انہی لوگوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں، جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں اتر جاتے ہیں۔ "اولئک هم الفائزون" وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔ جہاد کرنے والا مجاہد کامیاب ہے اور اس کی دلیل دیکھیے کہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

یبشرهم ربهم برحمة منه و رضوان و جنات لهم فيهانعيم مقيم (التوبتہ رقم الایۃ/۲۱) ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور رضوان کی اور ان باغوں کی جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کو بشارت دیتا ہے کہ جب وہ مرد مجاہد مرد غازی میدان جہاد میں کود کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں "یبشرهم ربهم برحمة منه و رضوان" اور اللہ کی طرف سے اس کو رحمت و رضوان کی بشارت دی جاتی ہے "جنات لهم فيها نعيم مقيم" اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جنت کی بشارت دیتا ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نعمتیں دی جائیں گی کوئی بھی نعمت کم نہیں ہو گی چاروں طرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمت ہی نعمت ہو گی۔ "خالدين فيها ابدا ان الله عنده اجر عظيم" وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے اجر عظیم ہے۔

اب آپ ملاحظہ کیجیے کہ نمازی اور غازی میں کیا فرق ہے روزے دار اور غازی میں کیا فرق ہے حاجی اور غازی میں کیا فرق ہے۔ یہ قرآن مجید کا تسلسل دیکھیں ارشاد فرماتا ہے کہ جس نے پانچ وقت نماز پڑھی وہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کا مقبول بندہ ہے فرض کو ادا کر رہا ہے اس کا اجر و ثواب ہے جنتی ہے۔ جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے اس میں کوئی شک نہیں فرض ادا کر رہا ہے جنتی ہے اس کو جنت کی بشارت ہے لقاء رب۔ اللہ سے ملاقات کی بشارت ہے۔ اللہ کی رحمت و رضوان کی بشارت ہے۔ اور بھی بہت سے فضائل روزے دار کے آپ سماعت کرتے رہتے ہیں جس نے حج کیا اس کو مغفرت کی بشارت ہے کہ میدان حج سے واپسی پر فرشتوں کے سامنے اعلان ہو جاتا ہے کہ تم گواہ رہنا کہ یہ جتنے بھی حاجی حج کر کے جا رہے ہیں ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا یہ ایسے صاف و پاکیزہ ہو گئے ہیں کہ جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس نے زکوۃ ادا کر دی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرض ادا کر دیا اس کا بے پناہ اجر و ثواب ہے ایک ایک روپیہ، پیسے، پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے خزانے کھول دیتا ہے زکوۃ دینے والوں کے لیے، حاجیوں کے لیے، نمازیوں کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے لیکن شہید کے لیے الگ بشارت ہے مجاہد کا ایک الگ مرتبہ ہے یہ بالکل نمایاں اور بڑا ممتاز مقام ہے۔ جو معرکہ جہاد میں شامل ہوا اور اللہ کی راہ میں اس کا خون بہا وہ شہید ہوا تم اس کو کیا مردہ سمجھتے ہو کہ مر گیا ختم ہو گیا، نہیں بلکہ مرتبہ جہاد اور مرتبہ شہادت کا بڑا اونچا مقام ہے۔

رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

(البقرۃ رقم الآیۃ ۱۵۴)

اور جو راہ خدا میں مارے جائیں انھیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں۔

تم ایسے لوگوں کو جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں خبر دار مردہ مت کہنا کیا ادب ہے۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کا کیا مقام ہے فرمایا مردہ مت کہنا۔ نمازی کو آپ کہہ سکتے ہیں انتقال ہو گیا جنازہ پڑھ لیا، روزہ دار کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ انتقال ہو گیا، حج و زکوٰۃ ادا کرنے والے کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ وصال فرما گئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دار فانی سے چلے گئے۔ لیکن جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا اپنا خون بہا رہا ہے رب العالمین فرماتا ہے اسے یہ مت کہو کہ وہ مر گیا بلکہ وہ تو زندہ ہو گیا۔ "بل احیاء" وہ زندہ ہے۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا۔ اس کو مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ خاص مرتبہ شہید کو مرحمت فرمایا نمازی کا مرتبہ اپنی جگہ، حج کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ لیکن رب تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں اس مجاہد کی جو اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے جو فضیلت بیان کی ہے اور جو مرتبہ اس کو عطا فرمایا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہے۔ مجاہد بظاہر تمھارے سامنے گر گیا اس کی گردن کٹ گئی اور دنیا سے اس کا تعلق ختم ہو گیا لیکن اللہ سے اس کا تعلق اتنا مضبوط ہو گیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا۔ حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے شہیدوں اور غازیوں کو اللہ رب العالمین نے بڑا جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید الانبیاء خاتم المرسلین ہیں آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ میرے اور آپ کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا ہے کہ میرے اور آپ کے تصور کی دنیا محدود ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا مقام اس قدر بلند ہے کہ وہاں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی رسائی نہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ جہاں تمام انبیاء کا مجموعی علم اور کمال و جمال ختم ہوتا ہے وہاں سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام شروع ہوتا ہے۔ اتنا بڑا مقام ہے کہ سدرۃ المنتھیٰ پر پہنچ کر جبرائیل علیہ السلام یہ کہہ دیں کہ اب اگر میں اس سے ذرہ برابر بھی آگے بڑھوں تو میرے پر جل جائیں گے۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہے جہاں فرشتوں کا بھی گزر نہیں مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہے جہاں انبیاء و مرسلین کا بھی گزر نہیں۔ یہی سب سے اعلیٰ مقام مرتبہ والے اللہ تعالیٰ کے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابہ کرام کو بتا رہے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا "جاھدو افی اللہ حق جھادہ" (الحج رقم الایۃ ۷۸) اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کی راہ میں جہاد شروع کرو تو پیٹھ مت پھیرو، بھاگو نہیں، ڈرو نہیں۔ جب تم اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں کھڑے ہو جاؤ گے تو اللہ دشمنوں کے دلوں میں تمھارا رعب و دبدبہ ڈال دے گا۔ "سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب" (آل عمران/۱۵۱) کافروں کے دلوں میں تمھاری ہیبت بیٹھ جائے گی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں کفار کی برتری کے باوجود ان کے دلوں میں ایمان والوں کی ہیبت بیٹھ گئی چونڈہ اور سیالکوٹ کے میدانوں میں اہل اسلام، اہل ایمان، افواج پاکستان کی ہیبت اور رعب و دبدبہ کفار کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ ۶۵ء کی جنگ کے ایسے بے شمار واقعات و حالات میرے ذہن میں ہیں جن سے پاکستان کی افواج کا رعب و دبدبہ اہل کفر کے دلوں میں بیٹھنا ظاہر ہے۔ اہل

ایمان جب میدان جنگ میں اترتے ہیں تو عددی اکثریت کا خیال نہیں کرتے کہ بھارتی فوجیں زائد ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں کی افواج زائد ہیں۔ وعدۂ الٰہی ہے کہ خالصتاً جہاد کی نیت سے میدان جنگ میں اترنے والے غلبہ پاتے ہیں۔

رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله.

(البقرۃ رقم الآیۃ/۲۴۹)

بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے۔

تم تھوڑے ہو، کم ہو اور تمھارا دشمن، مدمقابل کثیر تعداد میں بھی ہو تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ تم کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ جس کا مشاہدہ ہوا۔ اخبار میں اطلاعات آئیں کہ بھارتی وزیر اعظم نے کہا کہ ۴۰۰ پاکستانی گھس بیٹھی، آ گئے، مداخلت کار آ گئے۔ ہندی میں مداخلت کار چھپ کر آنے والے کو گھس بیٹھی کہتے ہیں پھر کہا ۶۰۰ آ گئے اور چار پانچ روز کے اندر نکال باہر کر دینگے، اور ان کا صفایا کر دینگے، ایک ہفتہ گذر گیا کیا ہوا ابھی کام ہو رہا ہے ابھی وقت لگے گا۔ چار سو نہیں ہیں بلکہ چھ سو ہیں۔ پہلے دشمن کو چار سو نظر آئے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے رعب و دبدبہ ڈالا تو ۶۰۰ سو نظر آئے پھر انہوں نے کہا کہ ان کو نکالنا ہے۔ ۶/مئی سے سلسلہ شروع ہوا ہے۔ ۸،۱۰ دن میں نکال دینگے کام پورا ہو جائے گا آپریشن پورا ہو جائے گا۔ مئی گذر گیا کوئی نہیں نکلا اور کوئی نہیں بھاگا دیکھو وعدہ الٰہی پورا ہو رہا ہے۔

رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا النبی حرض المومنین علی القتال. ان یکن منکم

عشرون صابرون یغلبو امائتین۔

اے غیب کی خبر بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں سے بیس صبر والے ہونگے تو دوسو پر غالب ہوں گے۔ (الانفال رقم الایۃ ۶۵)

اے نبی محترم مومنوں کو جہاد کے لیے جوش دلائیں، جہاد کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''الجنۃ تحت ظلال السیوف'' (مسلم شریف) جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ جس کو جنت کی آرزو ہے تلواروں کے سائے تلے اس کو تلاش کرے۔ ''الجہاد ما ذون الی یوم القیامۃ'' جہاد قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ امت جب جہاد کو بند کر دے گی ذلیل و رسوا ہو گی اب بھی جہاں جہاں مسلمانوں نے جہاد کو ترک کیا ہوا ہے وہ ذلیل و رسوا ہیں اور جہاں جہاں جاری و ساری ہے ان کے لیے وعدہ الٰہی ہے۔ افغانستان میں جہاد جاری ہوا تو سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ دنیا کی سپر پاور روس تھی مجاہدین اسلام نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ کشمیر میں جہاد جاری ہے اور ان شاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ بھارت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا یہ وعدہ الٰہی ہے۔

اب مسلمانوں کے جاہل اور بدبخت حکمران اور امریکہ کے حاشیہ بردار حکمران اگر آیت مبارکہ کو نہ سمجھیں اور نہ ہی قرآن مجید فرقان حمید کو پڑھیں تو اس کا علاج نہ میرے پاس ہے اور نہ ہی تمھارے پاس۔ قرآن تو سب کے لیے ہے پڑھ لیں اور سمجھ لیں۔ رب العالمین فرماتا ہے ''یایھا النبی حرض المومنین علی القتال'' اللہ اللہ! عجیب وعدہ الٰہی ہے سبحان اللہ! وہ خالق کائنات فرماتا ہے۔ ''ان یکن عشرون صابرون یغلبو امائتین'' کہ اگر تم

بیس مسلمان ہو اور صبر کے ساتھ اللہ کے بھروسے پر میدان جنگ میں ڈٹے رہو تو اللہ بیس مجاہدین کو دو سو پر فتح و نصرت عطا کرے گا۔ اور فرمایا "وان یکن منکم الف یغلبو الفین" اور اگر تم ایک ہزار ہو تو بیس سو پر غالب آ جاؤ گے۔ یعنی دس مسلمان سو کفار پر بھاری ہیں۔ سبحان اللہ! اللہ کا وعدہ ہے "لا یخلف المیعاد" کہ وہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ بدر کے مجاہدین کی تعداد ۳۱۳ تھی اور ان مجاہدین کے سپہ سالار کمانڈر رحمتہ اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفوں کو درست فرما رہے تھے اور کمانڈ فرما رہے تھے۔ سب کھڑے ہو جاؤ صف بندی کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صف بندی فرما رہے ہیں جہاد میں صف بندی کا حکم ہے کیونکہ اللہ رب العالمین قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ "یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص" (الصف ۴/) ایسی مضبوط صف ہوتی ہے جیسے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ مسلمان مجاہد کا قدم پیچھے نہیں ہٹتا۔ ڈٹ جاتا ہے دیوار بن جاتا ہے۔ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ ایک دوسرے سے اس طرح جڑ جاؤ جیسے بنیان مرصوص ہے۔ کیونکہ مسلمان مجاہد جب میدان جہاد میں اترتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ رحمت خداوندی اترتی ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں قدم بڑھاتا ہوا آگے بڑھتا ہے تو اس کے قدم بقدم فرشتے قطار اندر قطار اس کی نصرت کو اترتے چلے آتے ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ لیکن کوئی اگر خود ہی میدان چھوڑ کر بھاگ جائے تو اس کا علاج اللہ رب العالمین نے تجویز فرمایا ہے خدا کا قہر و غضب اس پر نازل ہوگا جو میدان جہاد سے منہ موڑتا ہے کافروں کے مقابلے پر پیٹھ پھیر لیتا

ہے یا ان سے ڈر جاتا ہے۔

اسلام کا پہلا معرکہ جس میں ۳۱۳ مجاہدین تھے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام کے ساتھ بدر کے مقام پر اترے مجاہدین ۳۱۳ تھے اور کفار ایک ہزار تھے۔ جنگ بدر کا مکمل نقشہ اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں کھینچا اور آپ حضرات رمضان المبارک میں یوم بدر کے موقع پر سنتے رہتے ہیں مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے ''ولقد نصرکم اللّٰہ ببدر وأنتم اذلۃ'' (آل عمران/۱۲۳) اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر کے مقام پر نصرت دی، تین سو تیرہ مجاہدین کو ایک ہزار پر فتح عطا فرمائی۔ جب مجاہدین اسلام، اللہ اور رسول کے حکم پر دین کے غلبہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے بدر کے مقام پر اترے تو ادھر فرشتوں کے سردار رئیس الملائکہ جبرائیل علیہ السلام مجاہدین کی امداد کے لیے تین ہزار فرشتوں کو لے کر اترے پھر پانچ ہزار کو۔ اللہ رب العالمین نے مختلف منظر قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔

اصل بات یہ کہ حضور پرنور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس میدان جہاد میں مسلمانوں کی کمانڈ اور قیادت فرما رہے ہیں اور ہم نے رسول اللہ کا صرف یہ نقشہ یاد رکھا کہ حضور تہجد گذار تھے، بہت صحیح بات ہے کہ ہم نے یہ یاد رکھا کہ حضور پانچ وقت نماز کی امامت فرماتے تھے بالکل صحیح نقشہ ہے، ہم نے منظر کشی کی کہ حضور رمضان المبارک کے روزے رکھتے تھے اور عشرہ اخیر میں اعتکاف بھی فرماتے تھے بس ہم نے صرف یہ ہی یاد رکھا۔ اور یہ بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے نمازی تھے تو دن کے غازی بھی تھے اور صحابہ کرام بھی رات کے نمازی اور دن کے غازی

تھے لیکن یہ سبق ہم بھول گئے۔ پھر ہم نے اپنے آپ کو تسبیح اور ختم شریف میں مشغول کر لیا اور ہم گیارہویں شریف بارہویں شریف میں پلاؤ بریانی اور نذرانوں میں لگ گئے اور جہاد کے تمام سبق ہم نے بھلا دیئے بلکہ بعض صوفیا کہنے لگے کہ یہ کام ہمارا نہیں ہے یہ سیاسی بات ہے۔ اس بیوقوف، جاہل صوفی سے اس جاہل پیر صاحب سے کوئی پوچھے کہ رسول اللہ جہاد کی گفتگو فرماتے تھے، صفوں کو ترتیب دیتے تھے اور خود تلوار لے کر بدر کے میدان میں، احد کے میدان میں، حنین کے میدان میں خندق میں، کہاں کہاں کی پوچھتے ہو حرم کی زمین سے پوچھو وہاں کے ذرے ذرے سے پوچھو میدان جہاد میں خود کھڑے ہوتے تھے رات کو اللہ کے حضور میں اور دن کو دشمن کے مقابلے پر ہوتے تھے کیا یہ سب سیاست ہے؟

بزدل صوفیو، جاہل پیروں اور بزدل مولویوں نے اسلام کو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج میں محدود کر دیا اور جہاد کو بھلا دیا۔ جبکہ رسول اللہ خود میدان جہاد میں تشریف لاتے اور مجاہدین کی صفوں کو درست کرتے اور فرماتے کہ اپنی صفوں کو بالکل سیدھا رکھو تا کہ دشمن پر تمھاری ہیبت بیٹھ جائے اور مسلمان سینے سے سینہ ملائے شانے سے شانہ ملائے کفر کے مقابلے پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہوں تا کہ رعب و دبدبہ بیٹھ جائے اور صف بندی اللہ کو بھی پسند ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف بندی فرما رہے تھے ایک صحابی کو فرمایا پیچھے ہٹو ان کو لکڑی لگ گئی انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ او جعتنی" یا رسول اللہ مجھ کو چھڑی سے تکلیف پہنچی ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم کو تکلیف پہنچی ہے تو بدلہ لے لو۔ اللہ اللہ! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بدلہ لے لو۔ محدثین نے روایت کیا ”استو یا سواد“ اے سواد سیدھے ہو جاؤ اور جب چھڑی لگی تو عرض کی ”یا رسول اللّٰہ اوجعتنی“ تو رسول اللہ نے فرمایا جس جگہ تکلیف پہنچی ہے اس جگہ سے بدلہ لے لو۔ تو عرض کی قمیص مبارک اٹھایئے کیونکہ میرے جسم پر بھی قمیص نہیں تھی۔ جیسے ہی اللہ کے رسول نے قمیص مبارک اٹھائی تو وہ صحابی جسم اطہر سے لپٹ گئے۔ اور کہا میں تو میدان جنگ میں ہوں اب شہادت میرے سامنے ہے جی چاہتا تھا کہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے آپ کے جسم مبارکہ کا بوسہ لے لوں اور اس کے بعد تلوار لے کر میدان جہاد میں کود پڑے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مجاہدین کو تیار فرماتے تھے جہاد کا حکم دیتے تھے خود بدر کے میدان میں احد کے میدان میں خندق میں، طائف کے میدان میں فتح مکہ میں ہر جگہ اپنی فوج کی قیادت فرمائی اگر یہ سیاست تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سیاست کرتے رہے اور اگر ہم اس پر عمل نہیں کرتے تو یہ رسول اللہ کی سیرت مبارکہ میں سے بعض پر عمل کرنے اور بعض پر عمل نہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ میٹھا میٹھا کھا لو اور جس میں جان کی بازی لگانی پڑے، تکلیف ہو، حکومت کے خلاف تقریر کرنی پڑے، جیل جانے یا نظر بندی کا خطرہ ہو تو اسے سیاسی بات کہہ کہ جان چھڑا لو۔

ذرا تصور کیجئے کہ اس قدر شدید گرمی ہے گویا کہ آفتاب سوا نیزے پر ہے (عرب کی سرزمین پر ۱۲۰۔ ۱۲۵ فارن ہائٹ گرمی ہوتی ہے) بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام پسینے سے شرابور ہیں۔ لیکن سورج کی گرمی ایمان کی گرمی پر

غالب نہ آسکی ایمان کی گرمی غالب رہی۔ غرضیکہ گرمی اور سردی کی پرواہ کیے بغیر صحابہ کرام، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کے پیچھے پیچھے اپنی جانوں کا نذرانہ لیے پھرتے ہیں کہ کب وقت آئے اور یہ جان جس کا سودا اللہ سے ہو گیا ہے دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو جائے۔

ایک صحابی رسول حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بڑے جلیل القدر صحابی تھے ان کو غزوہ خندق میں تیر لگا زخمی ہو گئے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کو جلدی سے مدینہ منورہ لے چلو (اس لیے کہ خندق مدینہ منورہ کے ذرا باہر کھودی گئی تھی تاکہ کافروں کا راستہ روکا جائے اور وہ اچانک مدینہ منورہ پر حملہ آور نہ ہوسکیں) اور فلاں خاتون جو علاج معالجہ کرتی ہے اس کو بلا کر لاؤ۔ ایک بڑی بی بی تھی جو بڑی مشہور جراحہ تھی ان کو بلوایا گیا اور علاج شروع کروایا۔ مختصر تیر لگا تھا خون بہہ رہا تھا رک نہیں رہا تھا تقریباً بیس پچیس روز تک یہی صورت حال رہی کہ کبھی خون بند ہوتا پھر بہنے لگتا پھر بند ہوتا پھر بہنے لگتا۔ اسی میں ایک روز حضرت سعد بن معاذ کا وصال ہو گیا۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ کیا خوش نصیب صحابی تھے کہ رسول اللہ اس مجاہد، غازی اور شہید کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں۔ صحابہ کرام کے متعلق روایت آتی ہے کہ جب جنازہ اٹھ رہا تھا تو بھیڑ کی وجہ سے صحابہ کرام پنجوں کے بل چل رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمی زیادہ ہیں۔ پھر قبر میں اتارا گیا۔ اللہ کے محبوب نے کفن اور دفن کا انتظام فرمایا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکوایا گیا اور اسے دنیا سے رخصت کیا تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن

معاذ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے اس راہ حق میں شہید ہونے والے کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو اپنے دست اقدس سے قبر شریف میں اتارا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے بھی آسمان سے اتر رہے تھے عرض کی یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے فرشتے ہونگے تو فرمایا شہید حضرت سعد بن معاذ کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے اترے تھے اور یہ وہ فرشتے تھے جو اس سے پہلے دنیا میں کبھی بھی نہیں آئے۔ اور وہ سعد کے جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تھے۔"اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ" ان کی وفات سے عرش الٰہی خوشی سے جھوم رہا تھا کہ سعد بن معاذ کی سعید روح اوپر آرہی تھی۔ عرش الٰہی سے فرشتے استقبال کر رہے تھے یہ مرتبہ ہے شہداء کا مگر ان شہداء کا جنھوں نے میدان جہاد و میدان کارزار میں رہ کر منہ نہیں موڑا۔ مسلمانوں میں بڑے بڑے مرد مجاہد گذرے ہیں جن کے سامنے بدر و حنین کی اور احد کی لڑائیوں کا نقشہ تھا جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمان مجاہدین کی صف بندی اور کمانڈ کرتے تھے اور ان کو میدان جہاد میں بھیجتے تھے اگر اس سنت کو ترک کرتے ہوئے مسلمان جہاد نہ کرتے تو مسلمانوں میں صلاح الدین ایوبی اور محمود غزنوی جیسے غیور مسلمان کبھی پیدا نہ ہوتے۔

صلاح الدین ایوبی مسلمانوں کا وہ حاکم ہے کہ جس کے لگائے ہوئے زخم چھ سو سال گذرنے کے بعد آج بھی عیسائی چاٹ رہے ہیں۔ بیت المقدس میں عیسائیوں نے مسلمانوں کا گاجر مولی کی طرح کاٹ کر قتل عام کیا اور بیت المقدس پر قبضہ بھی کر لیا اسلامی مرد مجاہد صلاح الدین ایوبی عیسائیوں کے مقابلے پر ایک طوفان بن کر اٹھا۔ عیسائیوں کا کتنا بڑا لشکر تھا مؤرخین نے لکھا کہ

عیسائیوں کا لشکر پانچ لاکھ کا تھا اور اس لشکر کی قیادت انگریزی بادشاہ رچرڈ کر رہا تھا انگلستان کی تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ انگریز اس کو Richard is lion heart (شیر دل) کہتے تھے آج بھی انگلستان کی پارلیمنٹ ہاؤس پر گھوڑے پر سوار ایک شخص کا مجسمہ بنا ہوا ہے وہ اسی بادشاہ رچرڈ کا بنا ہوا ہے اور اس مجسمہ کے نیچے لکھا ہے ''انگلستان کا بادشاہ رچرڈ شیر دل ہے'' یہ بادشاہ بیت المقدس فتح کرنے کے لیے پہنچا اس نے بیت المقدس پہنچنے کے بعد مسلمان حکمرانوں کو خرید لیا اور وہ عیسائیوں کے ساتھ مل گئے مسلمان بادشاہ جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حاکم تھے آج بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں مسلمانوں کی بنا دی گئی ہیں تاکہ یہ سر اٹھا نہ سکیں اور ہم ان کو جوتے بھی مارتے رہیں اور ان سے پیسے بھی وصول کرتے رہیں اور ان سے تنخواہیں بھی لیتے رہیں اور ان کی حفاظت بھی کرتے رہیں تاکہ یہ خوش ہو جائیں کہ مائی باپ انگریز، امریکہ بہادر ہم سے خوش ہے اور ہماری حفاظت بھی کر رہا ہے۔ یہ کویت وغیرہ خبیث سب عیاش، بدکردار، ظالم و جابر حکمران ہیں یہ یو۔اے۔ای، بحرین اور سعودی عرب کے بادشاہ سب کے سب انگریزوں اور امریکہ کے ایجنٹ اور دلال ہیں جنھوں نے کعبۃ اللہ شریف کی حفاظت کے لیے مسلمان فوجوں کو نہیں بلوایا بلکہ یہودی فوج کو بلا کر رکھا ہوا ہے یہ کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ''اخرجو الیھود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب'' کہ جزیرۃ العرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو لیکن ان سعودیوں نے ان کو لا کر بٹھا رکھا ہے۔ یہ سنت کے مخالف ہیں یا سنت کے خیر خواہ؟ چودہ سو سال قبل ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنھما) نے مکمل آپریشن کر کے ان کو نکال دیا تھا اب سعودی

بادشاہ نے چودہ سو سال کے بعد سب کو لا کر بٹھادیا۔ اب یہودی اور عیسائی حرمین شرفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حفاظت کر رہے ہیں اس سے بڑی بدقسمتی مسلمانوں کی اور کیا ہوگی۔ اور پھر اپنے آپ کو خادم الحرمین کہتے ہیں ایسے خادم الحرمین تو خائن الحرمین ہیں۔ بہر حال رچرڈ بادشاہ نے مسلمانوں کو پیسہ دے دے کر ایسی چھوٹی چھوٹی ریاستیں صلاح الدین ایوبی کے دور میں بنوا دیں۔ اور اس کے بعد بیت المقدس پر حملہ کر کے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ تین دن میں ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ صلاح الدین ایوبی غیرت اسلام کی آندھی اور طوفان بن کر شام سے اٹھا اور بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور دنیا نے دیکھا کہ غیرت مند مسلمان بادشاہ نے انگلستان کے شیر دل بادشاہ سے تین دن کی فیصلہ کن جنگ کے بعد بیت المقدس کو آزاد کرا لیا۔ یہ برطانیہ اور بیت المقدس کی ہسٹری اور تاریخ ہے آپ پڑھ لیں جس کو انگلستان کا شیر دل بادشاہ کہہ کر بھیجا تھا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور وہ صلاح الدین ایوبی کے سامنے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ صلاح الدین ایوبی مسلمانوں کا غیرت مند حاکم تھا اور ایک پاکستانی حکام ہیں کہ وہ امریکہ، انگریزی حکومت کو حاضریاں دے دے کے نہیں تھکتے اور ایک وہ مسلمان تھے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے نہیں تھکتے تھے اور جنہیں دیکھ کر فرشتے فخر کرتے تھے۔

ایک مرتبہ محمود غزنوی کو دھوکے میں مارا گیا۔ محمود غزنوی جب شکست کھا کر واپس ہوا تو اس نے کہا ہم ہندو مشرک کے سامنے ذلیل و رسوا ہوئے۔ غیرت مند مسلمان بدلہ لیتا ہے۔ ابھی سن ۱۹۷۱ء کا بدلہ بھارت پر باقی ہے۔ محمود غزنوی ایک سال کی تیاری کے بعد دوبارہ آندھی اور طوفان لے کر اٹھا اس

طوفان میں اللہ اکبر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس طوفان سے یا رسول اللہ کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! ولی کامل عارف باللہ سلطان الاولیاء خواجہ ابوالحسن خرقانی بڑے جلیل القدر اور عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ افغانستان کے پہاڑوں میں رہتے تھے، محمود نے ان کا نام سنا تھا حاضر ہوا اور کہا زندگی میں اب وہ سرور نہیں رہا جب سے ہندوؤں سے شکست ہوئی ہے میں ان سے اپنی شکست کا بدلہ ایک مرتبہ ضرور لوں گا۔ اے اللہ کے ولی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں، تو انھوں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا محمود! تم میں غیرت اسلامی ہے تم باعزت ہو تم اس جملے کے تقدس کو برقرار رکھو گے اور پیٹھ نہیں دیکھاؤ گے۔ میں تم کو اپنا یہ جبہ دے رہا ہوں۔ جاؤ اب اللہ پر بھروسہ کر کے حملہ کر دو۔

ہندوؤں کی فوج کی تعداد ڈھائی لاکھ ہے اور سارے ہندو سومنات کو بچانے کے لیے جمع ہو گئے ہیں جبکہ تمھارے پاس صرف اور صرف ساٹھ ہزار فوج ہے، لیکن پیٹھ مت دکھانا، مسلمان کافر کے مقابلے پر پیٹھ نہیں دکھاتا۔ مسلمان ذلت و رسوائی کی دستاویزات پر دستخط نہیں کرتا۔ بلکہ مسلمان اللہ کے حکم کی تعمیل میں میدان جنگ میں اترتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے مطابق شہید یا غازی بن کر آتا ہے واپسی کا کوئی اور راستہ نہیں۔ جاؤ یہ ساٹھ ہزار ان شاء اللہ ڈھائی لاکھ پر غالب رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اس پر یقین رکھو۔ رب العالمین فرماتا ہے "کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله." فئة قليلة بہت تھوڑی جماعت حکم الٰہی سے بڑے بڑے کافروں کے گروہ پر غالب آ جاتی ہے۔ کارگل کے محاذ پر دو ماہ تک بہادر مجاہد لڑتے رہے اور جواب بھی لڑ رہے ہیں، اللہ ان کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے۔ کشمیر میں

لڑنے والے مجاہدین کو اللہ ہماری عمریں لگا دے۔ اور وہ جہاد میں کامیاب و کامران ہوں اور جس طرح محمود غزنوی نے بھارتی ہندوؤں پر پے در پے سترہ حملے کر کے شکست دی اللہ ایسا ہی غیرت مند مسلمان حکمران جو محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسا محبوب اور مقبول ہو مسلمانوں کو عطا فرمائے اور ایسا حکمران عطا فرمائے جس میں علی المرتضٰی کی شجاعت اور خالد بن ولید کی سیف اور محمود غزنوی کی غیرت اور شہاب الدین کی حمیت ہو۔ بالخصوص پاکستان کو عطا فرمائے۔ بزدلوں اور امریکہ سے ڈرنے والوں سے نجات دلائے، جو اللہ سے ڈرتے نہیں اور بھارت سے ڈرتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی توفیق مرحمت فرمائے اور بھارت کے ٹکڑے ہونے تک کشمیر میں جہاد جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فلسطین کے مظلوم مجاہدین کو جو یہود کے خلاف جہاد کر رہے ہیں اللہ ان بھائیوں کو فتح نصیب فرمائے۔ اور سارے عالم میں اے اللہ! جہاں جہاں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدین یہودیوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور امریکہ اور روس سے لڑ رہے ہیں ان کو فتح و نصرت عطا فرما آمین۔ و آخر دعوانا ان لحمد للہ رب العالمین.

سیرت اعلیٰ حضرت

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجیٰ شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٍ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمِ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ.

آج اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس شریف کی بابرکت تقریب انجمن اشاعت اسلام ہر سال اس بابرکت تقریب کا اہتمام کرتی ہے۔ میں تمام مخلص ساتھیوں کو کارکنان انجمن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ الحمد للہ علمائے اہلسنّت کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے ان کے عظیم کارناموں سے روشناس کرانے کے لیے ان کے حضور میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے ہر سال بڑے اخلاص کے ساتھ اس محفل کا اہتمام ہوتا ہے اور سب سے بڑی خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ آج کی اس بابرکت تقریب میں غزالی عصر رازیٔ وقت استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ صدر مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان اس جلسے میں رونق افروز ہیں۔ میں آج کی اس نشست میں برکت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہو گیا اور جب بھی کراچی میں ہوتا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ اس نشست میں شامل ہو جایا کروں۔ دو روز کے بعد میں اپنے تبلیغی دورے پر یورپ کے سفر پر روانہ ہونے والا ہوں لیکن اس کے باوجود اس بابرکت تقریب میں سعادت دارین حاصل کرنے کے لیے یورپ کے سفر سے پہلے اس محفل میں جو رحمتوں کا نزول ہو رہا اس سے حصہ لینے کے لیے میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ سب کی حاضری کو قبول فرمائے۔

شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء غزالی عصر حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب کی موجودگی میں مجھ جیسے ناکارہ بے علم کو تقریر کرنے کی جسارت نہیں

ہونی چاہیے تھی لیکن بعض اوقات کسی مصلحت کے تحت تقریر کرنے کی جسارت کی جاتی ہے۔ میرا نام حضرت علامہ کاظمی صاحب کے بعد رکھا گیا تھا۔ میں نے خود درخواست کی کہ میرا نام (خطاب) پہلے رکھا جائے ایک تو وجہ یہ ہے مجھے ابھی جانے کے بعد اپنی بعض کتابوں اور بعض مضامین کی تیاری کے سلسلے میں بھی کچھ وقت چاہیے تھا دوسرا یہ کہ میں چاہتا تھا کہ حضرت علامہ کاظمی صاحب کی موجودگی میں اگر تقریر ہو جاتی ہے تو غلطی اگر ہو تو اس کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے تو اصلاح کی نیت سے تھوڑی تقریر کرنے کے لیے حاضر ہو گیا ہوں امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے بڑے جلیل القدر عالم تھے۔ عالم ہی نہیں فاضل تھے۔ شریعت کے ماہر اور استاذ ہی نہیں بلکہ طریقت کے بھی ماہر اور پیشوا تھے۔ مشرق و مغرب کے جتنے بھی علوم اور فنون ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید احادیث مبارکہ فقہ ریاضی، منطق، فلسفہ علم ہیت وغیرہ پچاس سے لے کر پچپن علوم پر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات موجود ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار کے قریب ہوتی ہے۔ اس فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی اپنے وقت کی وہ کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی قدرداں اگر ہوتا تو واقعی وہ کتاب اس قابل تھی کہ اس کو سونے اور جواہرات میں تولا جاتا ایسی تحقیق اور وہ در بے بہا اس میں لوٹائے ہیں۔ علم کے موتی جس طرح فتاویٰ رضویہ میں بارہ جلدوں میں اور جو ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کی قدرداں مجھ جیسا کم علم ظاہر ہے نہیں کر سکتا ایسی عظیم کتاب ہے جس کو علماء بھی پڑھ نہیں پاتے اور اس کو پڑھنے کے لیے دوسری مختلف کتابوں کا سہارا لیتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہ بریلوی کی سرزمین پر پیدا ہوئے اور علم اور فن میں ہر وہ علم جس کے متعلق ان

سے سوال ہوتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر علم ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اعلیٰ حضرت سوال کر رہے ہیں اور وہ جواب دے رہا ہے تو وہ اپنے وقت کے بڑے عظیم المرتبت عالم تھے بڑے عظیم المرتبت شیخ طریقت اور صاحب کرامت بزرگ تھے عالم باعمل تھے یہ تمام خوبیاں اعلیٰ حضرت میں موجود تھیں لیکن سب سے بڑی خوبی کیا تھی ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار علماء گزرے ہیں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عشق کا سمندر ان کے دل میں ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔ یہ بہت بڑی بات تھی عالم ہونا باعمل ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ڈوبا رہنا یہ سونے پر سہاگہ ہے ہر عالم دین عاشق رسول نہیں ہوتا یہ عشق رسول وہ دولت ہے کہ جس کو مل جائے اور جب ہم کہتے ہیں عشق رسول تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پورا پورا عشق رسالت کا حصہ ملا ہے۔ ورنہ تھوڑا! تھوڑا تو ہر عالم دین میں ہوتا ہے اور اس کے بغیر تو ظاہر ہے علم نہیں آتا اور وہ عاشق رسول تھے اور ان کے عشق رسول کا یہ مقام تھا کہ ان کے دشمن بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ واقعی مولانا احمد رضا خاں عاشق رسول ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہے یہ وہ بزرگی ہے اعلیٰ حضرت کی کہ دشمن بھی جس کی گواہی دیے بغیر نہیں رہتا۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے اس میں آگے چل کر یہ سب سے بڑا کمال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اتنے ڈوب گئے کہ غیرت مند ہو گئے تو ذرا سی بھی گستاخی کسی بڑے سے بڑے آدمی میں اگر سرزد ہوتی چاہے وہ اپنے وقت کا کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت گستاخ رسول کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بہت بڑی بات ہے آج کے دور میں ہم کو اپنی رشتے داریوں کا خیال آ جاتا ہے۔ اپنی

برادری کا خیال آ جاتا ہے۔ اپنے کنبے کا اپنے قبیلے کا اپنے خون کے رشتے کا خیال آ جاتا ہے لیکن اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں جب عشق رسول کی بات ہوتی اللہ کے محبوب حضور پرنور سیدالعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں ذرا بھر بھی گستاخی کا شائبہ کسی بھی کونے سے سرزد ہوتا تھا تو مولانا احمد رضا کا دل بے چین ہو جاتا تھا۔ قلم کو جنبش ہوتی تھی اور پھر وہ شخص ان کے قلم سے بچ نہیں سکتا تھا گستاخانِ رسول کے لیے شاتمانِ رسول کے لیے بدعقیدہ لوگوں کے لیے کہ جن کا دین و مذہب صبح سے شام تک یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو گھٹائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کو گھٹائیں بلکہ یوں کہیے کہ جن کا صبح و شام کام یہ تھا کہ اپنے مرتبے کو بڑھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کو گھٹائیں ایسے لوگوں کے مقابلے پر مولانا شاہ احمد رضا تنہا کافی تھے۔ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اعلیٰ حضرت کا قلم تلوار بن جاتا تھا اور وہ بڑا سے بڑا گستاخ جو انسان کے لباس میں بھیڑیا ہوتا ہے خضر کے لباس میں شیطان ہوتا ہے اور جو یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ کا مقام صرف یہ ہے کہ وہ آئے تھے پیدا ہوئے تھے اب مر گئے مٹی میں مل کر خاک ہو گئے (معاذ اللہ) جو لوگ یہ کہا کرتے تھے ان کو جواب اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے دیا جو لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا علمی مرتبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم کہیں اور لکھیں گے لوگ اس پر آمنا و صدقنا کہیں گے جو کچھ ہم لکھ دیں گے لوگ اس پر گردنیں جھکا دیں گے کہ ایک عالم دین نے لکھا ہے بات صحیح ہوگی ہمیں کوئی ٹوکنے والا اور روکنے والا نہیں ہے جو لوگ یہ لکھتے تھے کہ شیطان کا علم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے

لیے شیطان کا علم تو قرآن اور نص سے ثابت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کے لیے کوئی نص موجود نہیں ہے۔ یعنی شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے زیادہ ہے (معاذ اللہ) جو لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اگر علم حاصل بھی ہوا ہے اگر تھوڑا ابہت علم ہے تو پھر بھی کیا تخصیص ہے گدھے اور جانور گھوڑے اور بہائم کو بھی یہ خوبیاں اور محاسن حاصل ہیں جو لوگ یہ کہا کرتے تھے ان کی گستاخی پر اگر صحیح معنوں پر گرفت کی اور مقابلہ کیا تو اعلیٰ حضرت نے کہا یہ عشق رسول تھا اور یہ غیرت ایمانی تھی جس کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا۔ دیکھیے! غیرت ایمانی اس کی چھوٹی سی مثال دیتا ہوں ایک شخص خلیفۃ المسلمین بادشاہ وقت کے دربار میں کھانا کھا رہا ہے بادشاہ کا دربار ہے شہنشاہ کا دربار ہے بغداد کا شہر ہے شاہی محل ہے دسترخوان بچھا ہوا ہے درباری امراء اور وزراء بیٹھے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے ہر دور میں خوش آمدیوں! کا ایک ٹولہ رہتا ہے یہ ہر دور میں رہتا ہے اگر بادشاہ وقت اور اس کے ساتھی اگر بیٹھے ہوئے ہو تو تعریف کے ڈونگرے برسانا حتیٰ کہ بادشاہ کو اگر چھینک آ جاتی ہے تو اس پر بے شمار باتوں کا بادشاہ کو سنا دینا بادشاہ کو ذرا سا بھی اگر مسکراہٹ کا تصور آ جائے تو اس کو یہ کہنا کہ نور برس رہا ہے۔ پھول جھڑ رہے ہیں اس قسم کے خوشامدیوں کا ٹولہ نام نہاد خلافت کے دور میں موجود ہوتا تھا اور یہ تقریباً ہر دور میں رہا ہے دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ قاضی القضاۃ چیف جسٹس نے یہ کہا کہ آپ بھی تشریف رکھیے وہ بھی کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گیا اور وزیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ قاضی القضاۃ نے ابو یوسف جن کا نام ہے امام اعظم کے شاگرد رشید تھے۔ انھوں نے کھانا کھایا کھانا کھاتے ہوئے جیسے

کدو شریف کو دیکھا کہا سبحان اللہ کتنی پیاری ترکاری ہے۔ میرے آقا اسے پسند فرمایا کرتے تھے۔ ایک وزیر نے جو بادشاہ کے منہ چڑھا ہوا تھا فوراً یہ کہا کہ کدو مجھ کو پسند نہیں ہے۔ قاضی ابو یوسف نے ہاتھ پکڑ لیا خاموش نہیں رہے یہ خیال نہیں آیا کہ یہ تو بادشاہ کا وزیر ہے اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔ درباریوں کا دور ہے خاموش رہا جائے عقل کا فتویٰ صادر کر دیں لیکن غنیمت یہ بات تھی کہ خلیفہ ہارون الرشید کا یہ دربار ابھی تک ایسا تھا کہ شریعت وہاں ہاتھ باندھے کھڑے نہیں رہتی تھی یعنی شریعت کے فیصلے نافذ ہوتے تھے یہ نہیں تھا کہ فلاں شرعی فیصلہ کورٹ میں نہیں ہو سکتا۔ قاضی ابو یوسف نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند کرتے تم نے کہا کہ میں پسند نہیں کرتا جو شخص اس چیز کو پسند نہ کرے جس چیز کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے اس کو جینے اور زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ کہا پکڑو کورٹ میں پیش کرو اس کی گردن کاٹی جائے گی۔ یہ گستاخ رسول ہے امام ابو یوسف کی غیرت ایمانی ظاہر ہے اگر توبہ کرے تو پھر تو معافی ہو جاتی ہے بہرحال وزیر نے توبہ کی بادشاہ نے معذرت کی اور مسئلہ ختم ہو گیا۔ بات صرف یہ کرنی تھی کہ غیرت ایمانی اور جذبۂ ایمانی دیکھیے اور جذبۂ عشق رسول دیکھیے کہ امام ابو یوسف کو یہ بات گوارہ نہیں تھی کہ کوئی یہ کہے کہ مجھے وہ چیز پسند نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھی یہ ہے ان کی غیرت یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت کی غیرت۔ امام اہلسنّت شاہ احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہ میں بھی موجود تھی۔ جیسے ہی گستاخی ہوئی تھی امام اہلسنّت کا قلم چلتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں پر بجلی بن کر گرتا تھا پھر اس کی تاویلیں کرتے تھے

لیکن کوئی تاویل قابل قبول نہیں ہو پاتی تھی۔ وہ خود اس تاویل میں الجھ کر رہ جاتے بہرحال یہ مسئلہ الگ ہے بات یہاں سے چل نکلی اور یہ کہہ رہا تھا کہ ایک طرف امام اہلسنّت کا مقام یہ تھا کہ عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے غیرت تھی دربار نبوت کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور دوسری جانب وہ مسلمانوں کے مسائل سے وہ غافل نہیں تھے آپ یہ نہ سمجھتے کہ اعلیٰ حضرت صرف گستاخوں کو ہی دیکھا کرتے تھے اور ان کو کوئی فکر نہ تھی کہ مسلمانوں کے لیے کیا ہو رہا ہے مسلمانوں کا مستقبل کیا ہے یا نہیں وہ زیادہ لڑائی لڑا کرتے تھے اور یہ بہت بڑی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں سے نمٹا کرتے تھے وہ لوگ جو اس دین کو نیچری بنا رہے تھے۔ ان سے بھی لڑائی شروع ہوگئی اور پھر ایک سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آج بہت سے لوگ یہ بات کہا کرتے ہیں کہ جناب بات اصل میں یہ ہے کہ یہ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب جو ہیں یہ مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب جو ہیں یہ فلاں عالم دین جو ہیں بتایئے ان لوگوں کو کیا ہوگیا یہ کیا کیا باتیں کر رہے ہیں یہ کیا اِدھر اُدھر ٹانگ اڑاتے رہتے ہیں کبھی اخباروں میں الجھتے ہیں اور کبھی یہاں الجھتے ہیں اور کبھی وہاں ان کو چاہیے کہ یہ سب چیزوں کو چھوڑ دیں بس خالصتاً وعظ کریں۔ دین کی باتیں کہیں تبلیغ کریں لکھیں پڑھیں اللہ اللہ خیر صلی ان کو کیا مطلب کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے ان کو یہ سوچنا بھی نہیں چاہیے کہ دال کا بھاؤ کیا ہے ان کو اس معاملے کے متعلق فکر ہی نہیں کرنی چاہیے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے ان کو یہ بات سوچنی ہی نہیں چاہیے کہ یزید آیا ہے اور یزید گیا ہے۔ یہ بالکل خاموش رہیں بیٹھے رہیں اور اللہ اللہ کرتے رہیں۔ مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد ہیں۔ حجروں میں آرام کریں

یہ حجروں میں، بیٹھنے والے باہر کیسے پھر رہے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں میں ان کہنے والوں سے کہتا ہوں کہ میرے محترم بھائی شاہ احمد نورانی کا مقام اور اس کا منصب تو بالکل ایسا ہے جیسے ایک بارعب کشف ہوتا ہے۔ آؤ دربار محمدی کے جانشین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیا کہو گے امام حسین نے اس وقت کے یزید سے مقابلہ کیا ٹکر لی تو اب کیا کہو گے۔ کیا امام حسین نے دربار مدینہ کو چھوڑ کر غلطی کی تھی مدینہ منورہ کی پاک گدی کو چھوڑ کر کربلا کی سرزمین کو سمایا کیا یہ غلطی کی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حزب اختلاف کے قائد تھے۔ حزب اختلاف کے سب سے پہلے قائد امام حسین تھے امام حسین نے اس وقت یزید سے ٹکر لی اور روئے زمین کے مسلمانوں کو یہ بتا دیا کہ حزب اختلاف کا فریضہ ادا کرنا حسینیت ہے اور اقتدار کے نشے میں بدمست ہونا اور بیت المال کو اپنے تصرف میں لانا ملک کو عیاشی اور فضول خرچی میں تباہ کرنا یہ یزیدیت ہے۔ امام حسین نے یہ بتا دیا کہ اگر وقت کا حاکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو مقرر کر دے تو وہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ ہوگا۔ اگر اللہ کسی کو مقرر کر دیتا ہے تو وہ رسول اللہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر مقرر کر دے تو وہ خلیفہ رسول اللہ ہوگا۔ اگر مسلمان اپنے ہاتھ اٹھا کر منتخب کر لیتے ہیں تو وہ پھر خلیفہ رسول اللہ ہوگا۔ امیرالمؤمنین ہوگا اور جو خود بخود مسلط ہو جائے وہ اپنے وقت کا یزید ہوگا امام حسین نے بتا دیا اب آگے چلیے حسین نے سب سے پہلے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا اس کے بعد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا بادشاہ سے ٹکر لی کوڑے کھاتے رہے لیکن یہ فرماتے رہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں جو مسئلہ قرآن کا بیان کیا ہے وہ حق ہے

کوڑے کھاتے رہے لیکن فتویٰ نہیں بدلا جیل چلے گئے۔ انتقال فرما گئے شہید ہو گئے امام اعظم ابو حنیفہ جیل چلے گئے اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ جیل جانا گوارہ کیا لیکن کرسی اقتدار حاصل نہیں کی یہ تھے امام اعظم ابو حنیفہ خلیفہ وقت نے کہا کہ ہم آپ کو قاضی القضاۃ بناتے ہیں ہم آپ کو شوریٰ کا رکن بھی بناتے ہیں۔ مجلس شوریٰ کے بڑے چرچے ہیں۔ اس زمانے میں بھی مجلس شوریٰ ہوتی تھی یزید کے زمانے میں بھی مجلس شوریٰ تھی۔ جس مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ دیا تھا یہ سید امام حسین کو صاف کر دیا جائے میدان سے ہٹا دیا جائے ہر دور میں مجلس شوریٰ تو ہوتی ہے اور یہ ہر دور میں رہتی ہے بہرحال اتفاق کی بات ہے ایک زمانے میں میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا اس میں ایک لطیفہ بھی تھا کہ ایک بادشاہ وقت اس کو کسی طرح سے حکومت مل گئی۔ وہ شکار کا بڑا شوقین تھا لوگوں کے بھی شکار کرتا رہتا تھا ایک دفعہ شکار کے لیے جا رہا تھا راستے میں اس نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ راستے میں جب پڑاؤ ڈالا تو ایک غریب آدمی اپنا گدھا وہاں سے لے کر گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ پڑاؤ ڈالے ہوئے پڑے ہیں۔ اس نے کہا بھئی تم یہی ڈیرہ لگائے رکھنا سازش ہونے والی ہے اب مت جانا یہاں سے کچھ دیر آرام کرو جب بارش تھم جائے پھر چلے جانا بادشاہ کو اطلاع دی گئی بادشاہ نے کہا بیوقوف آدمی ہے ایسے ہی لوگ بکواس بکتے رہتے ہیں۔ وہ نہ ٹھہرے بادشاہ اپنے ساتھیوں کو لے کر چل پڑا تھوڑی دور گئے بارش ہو گئی طوفان آ گیا بادشاہ نے کہا کہ واقعی وہ تو بڑا دانا اور مہذب آدمی تھا ایسے آدمی کو تو میری مجلس شوریٰ میں ہونا چاہیے حکم دیا کہ جاؤ اس کو ڈھونڈ کر لاؤ اس کو تلاش کیا گیا وہ مل گیا کہا کہ چلو بھئی بادشاہ بلا رہے ہیں جب بیچارہ بادشاہ کا نام سن کر

ڈر گیا لوگ ڈر جاتے ہیں۔ بے چارے اس نے کہا اچھا بھئی چلو گے بادشاہ کے دربار میں ہاتھ جوڑ کر کہا حضور بادشاہ .... آپ نے کیسے یاد فرمایا بادشاہ نے کہا بھئی بات اصل میں یہ ہے کہ تم بڑے عقلمند آدمی ہو تین گھنٹے قبل بارش کی خبر دے دینی یہ تو بہت بڑی بات ہے تم جیسے عقلمند آدمی کو ہمیں تو بڑی ضرورت ہے اس نے کہا کیسی ضرورت کہا کہ بھئی ہم اپنی مجلس شوریٰ بنا رہے ہیں اس میں تمہارا نام بھی لکھا دیں گے کہ حضور شوریٰ کیا ہوتی ہے کہا بھئی شوریٰ ہوتی ہے ہمارے خاص آدمیوں میں تمہارا نام ہوگا تمھیں تنخواہ ملے گی انعام ملے گا۔ اس غریب نے کہا حضور میں تو اس قابل نہیں ہوں یہ جو آپ نے کہا عقلمندی یہ میرا کمال نہیں یہ تو میرے گدھے کا کمال ہے اچھا بھئی گدھے کا کیسے کمال ہے؟ کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ یہ گدھا جو ہے اس میں کمال یہ ہے کہ جب بھی بارش آنی ہوتی ہے یہ اپنے کان نیچے کرتا ہے اور سر ہلاتا ہے جب یہ کان نیچے کرتا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ بارش آنے والی ہے۔ بادشاہ نے کہا سبحان اللہ ہمیں تو ایسے عقلمند گدھوں کی بھی ضرورت ہے اس نے کہا حضور میرا کوئی کمال نہیں اس گدھے کا کمال ہے بادشاہ بولا اچھا بھئی اس کو رکھ لیتے ہیں تو اب مجلس شوریٰ کے اراکین میں اس گدھے کا نام درج کر دیا گیا یہ بات مشہور ہوگئی کہ بادشاہ نے اپنی مجلس شوریٰ میں فلاں صاحب کے ایک گدھے کو بھی رکھا ہے تو اب گدھے بادشاہ کے دربار میں آنے لگے ہر کوئی اپنا اپنا گدھا لاتا اور تعریفیں سناتا اب بادشاہ کو پریشانی ہوئی گدھوں کی آوازیں آ رہی ہیں کہ یہ کیا مصیبت ہے اس نے کہا کہ اچھا بھئی ایسا کرو فی الحال ملتوی کر دو لیکن ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے بادشاہ کو لوگوں نے تنگ کیا ہوگا تو مجلس شوریٰ بھی بنا دی بہرحال مطلب عرض

کرنے کا یہ ہے کہ خوشامدی ہر دور میں ہوتے ہیں۔ امام اہلسنّت شاہ احمد رضا جس دور میں تشریف لائے اس وقت انگریز کے بھی خوشامدی تھے اور ہندوؤں کے بھی خوشامدی تھے اور ہندوؤں کے اس حد تک بھی لوگ خوشامدی تھے تاریخ پڑھیں وہ دور تھا جب گاندھی کو منبر رسول پر بٹھایا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ گاندھی اپنے وقت کا وہ بزرگ ہے کہ میں نے عمر بھر میں جو آیات و احادیث پڑھی ہیں وہ اس لنگوٹی والے پر قربان باقاعدہ اس قسم کے اشعار پڑھے گئے ایسے وقت میں آپ یقین کریں کہ اس وقت میں اس دور میں ہندوؤں کی خوشامد ہو رہی تھی۔ ہندو سے نوٹ مل رہے تھے بے شمار کانگریسی مولوی مکر گئے۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے علمائے اہلسنّت کی قیادت کی اس وقت جب لوگ کہہ رہے تھے ہندو مسلم بھائی بھائی لوگ کہہ رہے تھے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی بند کر دو اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید خلیفہ مجاز علامہ مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواری رحمہ اللہ تعالیٰ انھوں نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور پھر تمام ہندوستان کے علماء نے کہا کہ نہیں دراصل جو ہندوؤں کا خدا ہے وہ ہماری غذا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ ہندو مسلم بھائی بھائی تو پھر اپنی بیٹی بھی ہندوؤں کو دے دو ایسے وقت میں اعلیحضرت نے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا اس مرد درویش نے جس کے متعلق ہم لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت سیاسی نہیں تھے ان کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ بالکل غلط ہے میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت نے بہت بڑے سیاسی مسئلوں کو حل کیا دو قومی نظریہ ارشاد فرمایا ہندو الگ قوم اور مسلمان الگ قوم ہیں اور یہی حد فاصل جو اعلیٰ حضرت نے قائم فرمائی تھی شرعی نقطہ نظر سے سیاسی نقطہ نظر سے یہی حد فاصل پھر پاکستان کا سبب بنی اگر دو

قومی نظریے کی بات اعلیٰ حضرت نہ کرتے تو زعمائے ہندوستان بھی اس مسئلے کو نہ جانتے بلکہ اس وقت کانگریسی مولویوں نے کہا کہ یہ بریلی مولوی انگریز کا کردار ادا کر رہے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت نے انگریز اور ہندوؤں کی خوشامد نہیں کی حکومت سے کسی قسم کی کوئی خیر خواہی نہیں کی اپنا مسلک بیان کیا اور چنانچہ دیکھیے علمائے اہلسنّت حزب اختلاف کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ مولانا امام فضل حق خیرآبادی نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا انگریز نے ان کو جیل میں ڈالا کہ آپ اپنا فتویٰ بدل دیں آپ نے انکار کر دیا کلمۂ حق کہا یہ علمائے اہلسنّت کا کردار رہا ہے جو عالم بھی کلمہ حق کہہ کر اس پر قائم رہے گا وہ حسینی گروہ میں شمار ہوتا رہے گا اور جو عالم دین حق کی بات پر اپنی زبان کو گونگا رکھے گا اللہ رب العالمین یقیناً اس کا شمار یزیدیوں کے گروہ میں فرماتا رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ ہمیں حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے اسلاف نے کلمہ حق کو ہمیشہ بلند کیا اللہ ہمیشہ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یادگار خطبہ عیدالفطر

قائد اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ کے والد گرامی حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک تاریخی خطاب

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ

كُلِّهِم قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ شَانِ حَبِيْبِهٖ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَر.

میرے عزیز مسلمان بھائیو!

سب سے پہلے میں نہایت مسرت کے ساتھ عید الفطر کے مقدس موقع پر آپ کو اپنے قلب کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے روزے تراویح اور دیگر عبادات کو مقبول فرمائے اور ہمیں اپنے انعام یافتہ بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

آج کا دن ہمیں چند امور کی جانب دعوت فکر دے رہا ہے کہ عید الفطر کے حقیقی معنیٰ و مفہوم کیا ہیں؟ اس عید کی مسرتوں سے کیونکر لطف اندوز ہونا چاہیے؟ اور عید الفطر کی مخصوص رسومات کی ادائیگی کا مقصد کیا ہے؟

مادی نقطۂ نظر کا حامل کوئی بھی شخص جب کسی قسم کی کوئی بھی کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کا دل مسرتوں سے لبریز ہو جاتا ہے اور وہ مختلف پیرایوں میں اپنی اس خوشی کا اظہار کرتا ہے آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی دولت نصیب ہوتی ہے یا کوئی منصب ملتا ہے یا کوئی اعزاز بخشا جاتا ہے یا قدرت اس کو اولاد کی نعمت سے نوازتی ہے یا پھر اس کی اولاد کی شادی کی تقریب سعید ہوتی ہے تو وہ مختلف طریقوں سے اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے اس سے اوپر کی سطح پر کچھ لوگ قدرتی نعمتوں کے حصول پر اپنی خوشیوں کے اظہار کے عادی ہوتے ہیں مثلاً سورج کی پرستش کرنے والے سورج سے حاصل

ہونے والی روشنی اور حرارت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں اور سورج کی ان خوبیوں کے سبب اس کی خوب تعریف کرتے ہیں اس مقصد کے لیے وہ شمسی سال کے پہلے روز نئے سال کی سالگرہ مناتے ہیں اور خوب خوشیاں مناتے ہیں۔ اسی طرح زرعی ممالک مثلاً ہندوستان میں بسنت اور ہولی کے موقع پر لوگ عید کا سا سماں پیدا کر دیتے ہیں لوگ یہ خوشی اس موقع پر مناتے ہیں کہ خزاں کے جانے کے بعد اور بہار کے آنے کے ساتھ ہماری فصلیں خوب پھلیں پھولیں۔

لیکن لوگوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا اور دنیوی زندگی آنی جانی چیزیں ہیں، اور مادی خوشیاں محض چند روزہ ہیں اور اسی بنیاد پر ان کا انداز فکر یہ ہے کہ چونکہ یہ خوشیاں عارضی ہیں اس لیے اس کی اہمیت معمولی ہے اصل خوشی وہ ہے جو دائمی اور اسی کے لیے خوشیاں منانا حقیقت سے قریب تر ہے۔ حقیقی نعمت وہ ہے جو ہمیں خدا سے قریب کر دے اس لیے کہ تمام نعمتوں کا منبع خدا ہی ہے۔ اسی طرح حقیقی عظمت وہی ہے جو ہمیں قدرت کی جانب سے عطا ہو اس لیے کہ خدا ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام خوبیوں، بڑائیوں، نعمتوں اور قوتوں کا مالک حقیقی ہے اور وہی اپنی مخلوق کو نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو دنیا کا سب سے مالدار اور عظیم آدمی وہی ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خدا کو بھلا دینے والی جو بھی ناجائز دولت اور مصنوعی بڑائی کسی کے پاس ہے، وہ رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے افسوس کہ انسانوں میں یہ کمزوری عام ہوگئی ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ

"جب انسان کو اللہ تعالیٰ نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ اللہ ہی کو

بھلا بیٹھتا ہے اسی طرح قرآن میں مسلمانوں کو تنبیہہ کی گئی
کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے۔''

اور فرمایا کہ

''تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، اور جو اللہ
کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔''

پس نعمت وہی ہے جو منجانب اللہ ہو اور جو ہمیں خدا کے قریب کر کے اس کا محبوب بنا دے، ہر ذی شعور آدمی ایسی ہی نعمت کے حصول پر فخر کر سکتا ہے خوشیاں منا سکتا ہے ایسی خوشی دائمی اور ثمر آور ہو گی۔

رمضان المبارک، عام مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے جو قمری سال میں نویں نمبر پر آتا ہے جن ایام میں خدا کی نعمتیں نازل ہوئیں ان کو ایام اللہ کہا جاتا ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان ایام کو یاد رکھیں اور ان کا چرچا کریں۔ اس لحاظ سے رمضان وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہم پر نازل کی گئی وہ نعمت جو اپنے جلو میں خدا کی بے شمار رحمتیں لیے ہوئے ہے اور جس نے ہمیں خدا کی نعمتوں کے صحیح استعمال کا طریقہ سمجھایا جس نے ہمیں صراط مستقیم دکھایا وہ نعمت جس کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت، رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے یہ عظیم نعمت اللہ کی عظیم کتاب ہے جس کو قرآن مجید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے قرآن مجید میں خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں
کے لیے ہدایت رہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں رکھتا ہے۔''

رمضان کے شب و روز قرآن کے نزول۔ (رحمت خداوندی کے نزول) کے سبب مقدس قرار پائے ان شب و روز سے برکتیں حاصل کرنے کے لیے ہمیں رمضان کو دن میں روزہ رکھنے اور رات کو تراویح پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

روزوں کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا کہ تم میں سے جو بھی رمضان کو پائے وہ پورا مہینہ روزہ رکھے اور فرمایا گیا کہ روزہ تم پر فرض کیا گیا جس طرح پچھلی امتوں پر فرض تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ متقی بن جانے کی صورت میں تم تو خدا کے قریب ہو جاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ کے احکام کے ساتھ ہی یہ آیت ہے کہ

"اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے میرے متعلق
پوچھیں، تو میں نزدیک ہوں۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ روزوں کے ذریعہ ہم اپنی حیوانی خواہشات پر کنٹرول کر کے خدا کے قریب ہو جاتے ہیں اور خدا سے قربت یہی سب سے بڑی اور حقیقی نعمت ہے۔

حدیث شریف میں آیا کہ روزہ دار کے منہ سے جو مخصوص قسم کی بو آتی ہے وہ خدا کو مشک سے بھی زیادہ پیاری ہے یہ حدیث قدسی میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا اجر دوں گا۔ ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ روزہ دار کا اجر میں ہوں اس سے ثابت ہوا کہ روزہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اس کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

جہاں تک رمضان کی راتوں میں عبادت کا تعلق ہے تو اس کی جانب

ہماری توجہ مبذول کراتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ

''ہم نے قرآن مجید کو شب قدر میں اُتارا، اور تم نے کیا جانا شب قدر کو؟ یہ شب ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔''

ایک جگہ فرمایا کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا اور دوسری جگہ فرمایا کہ شب قدر میں نازل ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کی راتوں میں سے ایک رات ہے صحابہ کرام نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے رمضان کی راتوں میں تلاش کرو مزید معلوم کرنے پر صحابہ کرام کو معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے چونکہ یہ عظمت اور برکت والی رات رمضان کی راتوں میں سے ایک رات ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کی راتوں میں زائد عبادت کرنے پر زور دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔

''رات کے کچھ حصہ میں تہجد ادا کرو یہ خاص تمہارے لیے زائد ہے۔''

اور فرمایا!

''رات میں قیام کرو، پوری رات نہیں آدھی رات یا اس سے کم یا کچھ زیادہ''

یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات کو باقاعدگی سے

تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمت کے لیے بھی رمضان کی راتوں میں مخصوص طریقہ پر نماز ادا کرنے کو سنت قرار دیا اور اس پر زور دیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امت کی اکثریت اس زمانے سے جس کو حضور نے بہترین زمانہ قرار دیا، قرآن و حدیث کی روشنی میں رمضان کی راتوں میں ۲۰ رکعت تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں۔

نماز اور روزے کے ذریعے نفس امارہ پر جو قابو حاصل ہوتا ہے اس سے بندہ خدا کے ہاں قریب ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے آج اسی نعمت قربت خداوندی کے حاصل ہونے کی خوشی منانے کا دن ہے آج کا دن یوم تشکر ہے آج اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے انسان اپنے گھر بار چھوڑ کر خانۂ خدا میں جمع ہو گئے ہیں تاکہ نعمتوں کے عطا کرنے والے منعم حقیقی کا شکریہ ادا کر سکیں۔ آج عید کا دن ہے اسلامی خوشیوں کا دن۔

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جب بندہ خدا کی رحمت سے پر امید ہو کر اپنے گھر سے عیدگاہ کی جانب، خدا کی تکبیر "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد" کہتا ہوا رواں دواں ہوتا ہے تو فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اس پر رحمتوں کی بارش برساتے ہیں اس وقت ہاتف غیب سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے کو اس پر پورا اجر ملے گا۔

مسلمانوں کے عید کے دن کی خوشیوں کی ابتداء جہاں ایک طرف بارگاہ الٰہی میں چھ زائد تکبیروں کے ساتھ سجدۂ شکر بجا لانے سے ہوتی ہے وہاں اپنے مال کی قربانی بصورت صدقۃ الفطر دینے سے ہوتی ہے یہ صدقۃ الفطر ہر عاقل مسلمان پر واجب ہے حتیٰ کہ نومولود بچوں کی طرف سے بھی یہ صدقہ دینا بڑوں

پر لازم ہے۔ دین کامل کی ہدایات انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں اور زندگی کے باریک سے باریک معاملات میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ ان تعلیمات کا لب لباب یہ ہے کہ ہم اللہ کو نہ بھولیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھاتے رہیں۔

میرے عزیز دوستو! اس موڑ پر میں آپ کو ایک خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، ہوشیار! تم نے رمضان سے جو خیر و برکت حاصل کی ہے اس کی حفاظت کرو! جس طرح مادی اشیاء کے چور ہر وقت مادی چیزوں کو چوری کرنے کی تاک میں لگے رہتے ہیں بالکل اسی طرح نفس اور شیطان وہ چور ہیں جو روحانی خزائن کو چوری کرنے کی فکر میں غلطاں و پیشاں رہتے ہیں آج عید کا دن ہے آج آپ روحانی خزانوں کو کما کر بے حد مسرور ہیں، اللہ کی بے پایاں رحمتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اللہ کی جانب سے مغفرت کی ہوائیں چل رہی ہیں ایسے میں شیطان کی پرفریب چالوں میں آنے سے ہوشیار رہیں۔

شراب کی دوکانیں اور جوئے کے اڈے بھی کھلے ہوئے ہیں سینما کی غیر اخلاقی کشش اپنی جگہ موجود ہے۔ نیم عریاں تصاویر سڑک کے دونوں کنارے آپ کو دعوتِ گناہ دے رہی ہیں لہٰذا ہوشیار رہیے! اپنے ایمان کے نازک آئینہ کو شیطان کے خطرناک حملوں سے محفوظ رکھیے۔ ان مجاہدوں اور ریاضتوں کی حفاظت کیجئے۔ جو رمضان کے شب و روز میں تم نے کی ہیں اس سبق کو فراموش نہ کیجئے جو ابھی حال ہی میں رمضان کے روحانی مجاہدے کے دوران تم کو یاد کرایا گیا تھا کہ دن میں روزوں کے تقدس کو بحال رکھنے کے لیے تم نے اپنے نفس کی جائز اور قانونی خواہشات کو دبایا اور رات کو تم نے اپنی نیند کو

حرام اور آرام کو قربان کیا اور یہ سب کچھ تم کو پہلے سے بھی کہیں زیادہ ناجائز کاموں سے بچنا ہے بلکہ ہر اس علت سے پرہیز کرنا ہے جس میں شیطانی عمل کو ذرہ برابر بھی دخل ہو۔ رمضان میں تم نے معمول سے زیادہ عبادت کی ہے اب بھی تم کو خدا کی یاد کو دل سے نکلنے نہیں دینا۔

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے ذریعہ ہم تم کو یہ درس دیتے ہیں کہ تمہارے مال میں دوسروں کا بھی حق ہے یہ دولت محض تمہارے اپنے فائدے کے لیے استعمال نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تمہارے مال میں ان کا بھی حق ہے، جو مانگتے ہیں اور ان کا بھی حق ہے جو محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس دولت سے نوازا ہے وہ عیاشیوں پر خرچ ہونے کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے جس کے تم امین بنائے گئے ہو اگر تم سچے مومن ہو اور تم نے اپنی جان و مال کا سودا خدا سے کر لیا ہے تو پھر اب تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ تم اپنے آپ کو اس جان و مال کے مالک تصور کرو تم اس کو اپنے اور اپنی اولاد پر صرف اسی قدر خرچ کر سکتے ہو جس کی اجازت اللہ نے دی ہے اور وہ بھی اس طریقہ کے مطابق جس کی تعلیم اللہ نے دی ہے۔ باقی سارا مال تم کو اللہ کی راہ میں اللہ کی تمام مخلوق پر خرچ کرنا ہے۔

اے بلند و بالا اور عالیشان مکانات و محلات میں رہنے والو! اے نرم و نازک بستروں اور صوفوں پر آرام کرنے والو! اے بڑی بڑی اور قیمتی گاڑیوں میں گھومنے والو! تھوڑی دیر کے لیے ذرا اپنے ان بدقسمت بہن بھائیوں کے بارے میں سوچو جن کو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں اور جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا تک نہیں۔

اے زرق برق، دیدہ زیب اور فیشن ایبل کپڑے پہننے والو اور اپنے گھر کے مردہ زمین کی آرائش و زیبائش کرنے والو! یاد رکھو! کہ تمہارا قیمتی لباس اور تمہاری یہ عیاشیاں تمہیں اس وقت تک کوئی اعزاز و اکرام نہیں عطا کریں گی جب تک کہ تمہاری آئندہ آنے والی نسلیں اس تعلیم سے آراستہ نہیں ہو جاتیں جو دنیا و آخرت میں اعزاز کا سبب بنیں گی تمہیں صرف اسی صورت میں محترم تصور کیا جائے گا جبکہ تمہاری ساری قوم کو قابل احترام بنا دوں اور یہ جبھی ممکن ہے کہ جب تمہاری قوم کے پاس ایمان، علم اور عمل صالح جیسی نعمت ہوگی۔

میرے عزیز بھائیو! ذرا اپنے قرب و جوار کی دوسری اقوام کو بھی دیکھو۔ اگر تم اپنے اسلاف کے عظیم ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھ سکتے تو کم از کم اپنے پڑوسی عیسائیوں ہی کو دیکھ لیجئے کتنے ادارے ہیں جو عیسائیت کی ترویج میں لگے ہوئے ہیں کتنی لائبریریاں ہیں کتنے علمی حلقے ہیں کتنے ان کے مشنری ادارے ہیں جو شب و روز عیسائیت کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں اس کے برعکس تمہارا کیا حال ہے؟

فرض کیجئے کہ فی الحال ٹری نیڈاڈ (Trinidad) کی مسلم آبادی 23 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ خدارا ذرا یہ تو سوچو کہ

"کیا تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسا مکتب ہے جہاں تمہارے بچے کم از کم قرآن مجید کو اس کے صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا سیکھ سکیں؟

کیا تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسا معلم دینیات ہے جو باقاعدہ سند یافتہ ہو اور شرعی معاملات میں تمہاری رہنمائی کر سکے؟

کیا تمہارے پاس ایک بھی ایسی لائبریری ہے جہاں آ کر متلاشیانِ حق

اپنی علمی پیاس بجھا سکیں؟

کیا تمہارے پاس ایک بھی مبلغ اس پائے کا ہے جو اسلام کو موجودہ نفسیات کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پیش کر سکے؟

کیا تمہارے پاس کوئی ایسا فنڈ ہے جس سے تمہاری قوم کے غریب افراد کی امداد کی جا سکے اور مذہبی ضروریات پوری کی جا سکیں؟"

میرے دوستو! اگر تم نے زکوٰۃ وصدقات ہی کو صحیح طریقہ پر ادا کیا ہوتا اور ان کو مرکزی طور پر جمع کیا ہوتا تو تمہاری بہت ساری مشکلات بآسانی حل ہو چکی ہوتیں؟

جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے مجھے معلوم ہے کہ کچھ ناعاقبت اندیش لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی کم فہمی کی وجہ سے مسلمانوں کو فروعی معاملات میں الجھا رہے ہیں تاکہ وہ صورتِ حال سے فائدہ اُٹھا کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کی سازش میں کامیاب ہو سکیں ایسے لوگ اسلام کے نام پر نئی کلیسا تعمیر کرنے کی فکر میں ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ سیدھے سادھے اور ناواقف مسلمانوں کو بہکانے میں کامیاب ہو جائیں گے مسلمانوں میں کچھ انتشار پہلے ہی سے پیدا ہو چکا ہے میری خواہش ہے کہ یہ لوگ فروعی معاملات کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا نہ کریں کیونکہ ان کی یہ حرکت اسلام پر حملہ کرنے والی بیرونی طاقتوں (غیر مسلم) کے مقابلے میں زیادہ خطرناک اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے انہیں یہ احساس نہیں ہے کہ لادینیت اور دہریت کا طوفان دنیا کو تیزی کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے بداخلاقی کا سیلاب بھی پوری قوت کے ساتھ اُمنڈ آیا ہے اور انسانیت کی اعلیٰ اخلاقی

قدروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جا رہا ہے۔ اسلام سے منحرف ہونے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے کے واقعات ہمارے لیے اجنبی نہیں رہے اخلاقی برائیاں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ اسلام کی بہترین خوبیوں سے ناواقفیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے حتیٰ کہ چار دانگ عالم میں مذہب کے ستونوں پر حملے ہو رہے ہیں۔

اے میرے بھائیو!

آپ کہاں ہیں؟ آپ اور کیا سوچ رہے ہیں؟ آپ کب بیدار ہوں گے؟ خدارا حالات کی نزاکت کو محسوس کیجئے! آپ دین کی حفاظت کیجئے۔ اس لیے کہ بحیثیت ایک قوم کے اسی پر آپ کی عزت و عظمت اور ترقی کا دارومدار ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بصارت اور بصیرت عطا کرے تا کہ آپ دیکھ سکیں اور سوچ سکیں۔ ایمان کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ چمٹے رہو اس لیے کہ اسلام کا دل عقائد ہیں اور انہی عقائد پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت نے یقین رکھا ہے انہی عقائد پر جمے رہو۔ انہی پر جیو اور انہی پر خاتمے کی دعا کرو میں آپ کے لیے دعا گو ہوں۔

اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو مستجاب فرمائے۔ (آمین)

❁......❁......❁



امام احمد رضا اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ
خزینۂ نعت
جہانِ انبیاء علیہم السلام
چشمۂ علم و حکمت
مولانا نورانی کی بارہ تقریریں
ختمِ نبوت زندہ باد
زبان میری ہے بات ان کی
بزرگ
سرالاسرار
انیس الطالبین
قرآنِ حکیم کا تصورِ نبوت و ولایت
راہنمائے خطابت
قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور